UNIVERSAL
LIBRARY
OU_232790
UNIVERSAL
LIBRARY

دیر گیر و سخت گیر د مر ترا

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر پنجم ششم

بابت جمادی الاولی و الثانیہ ۱۳۰۹ھ مطابق دسمبر و جنوری ۱۸۹۱ء

شرائط و غیرہ امور متعلقہ رسالہ بجدید انتظام جدید

نمبر شمار	تفصیل خریدار ان شرح مرتب	رقم سالانہ
(۱)	اسلامی ریاستوں کے نواب اور رئیس	کم از کم ۵
(۲)	گورنمنٹ انگریزی و معزز عہدہ داران گورنمنٹ عالیہ و اخبار والا پریس و سیاسیکل ایجنٹ	کم سے کم ۴
(۳)	متوسط اہل دولت	۳
(۴)	کم دولت لوگ جن کی آمدنی دس روپیہ ماہواری سے زیادہ نہیں ہے	۲
(۵)	طلبہ	نواب آنریبل

بقیہ شرح و شرائط مراتب بمطابق تفصیل سابق۔ خطوط و کتابت و ارسال زر بنام مہتمم ہونے عنوان و نشان مندرجہ ذیل ہونا چاہیے۔

معذرت

بوجہ سانحہ سال حال کی قلت پیشگی خطاط نہ ہونے سے ہمیں اکثر خدمت میں مہتمم پہنچنے ادب سے معذرت رسان ہے کہ اس مدت توقف رسالہ میں تین دفعہ میں چھاپا رہا اور مسہل و غیر مسائل طویلہ میں مصروف رہا۔ اسطے اول تو مضمون رسالہ کا کہا نہ گیا۔ ہر چند مضمون تیار رہا تو حضرات نادہندگان جدید کے عدم توجہی کے سبب کافی روپیہ مصارف طبع کے لئے میسر نہ آیا۔ معاونین اس عذر کو معرض قبول میں جگہ دیں اور اس قسم کی توقفات سے جو غیر اختیاری سببوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اشفقہ خاطر نہوا کریں۔ والعذر عند کرام الناس مقبول۔

ابو سعید محمد حسین لاہوری مہتمم عالیہ اشاعۃ السنۃ مقام لاہور محلہ سید مٹھہ۔

مطبع مصطفائی لاہور میں طبع ہوا

ہین مذہب والا اپنے متبوع کے قابل اتباع ہونے کے اپنے ہی گروہ کی سند پر یقین کرتا ہے

بر دوسرا مذہب والا اپنے ہی گروہ کی سند پر اپنے متبوع کے واجب الاتباع ہونیکی لاتا ہے

خواہ وہ ہن اس متبوع کی ذاتی عمدگی اور اعلی سے اعلی درجہ رکھنے سے متعلق ہون یا ذہ نا ہی سے تعلق خاص ثابت کرنے سے علاقہ رکھتے ہون خواہ ظہور معجزات و خرق عادت اور اظہار عجائبات پر مبنی ہو یہی سب سے بڑا امر حائل ہے جو ہر ایک مذہب والے کو جو صرف اپنے ہی مذہب کے حق ہونیکا دعویدار ہی طے کرنا ہے امام صاحب کو اس رسالہ مین صرف مذہب معین ہی کے فرق متعددہ سے بحث کرنی تھی اسلئے اونہون نے اس بحث کو وسعت نہین دی۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ ادیان مختلفہ سے مذہب حق کی تمیز کرنیکا طریقہ ظاہر کرین۔ اور اسپر جو کچھ ہمنے لکھا اسکو لوگ نہین سمجھے اور سمجھے تو کفر و ارتداد اور بیحرمتی بغض و بیر بتہ سمجھے۔

راقم کہتا ہے۔ امام غزالی نے فرقہ ہائے اسلام یا ہمی مختلفہ مین سے ایک کو دوسرے کی تکفیر سے روکنے کی یہی وجہ بیان کی ہے کہ جس امام یا مجتہد کی تقلید سے ایک فرقہ دوسرے کی تکفیر کرتا ہے اسکو واجب الاتباع و خاصکر حقانی ہونے پر وہ کوئی دلیل نہین رکھتا۔ پھر کسیکو مجرد اس خیال سے کہ وہ میرے متبوع و امام (باقلانی یا اشعری) کا خلاف کرتا ہے کیون کافر بتاتا ہے اور اپنے تئین صرف اسوجہ سے کہ وہ باقلانی یا اشعری کا متبع و مقلد ہے کیون حقانی قرار دیتا ہے۔

آپ نے اس وجہ کو منکرین نبیہ کے حق مین جاری کیا ہے اور اسکی دست آویز سے انکی تکفیر سے مسلمانونکو روکا ہے اور صاف فرمادیا ہے کہ ایک مسلمان کیون صرف اپنے مذہب کو حق پر اور اپنے ہی کو ناجی اور سب مذہب کو باطل اور انکے پیرون کو کافر بتاتا ہے

اس کلام سے آپنے صاف جتا دیا ہے کہ جیسے باقلانی یا اشعری کے واجب الاتباع اور حق پر ہونے پر کوئی دلیل نہین ہے ویسا ہی عملیہ تکفیر مخالفین باقلانی و اشعری ناجائز ہے ایسا ہی محمد رسول اللہ صلعم کی واجب الاتباع اور حق پر ہونے پر کوئی دلیل نہین ہے۔ لہذا مسلمانونکو جائز نہین ہے کہ کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی کو صرف اس خیال سے کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم کا منکر و مخالف ہے کافر کہین۔ اور اپنے تئین اس نظر سے کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم کو متبع و مقلدین ناجی و حق پر قرار دین۔

بلکہ یہہ محض مغالطہ ہے جسکا صدور کسی مسلمان سے ممکن نہین ہے - یہہ کسیکو
نہین معلوم کہ آنحضرت صلعم کو نبی واجب الاتباع نہین جانتا - اور کفر و اسلام کو یکسان
مسلمانون کی طرف سے اسکا جواب یہہ ہے کہ ہمارا آنحضرت صلعم کو واجب الا
یا
اور آپکے منکرین و مخالفین کو کافر بتانا ایسا بے دلیل نہین ہے جیسا امتناعوہ یا بافلانیہ کا اشعری
و باقلانی کو واجب الاتباع کہنا - اور انکے مخالفین کو کافر بتانا بے دلیل ہے بلکہ آنحضرت صلعم کو واجب الاتباع
کہنا اور انکے منکرین کو کافر بتانا ان براہین ساطعہ و دلایل قاطعہ کی دست آویز سے ہی جنسے آنحضرت صلعم کا رسول
واجب الاتباع معصوم عن الخطاء ہونا ثابت ہوتا ہی - آپ معذور ہین آنحضرت صلعم کو کسی دلیل سے واجب الاتباع نہین جانتے
اسلئے منکرین رسالت محمدیہ کو اپنے مذہب پر باطنی و ناجی و حقانی سمجھتے ہین - مگر مسلمان آپکے اس مغالطہ مین کب پھنستے ہین
اور جو خاتمہ کلام مین آپنے فرمایا ہے کہ ہماری کوشش اس مین ہے کہ ادیان مختلفہ مین سے مذہب حق
کے تمیز کرنیکا طریق ظاہر کرین اور اسپر جو کچھہ ہمنے لکھا ہے اسکو لوگ نہین سمجھے اور سمجھے تو کفر و ارتداد
و نیچریت سے دیر یہ سمجھے - یہہ آپنے اس مغالطہ کو برقعہ پہنایا ہے - اور اسمین یہہ جتایا ہے
کہ کلام سابق مین ہمنے مسلمانونکو تکفیر مخالفین مذہب اسلام سے منع نہین کیا - بلکہ انکی تکفیر اور انہی مذہب
حق کی تمیز کا طریقہ بتایا ہے - مگر یہہ مغالطہ پر مغالطہ ہے - آپ نے مذہب اسلام کے اور مذاہب سے
تمیز اور منکرین نبی اسلام کی تکفیر کا کوئی طریق نہین بتایا - بلکہ کفر و اسلام کو یکسان کر دیا ہے
اور منکرین رسل و کتب احکام کو بلاشبہہ مسلمان و ناجی قرار دیا ہے -
اسپر یہہ دعوی کہ ہم مذاہب مختلفہ سے مذہب حق کی تمیز کا طریق بیان کرتے ہین کب زیبا ہے
اگر آپ کوئی ایسا طریق بیان فرماتے جس سے اسلام کو کفر سے تمیز ہوتی اور منکرین و مخالفین

---

† ان دلایل و براہین کی تفصیل کا محل ہمارا مبحث اثبات نبوت ہے - جسکا انشاء اللہ پورا اختتام
اس مبحث کے اثنا میں ہوگا - اس مقام اسکی تفصیل محض اجنبی ہے - ۱۲ عاشیہ -

†† دیکھو مضمون مذہب النساء کا امر طبعی ہی جسکا تفصیل و ابطال شاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۲ و غیرہ مین ہو گیا ہی ۱۲ عاشیہ -

فان اردت ان تنزع ہذہ الحیۃ عن صدرک وصدر من فی مثل حالک فخاطب نفسک۔ ومعاتبک وطالبہ بحد الکفر فان زعم ان حد الکفر ہو ما یخالف مذہب الاشعری او مذہب المعتزلی او الحنبلی او غیرہم فاعلم انہ غر بعید قد قیدہ التقلید فہو اعمے من العمیان فلا تضیع باصلاحہ الزمان وما بیک حجۃ بل فحامۃ مقابلۃ دعوی بدعوی بخصوصہ اذ لا یجد بین نفسہ وبین سائر المقلدین المخالفین لہ فرقا وفصلا ولعل صاحبک یمیل من بین سائر المذاہب الی الاشعری وزعم ان مخالفتہ فی کل ما وجد وصدر من الکفر الجلی فاسئلہ من این ثبت کون الحق وقفا علیہ حتی یکفر الباقلانی فی ان خالف فی صفۃ البقاء للہ تعالے وزعم انہ لیس وصفا زائدا علی الذات ولم صار الباقلانی اولی بالکفر بمخالفۃ الاشعری من الاشعری بمخالفۃ الباقلانی ولم صار الحق وقفا علی احدہما دون الثانی اذ لیک

کی حقیقت دریافت کر۔ اگر وہ کہے کہ کفر وہی ہے جو مذہب اشعری یا مذہب معتزلی یا حنبلی کے مخالف ہے تو تو جان لے کہ وہ بہت دور ہے وہ کہ بہت بڑا بہکا اور نابینا ہے تقلید نے اسکو اندھا بنا دیا ہے اسکی اصلاح وعتاب میں اوقات کو ضائع نہ کر اگر تجھے اسکے ساتھ سلوک کرنے کی یہی دعوی اسکے مخالف کی طرف سے پیش کرنا کافی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے میں اور اپنے مخالف مقلدوں میں کوئی فرق نہیں نکال سکتا شاید وہ سب مذاہب سے مذہب اشعری کیطرف مائل ہو اور یہ خیال رکھتا ہو کہ اشعری کا خلاف ان تمام باتوں میں جن سے سنی دنیا میں کہلاتا کفر ہے۔ دلیل سے ہو چکا کہ اسکو یہ کہاں سے ثابت ہو گیا ہے کہ حق اشعری پر آ ٹھہرا ہے جسکے سبب وہ باقلانی کو کافر کہتا ہے کیونکہ وہ اشعری کا مسلک صفت بقاء میں مخالف ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ صفۃ بقاء خدا تعالے کی ذات سے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اشعری کی اس مخالفت کے سبب باقلانی کیوں لائق تکفیر ہوا اور اشعری اس میں باقلانی سے مخالف ہونے کے سبب کیوں

فصلا کا ترجمہ آپ نے فضلات سمجھ کر کیا ہے ۱۲

لسبق الزمان فقد سبق الاشعری غیرہ
من المعتزلۃ فلیکن الحق للسابق علیہ ام
لاجل التفاوت فی الفضل والعلم فہای میزان
وکمیال قدر درجات الفضل حتی لاح ان
لا افضل فی الوجود ممن تبوعہ ومقلدہ فان
رخص للباقلانی فی المخالفۃ فلم حجر علی غیرہ
وما الفرق بین الباقلانی والکرابیسی
والقلانسی وبما یدرک التخصیص بہذا الرخصۃ

کافر نہو۔ اُن مین ایک شخص ہی حق پر ہو۔ دونون حق
سمجھا گیا ہی اگر یہہ سبقت زمانہ اشعری کی نظر سے
ہے تو اشعری سے پہلے معتزلہ گذر چکے ہین
پس چاہیے کہ یہہ تجویز حقانیت معتزلہ کو لئے ہو اور
اگر یہہ علم و فضیلت مین تفاوت کے سبب سے ہی تو وہ
میزان بیان کرنی چاہیے جس سے معلوم ہوا ہے
کہ کسکے متبوع و امام سے کوئی افضل نہین ہے
یہہ سنکر اگر وہ باقلانی کو مخالفۃ اشعری کی رخصت
دی تو پھر اورون کو اس مخالفت سے کیون منع کرے۔ باقلانی و کرابیسی و قلانسی مین کیا فرق ہے
اور اس رخصت خلاف کی اشعری سے خاص ہونے کی کیا وجہ ہے۔

اس قول مین امام الحرمین نے امام غزالی کے اس تصرف کیا ہے کہ جو امام غزالی نے اسلامی مذاہب باہمی
مخالف کے حق مین فرمایا ہے اور ایک کو دوسرے کی تکفیر سے باہمی خلاف کے سبب منع کیا
ہے اور اپنے مذہب کو دوسرے مذاہب اسلامی پر ترجیح دینی اور بالتخصیص حق پر جاننے سے
روکا ہے۔ امام الحرمین نے اہل مذہب نے فرقہ کے مخالفہ مذہب اسلام یہود و نصاری مجوس و محوس کو بھی
شامل کر دیا ہے اور اہل اسلام کو اُن فرقون کی تکفیر سے بھی منع کر دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہین یہہ تقریر
امام صاحب کی نہایت عمدہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے مگر انہون نے اسکو نہایت محدود خیال کیا ہے
یہہ تو ایک بڑا مغالطہ ہے۔ صرف اشعری باقلانی اور معتزلے ہی پر محدود نہین ہے بلکہ ادیان
مختلفہ سے بھی متعلق ہے۔ یہودی عیسائی اور مسلمان و مجوس و برہمی سب کی نسبت یہی بحث ہے
ایک مسلمان کیون صرف اپنے مذہب کو حق اور اپنے ہی کو ناجی اور سب مذہب کو باطل اور انکی
پیرون کو کافر کہتا ہے اسکا سبب بتا سکے اور کچھ نہین کہہ سکے کہ وہ اپنے متبوع پر اور اسکی کلام پر پورا
اعتقاد رکھتا ہے۔ مگر یہودی عیسائی مجوسی و برہمی بھی اسطرح اپنے متبوع پر اعتقاد رکھتا ہے

التفرقہ بین الاسلام والزندقہ

یعنے جھوٹی ارتداد اور اسلام میں تمیز

اس مضمون میں امام حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی نے ایک رسالہ تالیف کیا ہے جسکا یہی نام ہے جو ہمارے اس مضمون کا عنوان ہے اس رسالہ کا خلاصہ مطلب یہہ ہے کہ منکر و مکذب رسول مقبول صلعم کا کافر مخلد فی النار ہے۔ مگر جو اس انکار کا کسی تاویل کی آڑ میں مرتکب ہو وہ کافر نہیں ہو بشرطیکہ وہ محل جسمیں وہ تاویل کا مرتکب ہو تاویل کی گنجائش رکھتا ہو۔ اور اوسکی تاویل میں قطعیات و ضروریات دین سے انکار نہ پایا جاتا ہو۔

و ازانجا کہ انکار نصوص و تکذیب رسول مقبول از اہل سید احمد خانصاحب بہادر کی مذہب کا اصول ہے اور جن تاویلوں کے آڑ میں وہ انکار و تکذیب کو مرتکب ہیں اون تاویلوں کی نصوص میں گنجائش نہیں ہو اور انمیں قطعیات و ضروریات دین کا انکار پایا جاتا ہو لہذا علیہ وہ رسالہ آپ پر فتوی تکفیر لگاتا ہے اسلئے آپنے تہذیب الاخلاق ماہ ذی الحجہ ۱۲۹۶ ہجری و محرم و صفر ۹۷ میں اس رسالہ پر ایک ریویو لکھا ہو جسمیں اس رسالہ کے اکثر مطالب کو رد کیا ہے۔ اور ازانجملہ ایک ادہ بات کو بجذف تفصیل و شرائط مفید مدعا بنا کر لے لیا ہے۔

میں اس **ریویو پر ریویو** لکھنا چاہتا ہون جس سے میرا مقصود یہہ ہے کہ جن باتون کو آپنے مضر مطلب سمجھکر رد کر دیا ہے انکی صحت ثابت کرون۔ اور جس بات کو آپنے مدعا کے موافق بنا لیا ہے اسکا مخالف مدعا جناب ہونا ثابت کر دکھاؤن۔ اور اس رسالہ متبرکہ کو آپکے تصرفات و خدشات سے پاک کرون اور اسکے مصنف علامہ امام حجۃ الاسلام کی نصرت و حمایت عمل میں لاؤن +

یہہ مبحث جملہ مباحث متعلقہ جناب سے اہم و مقدم ہے کیونکہ آپکی جملہ کارروائیون کا مدار یہی تاویلی انکار ہے اسی نظر سے مباحث سابقہ کو ناتمام چھوڑ کر اسکی طرف توجہ ضرور سمجھی گئی ہے۔ ناظرین بھی اسکے پیش نہی اور سمجھنے میں پوری توجہ مبذول فرماوین۔ و تا اختتام اس مبحث کی تمام مباحث سابقہ سے معاف رہیں

پس پہلے اقوال امام غزالی کو جو محل بحث ہین نقل کیا جاویگا پھر تعصبات و تصرفات جناب مخاطب کو قلم مین لایا جائیگا - پھر انکا جواب پیش کیا ہوگا - وباللہ توفیقی الا بالسدہ - اصل و اقوال ما نقل ہے واضح ہو کہ اس رسالہ کے دیباچہ مین یہہ بیان ہے کہ یہہ رسالہ امام صاحب نے ان حاسدونکے جواب مین (جو انکی کتب اسرار و معاملات دین پر معترض ہوے اور یہہ خیال کی تھی کہ ہمین مذہب متقدمین اشاعرہ کا خلاف ہے - اور استحسان کا خلاف بالبداہت ہے کیون نہو کفر ہے) تالیف کیا ہے - اور ہمین آپنے بعض احباب کو یہہ ارشاد کیا ہے کہ ان حاسدونکے اعتراضات سے دل مین تنگی نہ لاوین اور انکی کچھہ پرواہ نہ کرین -

قال الغزالی بعد الحمد والصلوٰۃ - اما بعد فانی ✗
راینک ایتہا الاخ المشفق والصدیق المتعصب ✗
موغر الصدر متقسم الفکر لما قرع سمعک من طعن طائفۃ ✗
من الجہلۃ علی بعض کتبا المصنفۃ فی اسرار معاملات ✗
الدین وزعمہ ان فیہا ما یخالف مذہب الاصحاب المتقدمین ✗
والمشائخ المتکلمین وان العدول عن مذہب الاشعری
ولو قید شبرا کفر - فہون ایہا المشفق علی نفسک

اس قول مین انرایبل صاحب نے اتنا تصرف کیا ہے کہ اشارۃ اپنے خلافیات کو بھی خلافیات امام غزالی مین داخل کیا ہے اور اپنے احباب کو اسی بے پرواہی کا حکم دیا ہے - چنانچہ پرچہ محرم ۱۳۲۷ھ مین فرمایا ہے "بہتر ہے ایسے شخص کے احباب کو ایسا ہی کرنا چاہئے - ایسے شخص کی (ذات شریف کو مراد رکھتے ہین) تخصیص کو ضرور ہے کہ وہ معاندین کی باتون پر صبر کرین اور یقین کرین - کہ الحق یعلو ولا یعلی اور اسیوقت کے آنے کے منتظر رہین -

راقم کہتا ہے یہہ تو آپنے بجا فرمایا مگر یہہ نہ سوچ لیا کہ ہمارے خلافیات کو امام غزالی کے خلافیات سے کیا نسبت ہے - غزالی نے خلاف کیا ہے تو صرف اشعری یا باقلانی کا خلاف کیا ہے جو واقعی لائق پرواہ نہین ہینے تو خدا و رسول کا خلاف کیا ہے - اور توریت و انجیل و زبور و فرقان سبکو طاق مین رکھدیا ہے - ہم اس خلاف پر کیونکر بے ڈر و بے پرواہ ہو سکتے ہین ؟ اور کسطرح

† انرایبل صاحب بہادر نے نقل مطلب رسالہ مین معاملات کا ترجمہ علامات کیا ہے ۱۲

اشیاء وکتب واحکام کی تجویز تکفیر پائی جاتی تو یہہ دعوی آپ کو زیب دیتا۔ کفر و اسلام کو یکسان و یک جائے کرکے تو یہہ دعوی کسی صورت سے مناسب نہین ہے اور یہہ اختلاف وخلاف بہائی رفتار مرد مہذب مین کے شان کے لائق نہین ہے۔

نصیحۃ عرض کرتا ہون کہ جب آپ کوئی ایسی بات فرمانے لگین تو اس سے پہلے ایکدفعہ تہذیب الاخلاق وغیرہ تصانیف سامی کو دیکھہ لیا کرین بلا مراجعت کلام سابق کوئی بات زبان یا قلم سے نہ نکالا کرین۔

سبکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے شاید تیری یہہ خواہش ہو کہ تو کفر کی تعریف پہچانے اون تعریفات متناقضہ کے سوا جو تجھے مقلدین سے پہنچی ہین

فصل لعلک تشتہی ان تعرف حد الکفر بعد ان تناقض عندک حدود اضاف المقلدین فاعلم ان شرح ذلک طویل ومدارکہ غامضۃ ولکنی اعطیک علامۃ مطردۃ منعکسۃ لتتخذہ مطمح نظرک وترعوی بسببہا عن تکفیر الفریق وتطویل اللسان فی اہل الاسلام وان اختلفت طرقہم ما دامو یقولون لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صادقین غیر متناقضین لہا فقول الکفر ہو تکذیب الرسول صلعم فی شئ مما جاء بہ والایمان تصدیقہ فی جمیع ما جاء بہ فالیہودی والنصرانی کافران لتکذیبہما الرسول والبہمی کافر بطریق الاولی لانہ انکر مع رسولنا سائر الرسل والدہری کافر بطریق الاولی لانہ انکر الرسل مع المرسل وہذا لان الکفر حکم شرعی کالرق والحریۃ مثلاً اذ معناہ اباحۃ الدم

لیس تو جان لے کہ اسکی شرح طویل ہے اور اسکے جاننے کے موقع پوشیدہ ہین لیکن مین تجھے ایک صحیح علامت کفر جو افراد غیر کفر کو مانع اور افراد کفر کو جامع ہو بتاتا ہون کہ تو اسکو پیش چشم رکھے اور اسکے سبب اہل اسلام کو (گو وہ مختلف مذہب رکھتے ہون) کافر کہنے اور انکی نسبت زبان درازی کرنے سے رکا رہے جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے رہین۔ اور کوئی قول یا فعل اسکے برخلاف نکہین اور نہ کرین۔ پس مین کہتا ہون کہ کفر کی تعریف یہہ ہے کہ رسول کی کسی بات مین جو وہ لیکر آئے تکذیب کرین۔ اور ایمان یہہ ہے کہ رسول کی سبہی باتون کو مان لین۔ بنا بر علیہ یہودی و نصرانی دونون فریق کافر

والحکم بالخلود فی النار وجد کہ شرعی فیدرک
اما بنص او بقیاس وقد وردت النصوص فی الیہود
والنصاری والتحق بہم بطریق الاولی البراہمۃ
والمثنویہ والزنادقۃ والدہریۃ وکلہم مشترکون
فی انہم یکذبون للرسول فکل کافر فہو مکذب
وکل مکذب فہو کافر فہذہ ہی العلامۃ المطردۃ
المنعکسۃ۔

ہین کیونکہ وہ ہمارے رسول کو نہین مانتے۔ اور
یہ بھی اسسے بڑھکر کافر ہین کیونکہ وہ کسی رسول
کو نہین مانتے۔ اور دہریہ اسسے بھی بڑھکر کافر ہین
کیونکہ وہ انکار رسولون کے ساتھہ وجود خدا
سے بھی انکار رکھتے ہین ان سب کو ہمنے اسلئے
کافر کہا ہے کہ کفر ایک شرعی حکم ہے جسکا مطلب
حکم خلود فی النار (یعنے ہمیشہ کے لئے آگ مین رہنا)

ہے اور وہ شرع ہی سے معلوم ہو سکتا ہے نص سے یا قیاس سے۔ (یہان قیاس سے مراد امام غزالی کی
قیاس بالاولی ہے جسکو دلالۃ النص کہا جاتا ہے اور اسکی وجہ ہمنے مین منکرین قیاس علۃ کو بھی کافر نہین ہے) سو
یہود و نصاری کے کافر ہونے مین تو نصوص وارد ہین اور براہمہ و مثنویہ و زنادقہ و دہریہ بحکم قیاس
بالاولی انکے ساتھہ ملحق ہین اور یہہ سب تکذیب رسول مقبول مین شریک ہین۔ پس جو کافر ہے وہ رسول کا
مکذب ہی اور جو مکذب رسول ہی سو کافر ہی یہی ایک علامت ہے جو تعریف کفر مین مانع اور جامع ہے۔

یہہ قول امام غزالی کا ہمکو اساس مذہب جناب مخاطب تھا اور بنظر اس تکذیب رسول کے جو شب
و روز ہر تحریر و تقریر مین آپ سے سرزد ہو رہی ہے صاف طور پر آپکے تکفیر کرتا تھا اسلئے **آپنے** اسکو
صاف رد کر دیا ہے چنانچہ **فرمایا** ہے اس مقام پر امام صاحب نے بات کو خلط ملط کر دیا ہے یہہ ٹھیک ہے
کہ کفر ایک شرعی حکم ہے اور منکر یا مکذب رسول کا کافر ہے۔ مگر شرعی کافر۔ پس ایک موحد جو پورا پورا ٹھیک
طور پر کامل موحد ہے مگر وہ نفس رسالت ہی کا منکر ہے اور اسلئے کسی رسول کو نہین مانتا اسکا کفر بھی کفر شرعی
ہے مگر اسپر خلود فی النار کا حکم دینا جیسا کہ اس مقام پر امام صاحب نے بیان کیا ہے صحیح نہین۔ موحد

---

† یہہ بات آپکو اب سوجھی ہے جب شائع السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۲ مین آپ پر سخت لے دے ہوئی۔ پر چہ فیقعدہ ۹۶ھ تہذیب الاخلاق
مین تو آپنے صاف فرمایا تھا کہ جو کسی نبی کو نہ مانے وہ کافر نہین ہے۔

کے کفر پر کوئی نص وارد نہین ہے ۔ بلکہ برخلاف اسکے نص آئی ہے قیاس جو نص پر مبنی ہو بلکہ مطلق قیاس ہی موجود نہین ہے ۔ انبیاء صرف † خدا کی وحدانیت پر یقین دلانیکو اور اس کی عبادت کی ہدایت کرنیکو مبعوث ہوئے ہین اور موحد اسپر کامل یقین رکھتا ہے پھر اسکے کفر مطلق پر قیاس ہی موجود نہین ہے ۔ کفر شرعی اور کفر مطلق دو علیحدہ علیحدہ چیزین ہین جنمین عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے ۔ اور خلود فی النار صرف کفر مطلق کا نتیجہ ہے ۔ اور وہ کفر صرف ترک حقیقی سے خواہ ذات مین ہو خواہ صفات مین خواہ عبادت مین متحقق ہوتا ہے نہ کسی دوسری چیز سے لانہ یعفر مادون ذلک ‡"

راقم کہتا ہے ۔ اس کلام مخاطب والا مقام مین جو تناقض و تہافت ہے وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۳ مین بصفحہ ۱۴۱ بیان ہو چکا ہے یہان صرف اسبات اثبات مطلوب ہے کہ رسول کا مکذب مخلد فی النار ہے ۔ سو بہت سے آیات واحادیث مین پایا جاتا ہے ۔

واضح ہو کہ منکر و مکذب نبی کا کافر ہونا تو اس مقام پر آپ بھی مان چکے ہین گو بریچہ ذیقعدہ ۹۶ھ مین اس سے انکاری تھے ۔ اور جو کوئی اب بھی اسکو نمانے وہ اسکا ثبوت اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۲ مین دیکھ لے پس جسقدر آیات عموماً کفار کے لئے خلود فی النار کے مثبت ہین وہ سب کے سب کے منکرین و مکذبین رسول کے لئے خلود

† لفظ صرف اگر لفظ خدا کی قید ہو تو یہ مطلب ہے کہ نبی خدا ہی کی وحدانیت پر یقین دلانے کو آئے ہین نہ کسی دوسرے کی وحدانیت پر تو اس سے یہہ ثابت نہین ہوتا کہ سوائے یقین دلانے وحدانیت خدا کے دوسرے مطلب کو نہین آئے تاکہ اسکا انکار کفر ہو اور اگر یہہ قید فقط یقین دلانے اور ہدایت کرنے کی ہے اور یہہ مطلب ہے کہ انبیاء صرف خدا کا یقین دلانے اور توحید کی ہدایت کرنیکو آئے ہین سوائے اس یقین وہدایت توحید کے دوسری بات بتانے کو نہین آئے تو یہہ دعوی محض مخالط ہے ۔ انبیاء جیسے خدا کی وحدانیت پر یقین دلانے و توحید سکھانے کو آئے ہین ویسے ہی خدا کے اور احکام واخبار پہنچانیکو آئے ہین پس جسنے انبیاء کی ایک بات کو نمانا اسنے مقصود الٰہی کی خلاف کیا ۔ و بلاشبہ کافر ہوا ۱۲ حاشیہ

‡ یہہ محض مغالطہ ہے کفر مطلق اور کفر شرعی مین عموم وخصوص مطلق ہے جیسا کہ اسکا بیان نمبر ۲ جلد ۳ مین ہی ہو چکا ہے ۱۲

کے اثبات مین ظاہر الدلالۃ ہین جیسے آیۃ سورہ مائدہ جسمین بہہ ارشاد ہے - جنہون نے کفر کیا اگر انکو جو کچھہ کہ زمین مین ہی اور ویسا ہی ساتھہ اسکے ملجاوے تاکہ وہ اسکو عذاب روز قیامت کے بدلے دین تو اسے قبول نکیا جاویگا اور انکو دکھہ کا عذاب ہوگا وہ دوزخ سے نکلنا چاہینگے مگر نکلنا نہ پاوینگے اور انکو دائمی عذاب رہیگا -

ان الذین کفروا لوان لہم ما فی الارض جمیعا ومثلہ معہ لیفتدوا بہ من عذاب یوم القیمۃ ما تقبل منہم ولہم عذاب الیم - یریدون ان یخرجوا من النار وما ہم بخارجین منہا ولہم عذاب مقیم - (مائدہ ۴)

اسی قسم کی اور بہت سی آیات ہین جنمین خاصکر خدا کے منکر یا کسی مشرک کے خلود کا ذکر نہین بلکہ عموماً سبھی کفار کے لئے خلود کا اثبات ہی - مگر شاید آپ اون آیات کو ظاہر و عموم کو باعتبار ٹھہراوین اور بلا وجہ اسکو کفار مشرکین سے مخصوص کرین اسلئے اس مقام مین ایسی آیات کو ذکر کیا جاتا ہی جنمین خاصکر اون کافرونکی لئے خلود نار کا اثبات ہی جنہون نے رسول کو نہ مانا اور جو آیات رسول پر نازل ہوئین اُنکو جھوٹا جانا - سورہ اعراف مین بانکار آیات رسول کی تکذیب کرنیوالون کے لئے خلود تجویز کیا ہی اور انکو دخول جنت سے مایوس کر دیا ہی چنانچہ فرمایا ہی جو لوگ ہماری آیتونکو جھٹلاتے ہین اور اُنکے اتباع سے تکبر کرتے ہین اُنکے لئے آسمان کے دروازے کھولے نجاوینگے اور وہ بہشت مین داخل نہونگے جبتک کہ سوئی کے ناکے مین اونٹ نہ گھس جاوے - مجرمونکو ہم ایسی سزا دیتے ہین اُنکو لئے دوزخ سے بچھونا ہے اور اسکا اوڑہنا - ظالمونکو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہین اور جو لوگ ایمان لائے اور انہون نے اچھے کام کئے (ہم کسیکو اوسکی طاقت سے خارج کام نہین بتاتے) وہی بہشت والے ہین وہی اسمین رہینگے -

ان الذین کفروا بآیاتنا واستکبروا عنہا لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط وکذلک نجزی المجرمین لہم من جہنم مہاد ومن فوقہم غواش وکذلک نجزی الظالمین والذین آمنوا وعملوا الصالحات لا نکلف نفسا الا وسعہا اولئک اصحاب الجنۃ ہم فیہا خالدون - (اعراف ۵)

اور سورہ رعد مین بانکار رسالت جسمانی رسولؐ کی تکذیب کرنیوالے کو خلود نار کا ڈر سنایا ہی اور صاف فرمادیا کہ اگر تو انکی جہالت سے تعجب کرے تو انکا یہہ کہنا

وان تعجب فعجب قولہم اذا کنا ترابا ءانا لفی خلق جدید

اولئک الذین کفروا بربہم واولئک الاغلال
فی اعناقہم واولئک اصحاب النار ہم فیہا
خالدون - (رعد ع ۱)
(وان تعجب یا محمد من تکذیب الکفار لک فعجب
قولہم اذا متنا وکنا ترابا ہم لفی خلق جدید
اولئک الذین کفروا بربہم واولئک الاغلال
فی اعناقہم واولئک اصحاب النار ہم فیہا
خالدون - (رعد ع ۱)
(وان تعجب یا محمد من تکذیبہم لک فعجب
قولہم اذا متنا وکنا ترابا ہم لفی خلق جدید

کہ جب ہم مٹی ہو جاوینگے تو کیا نئی سرے سے
پیدا ہونگے تعجب کے لائق ہے - یہ لوگ (تجھے اس بات
میں جھٹلانے کے سبب) خدا سے منکر ہوئے انکی
گردنوں میں طوق ہیں اور یہ آگ والے ہیں اسمیں ہمیشہ رہینگے -

اور سورہ احزاب میں رسول کی اطاعت نکرنیوالوں کو کفر و لعنت کا خلعت دیا اور خلود نار کا مژدہ
سنایا اور انزایل صاحب کے خیال کو پورے اور صاف طور پر باطل کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے خدا نے

ان اللہ لعن الکافرین واعد لہم سعیرا خالدین
فیہا ابدا لا یجدون فیہا ولیا ولا نصیرا یوم
تقلب وجوہہم فی النار یقولون یا لیتنا اطعنا
اللہ واطعنا الرسولا وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا
وکبرائنا فاضلونا السبیلا ربنا آتہم ضعفین
من العذاب والعنہم لعنا کبیرا - احزاب ع ۸

کافروں کو پھٹکارا ہے اور انکے لئے آگ کو تیار کر
رکھا ہے ہمیشہ اسمیں رہینگے اور اسمیں کوئی کارساز
و مددگار نہ پاوینگے جسدن آگ میں انکی منہ پلٹائی
جاوینگے اور وہ کہینگے کاش اللہ اور رسول کی اطاعت
کرتے اور کہینگے ہی ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی
اونہوں نے ہمکو رستہ بہلا دیا اے ہمارے پروردگار انکو (ہمسے) دوگنا عذاب

اور سورہ جاثیہ میں خبر قیامت میں رسول کو جھٹلانیوالے اور آیات کو ہنسی میں اڑانیوالے کو ہمیشہ آگ میں رہنے کا
ڈر سنایا اور صاف طور پر فرمادیا ہے جو لوگ کافر ہیں انکو (قیامت کے دن) کہا جاویگا کیا تم پر میری آیتیں

واما الذین کفروا افلم تکن آیاتی تتلی علیکم
فاستکبرتم وکنتم قوما مجرمین واذا قیل ان
وعد اللہ حق والساعۃ لا ریب فیہا قلتم ما ندری
ما الساعۃ ان نظن الا ظنا وما نحن بمستیقنین
وبدا لہم سیئات ما عملوا وحاق بہم ما کانوا بہ یستہزئون
وقیل الیوم ننساکم کما نسیتم لقاء یومکم ہذا
ومأوکم النار وما لکم من ناصرین ذلکم بانکم

پڑھی نہ جاتی تھیں اور تم تکبر کرتے اور مجرم رہے - اور
جب کہا جاتا خدا کا وعدہ حق ہے اور قیامت میں
شک نہیں تم کہتے ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے
ہم تو اٹکل کرتے ہیں ہمکو یقین نہیں ہے - انکو انکے
برے کام ظاہر ہو گئے - اور جس عذاب سے ہنسی کرتے
وہ نازل ہو گیا انکو کہا جاویگا تمہیں آج ہم بھول
جاوینگے یعنے تمہارے خبر نہ لینگے جیسے تم اپنے دن کا ملنا

اتخذتم آیات اللہ ہزوا وغرتکم الحیوۃ الدنیا فالیوم لا یخرجون منہا ولا ہم یستعتبون

بھول گئے۔ اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔ یہہ پہلے ہو لیے کہ تمنے خدا کی آیتوں سے ہنسی کی۔ اور تمکو دنیا نے دھوکہ مین ڈالدیا۔ اسدن تم اس سے نہ نکلوگے اور نہ دنیا کی طرف پھرائے جاؤگے۔

اسی قسم کی آیات قرآن مین بہت ہین اور جو اسباب مین احادیث وارد ہین وہ بیشمار ہین ازانجملہ ایک دو حدیثین نقل کیجاتی ہین۔ صحیح بخاری مین صفحہ ۱۰۸ حدیث ہے کہ جو لوگ نکو دیہوتے ہوئے خواہ نصاری مشرک ہون یا موحد) مینے دعوت اسلام کی ہے وہ سب بہشت مین جاوینگے بجز اس شخص کے جو انکاری ہو کہنے لگا یا رسول اللہ کون ہوا انکاری کون ہوا اپنے فرمایا جسنے میری اطاعت کی وہ بہشت مین داخل ہوگا اور جسنے نافرمانی کی وہ انکاری ٹہرا۔ اسباب کو ایجو دوسری حدیث مین ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے کہ کوئی یہودی یا نصرانی اسمین سے کہ میرا ذکر یا دعوت اسلام سنی ہے جو مین لیکر آیا ہون اسپر ایمان نہ لائے اور مرجائے بجز اسکے کہ وہ جہنمی ہو

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم کل امتی یدخلون الجنۃ الا من ابی قیل ومن یابی قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابی۔ رواہ البخاری

وعن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال والذی نفسی بیدہ لا یسمع بی احد من ہذہ الامۃ یہودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار رواہ مسلم صفحہ ۸۶۔

یہہ آیات واحادیث منکر و مکذب رسول کے مخلد فی النار ہونے مین نصوص صریحہ ہین جسسے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خلود فی النار صرف منکر (جسکو جناب مخاطب نے کفر مطلق سے تعبیر کیا ہے) کا نتیجہ نہین ہے بلکہ انکار رسول و آیات کی یہی سزا ہے اور اسکے خلاف مین جو کچھ مخاطب نے کہا ہے وہ سراسر مغالطہ ہے۔ اور جو خاتمہ کلام مین آپ نے ارشاد کیا ہے کہ منکر و مکذب رسول کا کفر وعدہ مغفرت مین داخل ہے اور آیۃ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک کا مصداق ہے یہہ مغالطہ بر مغالطہ ہے۔ ومعذلک اسکے کچھ معنے بن نہین سکتے اگر مغفرت سے یہہ مراد ہے کہ منکر رسول کفر کی سزا بہگت کر نجات کا مستحق ہے تو یہہ معنے مغفرت کے نہین ہین مغفرت بدون

† اسکا بیان نمبر ۱۱ جلد ۲ مین ہی ہو چکا ہے

مواخذہ معافی کا نام ہے اسی نظر سے آپنے بہ چہ ذیقعدہ ۹۶ھ مین اس مغفرت کے متحقیقین منکرین و مکذبین کو بشارت لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون کا مورد ٹھہرایا ہوا ہے اور اگر مغفرت سے بلا مس عذاب دخول جنت مراد ہے تو پھر کفر مطلق و کفر نوعی کا تفرقہ حکم خلود مین عبث ہے اور مغالطہ ہے۔ جب منکر و مکذب رسول کے لئے بلا مس عذاب دخول جنت کے تجویز کیا ہے تو عذاب بلا خلود کس شخص کے لئے ہے۔

بالجملہ جو کچھ صاحب مین آپنے کہا ہے غلط و مغالطہ ہے اور امام غزالی کا یہہ کہنا کہ رسول کا مکذب کافر خالد مخلد فی النار ہے نہایت درست و صحیح ہے اور یہی تکذیب کفر کی صحیح علامت ہے جو افراد غیر مانع اور کفر افراد کو جامع ہے۔

اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے کہ یہہ جو ہمنے تعریف و حد کفر مین بیان کیا ہے باوجود اسکے ظاہر ہونیکی اسمین زیادتی کی گنجائش ہے اسلئے کہ ہر ہاتھی دست آویز سے ہر ایک فرقہ اپنے مخالف کو رسول کا مکذب کہہ سکتا ہے۔ مثلاً حنبلی اشعری کو کافر کہہ سکتا ہے یہہ سمجھکر کہ وہ خدا کے لئے جہۃ فوق اور استوا علی العرش ثابت نکرنے مین رسول کا مکذب ہے اور اشعری حنبلی کو کافر کہہ سکتا ہے یہہ سمجھکر کہ یہہ خدا کو مخلوق کی مثل کہا اور رسول کو سبات† مین کہ (خدا کی مثل کوئی چیز نہین) جھوٹا سمجھا۔ اور اشعری معتزلی کو کافر کہتا ہے یہہ جانکر کہ وہ خدا کے دیدار تجویز نکرنے سے رسول کی تکذیب کرتا ہے ایسا خدا کی صفۃ علم قدرت وغیرہ صفات کی ثابت

واعلم ان ہذا الذی ذکرناہ مع ظہورہ تحتہ غلو بل تحتہ کل الغلو لان کل فرقۃ تکفر مخالفتہا فتنسبہا الی تکذیب الرسول فالحنبلی یکفر الاشعری زاعماً انہ کذب الرسول فی عدم اثبات الفوق للہ تعالی وفی الاستواء علی العرش والاشعری یکفرہ زاعماً انہ شبہ وکذب الرسول فی انہ لیس کمثلہ شئ وہو السمیع العلیم۔ والاشعری یکفر المعتزلی زاعماً انہ کذب الرسول فی عدم جواز رویۃ اللہ تعالی وفی عدم اثبات صفۃ العلم والقدرۃ وغیرہما من الصفات والمعتزلی

† اسبات کو اشاعرہ کیطرف سے امام صاحب نے بطور الزام نقل کیا ہے اور خلیدہ درحقیقت خدا کی فوقیت و استوا علی العرش ثابت کرنے مین تشبیہ و مماثلۃ مخلوق کے معتقد مرتکب نہین ہین چنانچہ انکے اعتقاد کا بیان بذیل مثال دوم و وجود عقلی کے آویگا

یکفر الاشعری زاعماً ان اثبات الصفات تکثیر للقدماء وتکذیب الرسول فی التوحید فلا تنجیک من ہذہ الورطۃ الا ان تعرف حدا لتکذیب والتصدیق وحققتہا حتی ینکشف لک غلو ہذہ الفرق واسرافہا فی تکفیر بعضہا بعضاً × × × × ×

ثابت نکرنے سے اور معتزلی اشعری کو کافر کہتا ہے یہہ خیال کرکے کہ خدا کے لئے صفات کا ثابت کرنا کئی خداؤن کا تجویز کرنا ہے۔ اور یہہ رسولؐ خدا کی توحید مین تکذیب ہے۔ پس اس گرداب سے تجھے بجز اسکے نجات نہوگی کہ تو تصدیق وتکذیب کی حقیقت پہچانے تاکہ تجھے ہر ایک فرقہ کو ایک دوسرے کی تکفیر مین زیادتی معلوم ہوجائے

اس قول کو جناب مخاطب نے اپنے موافق سمجھکر بڑی خوشی سے قبول کیا ہے اور اسکی مدح مین فرمایا ہے کہ جو کچھ امام صاحب نے لکھا ہے درحقیقت الہام ربانی معلوم ہوتا ہے اور تحقیق کا ایک دریائے عمیق شفاف دکھائی دیتا ہے۔ اور اپنے خیال مین اس سے یہہ نتیجہ قائم کیا ہے کہ اسی قول کے رو سے نیچریہ کی تکفیر بھی زیادتی مین داخل ہے۔ مگر غیرت آپنے یہہ نہ سوچا کہ جن باتون مین حنابلہ واشاعرہ ومعتزلہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہین۔ اور امام غزالی اسکو زیادتی فرماتے ہین وہ اس قسم کی باتین ہین جنمین امام غزالی کے نزدیک تاویل کا مساغ ہے۔ اور انکی تاویل یا انکار مین ضروریات دین کا انکار نہین پایا جاتا۔ بخلاف اون باتون کے جنمین آپکے اور آپکے فلاسفہ اسلاف کے لوگ تکفیر کرتے ہین کہ وہ محل تاویل واجتہاد نہین ہین اور انمین تاویل وتحریف کرنے سے ضروریات دین کا انکار پایا جاتا ہے لہذا یہہ اس قسم کی باتین نہین ہین جنمین ایک کو دوسرے کی تکفیر زیادتی مین داخل ہے۔ اور امام غزالی کو اس سے روکنا مقصود ہے۔

اسکے بعد امام صاحب نے حقیقت تصدیق کو بیان کیا اور فرمایا کہ تصدیق خبر کی طرف راجع ہوتی ہے اور اسکی حقیقت یہہ ہے کہ جس چیز کی رسولؐ نے خبر دی ہے اسکا وجود مان لیا جاوے مگر وجود کی کئی مراتب ہین انسے بے خبر ہونے کے سبب ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو رسول کا مکذب ٹھہراتا ہے۔ وہ مراتب

فاقول التصدیق انما یتطرق الی الخبر وحقیقتہ الاعتراف بوجود ما اخبر الرسول صلعم عن وجودہ الا ان للوجود خمس مراتب لاجل الغفلۃ عنہا نسبت کل فرقۃ صاحبہا الی التکذیب فان الوجود

ذاتی (۱) وحسی (۲) وخیالی (۳) وعقلی (۴) وشبہی (۵)۔

فمن اعترف بوجود ما اخبر الرسول عن وجودہ من ہذہ الوجوہ الخمسۃ فلیس ہو بکاذب علی الاطلاق۔

ولنذکر مثالہا فی التاویلات اما الوجود الحسی فہو الوجود الحقیقی الثابت خارج الحس والعقل ولاکن یاخذ الحس والعقل منہ صورۃ فیسمی اخذہ ادراکا وہذا کوجود السماء والارض والحیوان والنبات وہو ظاہر بل ہو المعروف الذی لا یعرف الاکثرون للوجود معنی سواہ واما الوجود الحسی فہو ما تمثل فی القوۃ الباصرۃ من العین مما لا وجود لہا فی الخارج من العین فیکون موجودا فی الحس ویختص بالحاسۃ ولا یشترک غیر ذلک کما یشاہدہ النائم بل کما یشاہدہ المریض المستیقظ اذ قد تتمثل لہ صور لا وجود لہا خارج حسہ تشاہدہ کما یشاہدہ سائر الموجودات الخارجیۃ بل قد یتمثل للانبیاء والاولیاء فی الیقظۃ والصحۃ صور جمیلۃ محاکیۃ لجواہر الملائکۃ۔

پانچ ہین وجود ذاتی حسی خیالی عقلی اور شبہی۔

پس جس شخص نے وجود ان اشیاء کا جنکو وجود سے آنحضرت صلعم نے خبر دی ہے ان مراتب خمسہ سے کسی مرتبہ مان لیا وہ آنحضرت کا مکذب نہوا۔

اسکی تفصیل مع تمثیل بیان کیجاتی ہے۔ **وجود ذاتی** اشیاء کا وہ وجود حقیقی ہے جو عقل اور رویت سے خارج پایا جاتا ہے۔ عقل اور حس اسی وجود سے صورۃ علمیہ حاصل کرتی ہے جسکو ادراک کہتے ہین اسکی مثال وجود آسمان وزمین وحیوان ونبات اور یہہ ایسا ظاہر اور معروف ہے کہ اسکے سوائے وجود کے معنے اکثر لوگ نہین جانتے۔

وجود حسی وہ ہے جو صرف آنکھہ سے دکہائی دیتا ہے آنکھہ سے خارج اسکا وجود نہین ہوتا۔ اسکو صرف آنکھہ ہی ادراک کر سکتی ہے جیسے سونے والا نفس صورتین دیکھتا ہے بلکہ جاگتا مریض بہی ایسی صورتین دیکھتا ہے جسکا خارج از حس وجود نہین ہوتا بلکہ انبیاء واولیاء بہی حالت بیداری وصحت مین ایسی عمدہ صورتین دیکھتے ہین جو ملائکہ کی اصل صورتون کا نقشہ دکہاتے ہین۔

ملائکہ کی حسی صورتون کی امام غزالی کی تمثیلین ذکر کی ہین ہمکو انکو زیادہ سمجھکر نقل نہین کیا۔ اس سے آپکی غرض جسکو ہم تسلیم کرتے ہین یہ ہے کہ جیسے انبیاء ملائکہ کی اصل ذاتی صورتین مشاہدہ کرتی ہین ویسے کبہی کبہی حسی صورتین بہی دیکھتے ہین

اس سے یہہ غرض نہین ہے کہ جو صورتین ملائکہ کی انبیاء کو نظر آتی ہین وہ صرف حسی ہوتی ہین خارج از حس ملائکہ کا وجود نہین ہے جیسا کہ جناب مخاطب کا اعتقاد ہے اور اسی اعتقاد کی تائید کے خیال سے آپنے ان تمثیلات کو بہ تفصیل نقل کیا ہے۔

اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے **وجود خیالی** وہ ہو جو محسوس ہونکی نظر سے غایب ہو جانے کے بعد خیال مین رہتا ہے تو اسپر تا دیر ہے کہ ناتہی اور گہوڑے کی صورت اپنے خیال مین بنالے اگرچہ آنکہونکو

اما الوجود الخیالی فہو وجود صورۃ ناشئۃ الحسوسات اذا غابت عن حسک فانک تقدر علی ان تخترع فی خیالک صورۃ فیل و فرس و ان کنت مستفیدا عینک حتی کانک تشاہدہ وہو موجود بکمال صورتہ فی و انک لا فی خارج۔	بند کرکے وہ ناتہی اور گہوڑا پوری صورت سے تیرے دماغ مین موجود ہوتا ہے اور خارج مین تیرے سامنے کچھہ بھی نہین ہوتا۔

وجود عقلی کسی چیز کی روح وحقیقت کا نام ہے عقل صرف اس چیز کے نفس اندر کرتی ہے اسکو کسی صورت خیالی یا حسی خارج مین ثابت نہین کرتے جیسا کہ آپنے کہا ہے کہ اسکی صورت حسی وخیالی بھی ہے اور اسکے ایک معنے بھی ہین جو اسکی حقیقت (عقلی) ہے۔ وہ پکڑنے کی قوت ہے اور پکڑنے کی قوت عقلی (ایسا ہے) قلم کی صورت وحقیقت یہہ ہے کہ اسکے ذریعہ سے علوم نقش کئے جاوین۔

واما الوجود العقلی فہو ان یکون الشی روحا وحقیقۃ ومعنی فیتلقی العقل مجردہ عن ان یثبت صورتہ فی خیال او خارج کالید مثلا فان لہ صورۃ محسوسۃ ومتخیلۃ ولہ معنی وہو حقیقتہ وہی القدرۃ علی البطش والقدرۃ علی البطش ہو الید العقلی وللقلم صورۃ وحقیقۃ ولکن حقیقتہ ما یتنقش بہ العلوم وہذا یتلقاہ العقل من غیر ان یکون مقررا بصورۃ خشب وقصب من الصور الخیالیۃ والحسیۃ۔	اسکو عقل سوائے اس امر کے کہ کوئی لکڑی یا نیزہ کی صورت خیالی یا حسی اسکی نہالی سمجھہ سکتی ہے۔
واما الوجود الشبہی فہو ان لا یکون نفس الشی موجودا الا بصورتہ ولا بحقیقتہ۔	وجود شبہی یہہ ہے کہ خود تو چیز موجود نہو نہ بصورت نہ بحقیقت

لا فی الخارج ولا فی الحس ولا فی خیال ولا فی عقل ولکن یکون الموجود شیئاً اخر لیس فیہ من خواصہ وصفاتہ من تلک الصفات وستفہم ہذا اذا ذکرت مثالہ فی الارباع ویلیات فہذہ مراتب وجود الاشیاء۔ اسمع الآن امثلۃ ہذہ الدرجات فی الارباع ویلیات اما الوجود الذاتی فلا یحتاج الی المثال وہو الذی یجری علی الظاہر ولا یزال وہو الموجود المطلق الحقیقی وذلک کما حبا بہ الرسول صلعم عن العرش والکرسی والسموات السبع انہ یجری علی ظاہرہ وہذہ اجسام موجودۃ فی انفسہا ادرکت بالحس والخیال او لم تدرک۔

نہ خارج مین نہ حس مین نہ خیال مین نہ عقل مین لیکن کوئی دوسری چیز کسی خاصہ یا صفت مین اسکی مشابہ موجود ہو۔ اسکو تو مثال سے سمجھیگا جب ہم تاویلات کی مثالین ذکر کرینگے یہہ وجود اشیاء کی مرتبہ مین آپ انکی مثالین سُن لو۔ وجود ذاتی تو محتاج مثال نہین ہے وجود ذاتی وہی ظاہری وجود ہی جسمین تاویل نہین ہوتی اور یہی حقیقۃً موجود مطلق ہے اس کی مثالین یہہ ہین جو آنحضرت صلعم نے عرش و کرسی وسات آسمان کی خبر دی ہے ان چیزون کو ظاہری معنی وجود مراد ہین کیونکہ یہہ چیزین بذات خود بوجود حقیقی موجود ہین حس و خیال سے کوئی انکو بتانے خواہ نجانے۔

اس تمثیل امام صاحب پر محاسب نے یہہ اعتراض کیا ہی کہ یہہ اخیر فقرہ امام صاحب کا وجہ تمثیل کی امام صاحب نے اس مقام پر دی ہے یہہ وہی تعلیمی و تربیتی بندش ہے جو ہٹ نہین سکی۔ تعلیم نے جو ابتداء انکے دل پر استحکام کے جسم کا ایسا ہی یقین بٹھلا دیا تھا۔ جیسیکہ زمین کا اسلئے اونہون نے یہہ مثالین دیدی ہین آسمان و زمین مین کچھہ امتیاز نہین کیا۔ یونانیون کی ہیئت نے انکے سات عدد ہونے کا اور آٹھوین فلک ثوابت اور نوین فلک اطلس کا ایسا یقین دلا رکھا تھا کہ انکی تعداد کا بھی ایسا ہی یقین تھا جیسا کہ زمین کا اور جو کہ یہہ غلط یقین کی ہوئی چیزین نہ انکو دکھائی دیتے تھین نہ محسوس ہوتی تھین اسلئے کہدیا "ادرکت بالحس والخیال او لم تدرک"۔ اور یہہ نہ سمجھی کہ جو چیز نہ ظاہراً دکھائی دیتی ہو نہ حس و خیال سے معلوم ہو سکتی ہو تو اسکا وجود ذاتی مع التشخص کیونکر مانا جا سکتا ہے اور وہ شے کیونکر وجود ذاتی کی ان معنون مین جو اوپر ہم نے بیان کیا ہے بمثال ہو سکتی ہے۔ وجود ذاتی کی نسبت زمین کی مثال بالکل صحیح ہے۔ سمرے کے نقطے سے اگر یہی نیلا نیلا گنبد جو ہمکو دکھائی دیتا ہے مراد ہو گو اسکی ماہیت کچھہ ہی ہو تو یہی وجود ذاتی کی مثال دینے

ہین خیندان مقام تامل نہین ہے - لیکن اگر اس سے آگے بڑھو اور آسمان کا جسم یا جرم الیا مانو جیسا کہ حکماء یونان نے مانا ہے اور علماء اسلام نے بھی اسکو تسلیم کر کر غلطی سے وہی مطلب قرآن کا بھی قرار دیا ہے تو یہ سخن کلام ہو اور پھر کسطرح سمجھ وجود ذاتی کی مثال نہین ہو سکتی - اور انکی سنائی ہوئی عدد کو بھی وجود ذاتی کی مثال مین داخل کرنا تعجب پر تعجب ہوتا ہے - عرش و کرسی کی تعریف یا انکے جسم کی حالت یا انکے ماہیت خدا نے نہین بتائی اور کوئی وجہ نہین کہ اُنکے وجود کو وجود عقلی سے خارج کر کے وجود ذاتی کی مثال مین داخل کیا جاوے - پس یہہ وہی گندا پانی ہے جو اس شفاف دریا مین مل گیا ہے"۔

راقم کہتا ہے یہہ اعتراض جناب مخاطب کا نہایت محل تعجب ہے اور انکو کمال انصاف و بے تعصبی سے خبر دیتا ہے - جس حالت مین مطلق جسمیت و وجود آسمان کو جناب مخاطب مولوی محمد علی صاحب غیرہ کے مقابلہ سے عاجز آکر خود مان گئے ہین چنانچہ تہذیب الاخلاق نمبر ۵ جلد ۳ مطبوعہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ صفحہ ۱۳۱ سے چند آیات کو جسمین آسمان کا گرجانا لپیٹی جانا پھٹ جانا اسمین دروازون اور برجون کا ہونا پایا جاتا ہے ذکر کر کے فرماتے ہین - ایک ہمارے شفیق نے نہایت خوشی سے ہمکو الزام دیا ہے کہ تم کہتے ہو کہ آسمان وجود جسمانی اور اگر یہی سقف مصداق آیات ہو تو اس کا بھی تو جسم ہو پس خود تمہارے اقرار سے تمہارا قول غلط ثابت ہوا - بلاشبہہ یہہ الزام ہم پر بہت بڑا الزام ہے جسکو ہم تسلیم کرتے ہین مگر جناب آسمانون کی ایسی جسمانیت ماننے مین ہمکو کچھہ عذر نہین ہے ہم تو اس جسمانیت کے منکر ہین جسکو حکماء یونان نے قرار دیا ہے -

جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب نے اپنے رسالہ مین جو ہم گمراہ ہون کے ہدایت کے لئے لکھا ہے ارقام فرمایا ہے کہ ہمارا (یعنے مولوی محمد علی صاحب کا) اعتقاد نسبت آسمان کے یہہ ہے کہ وہ ایسی چیزین ہین کہ خدا نے انکو بنایا ہے - اور ہمارے اوپر ہین اور خلقت انکی ہماری خلقت سے محکم تر - اور متدید اور بے ستون محض قدرت کاملہ سے مرفوع اور شمس و قمر و نجوم کے مغائر ہین اور شمس و قمر و نجوم انمین ہین اور قابل انشقاق و انفطار ہین - پھر وہ (یعنے مولوی محمد علی صاحب) لکھتے ہین کہ ہم اس اعتقاد کے منکر کو منکر آیات قرآن سمجھتے ہین - جو کچھہ مولوی محمد علی صاحب نے فرمایا ہے اگرچہ وہ کسیقدر ترمیم کے لائق ہے مگر ہمکو اس سے انکار ہی نہین پھر جناب مخاطب نے اسمین ترمیم ہی کی مگر آسمان کے جسم و مخلوق ہونے سے انکار نہین کیا -

فمن قام عندہ البرہان علے ان الاجسام
لا تتداخل وان الصغیرۃ لا تتسع الکبیر حمل ذلک
علے ان نفس النجۃ لم ینتقل الے الحائط لکن
تمثل للحس صورتہا فے الحائط حتے کانہ ینبغی
ولا یستحیل ان یشاہد مثال کبیر فے خرم صغیر کما
یشاہد السماء فے مراۃ صغیرۃ۔

اما الوجود الخیالی فمثالہ قولہ صلعم کانی انظر الے
اخی یونس بن متی علیہ الصلوۃ والسلام علیہ عباء تان
قطوانیتان یلبی ویجیبہ الجبال واللہ تعالی وتبارک
یقول لبیک یا یونس۔

فالظاہر ان ہذا اخبار عن تمثل ہذہ الصورۃ
فی خیالہ اذ کان وجودہ الحالۃ سابقا
علے وجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد تعدمت
فلم تکن موجودۃ فے الحال۔ ولا یبعد ان
یقال ایضا تمثل ہذا فی حس حتی صار مشاہدا۔

واما الوجود العقلی فامثلتہ کثیرۃ فاقتنع فیہ
بمثالین احدہما قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اخر
من یخرج من النار یعطی من النجۃ عشرا مثال
الدنیا۔ فان ظاہر ہذا التشبیہ الی ان عشرۃ
امثالہ فے الطول والعرض والمساحۃ وہو
التفاوت الحسی والخیالی ثم قد ثبت بالعقل

اس دیوار کی جانب میں میرے سامنے پیش ہوئی
پس جسکے نزدیک اجسام کی متداخل ہونا اور بڑی چیز کے
چھوٹی شئے میں سمانے پر دلیل قائم ہے وہ اس حدیث کو
اسپر حمل کریگا کہ جنت بذات خود اس دیوار میں نہیں آگئی
ہو۔ لیکن اسکی صورت دیوار میں دکھائی دی جیسا اور بہت
مثل نہیں دیکھ چکے ہو شیشے میں آسمان کی صورت نظر آجاتی ہے

وجود خیالی کی مثال آنحضرت صلعم کا یہ قول
ہے میں گویا اپنے بھائی یونس بن متی (نبی) کو دیکھ
رہا ہوں اسپر دو قطوانی عبائیں ہیں اور وہ لبیک
پکار رہی ہیں اور پہاڑ جواب دیتے ہیں اور خدا تعالی بھی فرماتا
اے یونس میں تیرے پاس ہوں۔ سو ظاہر ہو کہ یہ
صورت خیالی کی حکایت ہو کیونکہ اس حالت کا اصلی وجود
تو آنحضرت صلعم سے پہلے ہو چکا تھا آنحضرت کے وقت میں اسکا وجود نہ تھا
اور یہ بھی بعید نہیں کہ یہ وجود یونس نے آنحضرت کو خواب میں دیکھا ہو جسمیں
آنحضرت کے حس میں انکی صورت متمثل ہو گئی ہو۔

وجود عقلی کی بہت سی مثالیں ہیں انمیں سے بھی
دو مثالوں پر قناعت کرلے۔ ایک یہ جو آنحضرت نے
فرمایا ہے کہ جو آخر دوزخ میں سے نکلیگا وہ دنیا سے
دس گنا بہشت دیا جاویگا۔ اسکے ظاہر الفاظ
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طول و عرض و پیمائش میں
دس گنا ہے اور وہ حسی و خیالی تفاوت ہے

الجنۃ فی السماء کما دلت علیہ ظواہر الاخبار فکیف تبع السماء لعشرۃ امثال الدنیا وایضا من الدنیا وقد یقطع المؤل ہذا التعجب فیقول المراد تفاوت معنوی عقلی لا حسی خیالی کما یقال مثلا ہذہ الجوہرۃ عشرۃ امثال ہذا الفرس فی المالیۃ ومعناہ المدرک عقلا دون مساحۃ المدرکۃ بالحس التخییل

پھر اس سے تعجب آتا ہے کہ جنت تو آسمان پر ہی چنانچہ ظواہر حدیث سے معلوم ہوتا ہی اور آسمان بھی منجملہ دنیا ہی پس اس آسمان میں دنیا سے دس گنا چیز کا سمانا کیونکر ممکن ہے۔ پھر اس تعجب کو مؤل قطع کرتا ہی تو یہہ کہتا ہی کہ دس گنا سے تفاوت معنوی وعقلی مراد ہے حسی وخیالی مراد نہیں جیسے کہتے ہیں کہ یہہ موتی اس گٹھڑی سے دس گنا ہی یعنی قیمت ومالیت (جو عقل سے سمجھ جاتی ہی) میں دس گنا ہی نہ پیمائش میں جو حس خیال میں آتی ہے۔

اس مثال پر جناب مخاطب نے عجیب اعتراض کیا ہے جسمیں اپنی نیچریت کا خوب اظہار کیا وتکذیب رسول وانکار نصوص کو پورا کر دکھایا چنانچہ فرمایا ہے۔ اُس مثال میں امام صاحب نے صرف ملا پر ہے برملا ہے انہوں نے بلا تنقیح اس بات کے کہ فوق کے اور آسمان کے اور جنت کے اور دوزخ کے وجود سے منجملہ اقسام وجود کے جو انہوں نے بیان کئی ہیں کونسا وجود متحقق ہے اس حدیث کو مثال میں پیش کر دیا ہی اور اسی تعلیمی وتربیتی بندش سے بہشت اور دوزخ کو منوا مالی کے باغ اور کلو لوہار کے بیٹھے کی مانند تسلیم کر لیا ہی فلیتعجب کل العجب۔

اس کلام سے آپکا **مقصود** یہہ ہے کہ بہشت ودوزخ کا وجود ذاتی نہیں ہے صرف تشبیہی ہے۔ چنانچہ اس کلام کے بعد آپنے کہول کر فرما دیا ہے کہ جو لوگ بہشت یا دوزخ کا وجود صرف تشبیہی قرار دیتے ہیں وہ کیونکر کافر ہیں۔ اور اپنی تفسیر سراپا تحریف وتزویر میں اس سے بڑھکر فرمایا ہے اور نعیم الدارین جنت کو بمعنی عیش میں اوڑا دیا ہے چنانچہ اس کے صفحہ ۳۶ میں فرمایا ہے جنت یا بہشت کی ماہیت جو خود خدا تعالے نے بتلائی ہے وہ تو یہہ ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون یعنی کوئی نہیں جانتا کہ کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنے راحت) چھپا رکھی گئی ہے اُنکے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔

پیغمبر خدا صلعم نے جو حقیقت بہشت کی فرمائی جیسے کہ بخاری ومسلم نے ابو ہریرہ کی سند پر بیان کیا ہے

وہ یہہ ہے قال اللہ تعالے اعددت لعبادی الصالحین مالاعین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علے قلب بشر یعنے اللہ تعالے نے فرمایا کہ طیار کی ہے مینے اپنے نیک بندون کے لئے وہ چیز جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہے اور نہ کسی کان نے سنی ہے اور نہ کسی انسان کے دل مین اسکا خیال گذرا ہے ۔

پس اگر حقیقت بہشت کے یہی باغ اور نہرین اور موتی اور چاندی سونے کی اینٹون کے مکان اور دودہ شہد اور شراب کے سمندر اور لذیذ میوے اور خوبصورت عورتین اور لونڈی ہون تو یہہ تو قرآن کی آیت اور خدا کے فرمودہ کے بالکل مخالف ہے ۔ کیونکہ ان چیزون کو تو انسان جان سکتا ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ ایسی عمدہ چیزین نہ آنکھون نے دیکھین اور نہ کانون نے سنین تو بھی ولا خطر علے قلب بشر سے خارج نہین ہو سکتی † عمدہ ہونا ایک اضافی صفت ہے اور جب کہ ان سب چیزون کا نمونہ دنیا مین موجود ہے تو اسکی صفت اضافی کو جہانتک کہ ترقی دیتی جاوے ۔ انسان کے دل مین اسکا خیال گذر سکتا ہے حالانکہ بہشت کی ایسی حقیقت بیان ہوئی ہے کہ لا خطر علے قلب بشر ۔ پس بہشت کی جو یہہ تمام چیزین بیان ہوئی ہین در حقیقت بہشت مین جو قرۃ اعین ہوگا اسکو سمجھانے کو بقدر طاقت بشر تمثیلین ہین نہ بہشت کی حقیقتین ۔

انسان اپنے موافق فطرت کے انہی چیزون کو سمجھ سکتا ہے اور انہی کا خیال اسکے دل مین آسکتا ہے جو اسنے دیکھی یا چھوئی یا چکھی یا سونگھی یا قوت سامعہ سے محسوس کی ہون اور بہشت کے جو قرۃ اعین یعنے راحت یا لذت ہی ہے کو نہ انسان نے دیکھا ہے نہ چھوا ہے نہ چکھا ہے نہ سونگھا ہے نہ قوۃ سامعہ نے اسکا حس کیا ہے ۔ پس فطرت انسانی کے مطابق انسان کو اسکا بتلانا ناممکن ہے اسکے سوا ایک اور مشکل در پیش ہے کہ جو کچھہ انسان کو بتایا جاتا ہے وہ ان الفاظ سے تعبیر ہوتا ہے جو انسان کے بول چال مین ہین اور جو چیز کہ انسان نے نہ دیکھی نہ چھوئی و چکھی نہ سونگھی نہ قوت سامعہ سے حس کی اسکے لئے کوئی لفظ

† اس مطلب کی صحیح تعبیر یہہ ہے کہ داخل نہین ہو سکتی کیونکہ لا خطر سے خارج ہونا لا خطر مین داخل ہونا ہے اور یہہ آپکے مدعا کی مخالفت ہے اس سے آپکا اپنی کلام کی مطلب کو نہ سمجھنا اور اپنے مافی الضمیر کو صحیح الفاظ سے تعبیر نکر سکنا ثابت ہوتا ہے اسپر نیچریون کا یہہ دعوی کہ ہم بڑے فصیح ہین اور اردو لٹریچر مین بڑے ماہر کمال تعجب کا محل ہے ۔ ۱۲

انسان کی زبان مین نہین ہوتا - اور اسلیئے اس کا تعبیر کرنا گویا خدا ہے تعبیر کرنا چاہے محالات سے ہو اسکے سوائے ایک اور سخت مشکل یہ ہے کہ کوئی انسان اُن کیفیات کو بھی جو اس دنیا مین ہین تعبیر نہین کرسکتا کوئی شخص کھٹاس مٹھاس وغیرہ و کھہ رنج و راحت کی کچھہ بھی کیفیت نہین بتا سکتا یا اسکے لیے دوسرا لفظ بدل دیتا ہے یا کوئی مشابہت اور نظیر اُسکی لاتا ہے جو وہ بھی مثل پہلے کے محتاج بیان ہوتی ہے پس بہشت کی کیفیت یا لذت کا جسکو قرۃ اعین سے تعبیر کیا ہے بیان کرنا گویا خدا ہی اُسکا بیان کرنا چاہے محال سے بھی بڑکر محال ہے مگر جبکہ انسان کو ایک بات کے کرنے کو اور ایک بات کے نکرنے کو کہا جاوے تو بالطبع انسان اُسکی منفعت اور مضرت کے جاننے کا خواہان ہوتا ہے اور بغیر جاننے اُسکے کرنے یا نکرنے پر راغب یا متنفر نہین ہوتا اس واسطے ہر ایک پیغمبر کو بلکہ ہر ایک رفارمر یعنے مصلح کو اس منفعت و مضرت کا کسی تمثیل و تشبیہ سے بتانا پڑتا ہے -

قرۃ اعین کی ماہیت یا حقیقت یا کیفیت یا اصلیت کا بتانا تو محالات سے ہے اسلیئے انبیا نے اُن راحتون اور لذتون یا رنج اور تکلیفون کو جو انسان کے خیال مین ایسی ہین جو اُن سے زیادہ نہین ہوسکتین بطور جزا و سزا اُن افعال کے بیان کیا ہے اور غرض اس سے بعینہٖ وہی اشیا نہین ہین بلکہ جو رنج و راحت لذت و کلفت اُن سے حاصل ہوتی ہے اس کیفیت قرۃ اعین سے تشبیہاً بیان کرنا مقصود ہوتا ہے گو وہ تشبیہ کیسی ہی ادنی اور ناچیز ہو -

موسیٰ نے اُس قرۃ اعین کو اولاد پیدا ہونے منیہ برسنے رزق کے فراہم † ہونے دشمنون پر غلبہ پانے اور اس کلفت کو اولاد کے مرنے قحط پڑنے وبا پھیلنے شکست کھانے کی کیفیت کی تشبیہ مین بیان کیا یہہ تشبیہین اگرچہ بنی اسرائیل کے دل پر بہت مؤثر تھین مگر درحقیقت ایسی نہ تھین کہ جو تمام انسانون کی طبیعت پر حاوی ہون محمد مصطفےٰ نے اُسکو ایسی تشبیہون مین بیان کیا ہے کہ تمام انسانون کی طبیعتون پر حاوی ہین اور کل انسانون کی خلقت اور جبلت کی نہایت ہی مناسب ہین تمام انسانون کی خواہ وہ سرد ملک کے رہنے والے ہون خواہ گرم ملک کے مکان کی آراستگی مکان خوبی باغ کی خوشنمائی بہتے پانی کی دلربائی سیون کی تروتازگی سب کے دل پر ایک عجیب کیفیت

† اصل تفسیر مین ایسا ہے فراغ غین سے ہے - شاید صحیح لفظ فسراخ حا سے ہو - ۱۲

پیدا کرتی ہے اسکو سوائے حسن یعنے خوبصورتی سب سے زیادہ دل پر اثر کرنے والی ہے خصوصاً جبکہ وہ انسان مین ہو اور اس سے بھی زیادہ جبکہ وہ عورت مین ہو۔ پس بہشت کی قرۃ العین کو ان فطرتی راحتون کی کیفیات کی تشبیہ مین اور دوزخ کے مصایب کو آگ مین جلنے اور لہو پیپ پلائی جانے اور رتھور کھلائی جانے کی تمثیل مین بیان کیا ہے تاکہ انسان کے دل مین یہہ خیال پیدا ہو کہ بڑی سے بڑی راحت و لذت یا سخت سے سخت عذاب وہان موجود ہے اور درحقیقت جو لذت و راحت یا رنج و کلفت وہان ہے انکو اس سے کچھہ بھی مناسبت نہین ہے یہہ تو صرف ایک اعلی راحت و احتظاظ یا رنج و کلفت کا خیال پیدا کرنیکو اس پیرایہ مین جسمین انسان اعلی سے اعلی احتظاظ و رنج کو خیال کرسکتا تھا بیان کیا ہے۔ یہہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اسمین سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہین باغ مین مناداب و سرسبز درخت ہین دودھ و شراب و شہد کی ندیان بہہ رہی ہین ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے ساقی و ساقنین نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے ہان گہوسنین پہنتے ہین شراب پلا رہی ہین ایک جنتی ایک حور کے گلے مین ہاتھہ ڈالے پڑا ہے ایک نے ران پر سر دھرا ہے ایک جہاتی سے لپٹا رہا ہے ایک نے لب جان بخش کا بوسہ لیا ہے۔ کوئی کسی کو نہ مین کچھہ کر رہا ہے۔ کوئی کسی کو نہ مین کچھہ ایسا بیہودہ پن ہے جسپر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہین"۔ اور تہذیب الاخلاق ۱۹ ع کی ۱۱ نمبر مین بضمن مضمون دافع البہتان آپنے فرمایا ہے "جناب سید الحاج کے نزدیک اگر حور کی یہی حقیقت ہے جیسکہ ایک خوبصورت رنڈی اور غلمان کی یہہ حقیقت ہے جیسکہ ایک خوبصورت لونڈا تو بلاشبہ مین کہتا ہون کہ اس حقیقت پر وہ محمول نہین"۔

راقم کہتا ہے جو کچھہ امام صاحب نے بہشت کی نسبت فرمایا ہے۔ اور جن نعیم و لذات کو جناب مخاطب نے ہنسی مین اوڑایا ہے وہ سب کے سب بلکہ چند در چند بڑھکر کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین موجود ہین جسکے ماننے اور اعتقاد کرنے مین بجز خدا اور رسول کے کسیکی تعلیم کو دخل نہین ہے

از انجملہ چند نعیم و لذات کو بطور بہشت نمونہ خروار دیکے از ہزار نقل کیا جاتا ہے۔ **اللہ**

تعالے نے بہشت کی مخلوق اور وسیع ہونے کی نسبت فرمایا ہے دوڑو خدا کی مغفرت

سنا بقوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا کعرض السماء والارض اعدت للذین امنو باللہ ورسلہ (حدید ۳)

اور بہشت کیطرف جسکی فراخی آسمان کیسی ہے جو خدا اور رسول پر ایمان لانے والون کے لیے تیار ہے۔

یہان نفس فراخی مین تشبیہ ہے نہ مقدار فراخی مین اسلئے کہ مقدار بہشت بہ نسبت آسمان بدرجہا بڑھکر ہے چنانچہ نصوص آیندہ سے معلوم ہوتا ہے اور جو نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ بہشت آسمانون پر ہے اس سے صرف جہت اور مکان بہشت کا بیان مقصود ہے نہ یہہ کہ بہشت آسمان مین محدود ہے اور آسمان اسپر محیط ہے آنحضرت صلعم سے ابوہریرہ نے پوچھا کہ بہشت کس چیز سے بنی ہوئی ہے آپ نے فرمایا ایک اینٹ چاندی کی ایک سونے کی اور اسکا گارا کستوری ہے خوشبودار اور اوسکے کنکر موتی و یاقوت ہین اور مٹی زعفران ہے جو اسمین داخل ہوگا خوش رہیگا غمناک نہوگا ہمیشہ رہیگا مریگا نہیگا نہ انکے کپڑے پرانے ہونگے نہ جوانی فنا رہوگی۔

عن ابی ہریرۃ قال یا رسول اللہ صلعم مما خلق الخلق قال من الماء قلت الجنۃ ما بنائہا قال لبنۃ من فضۃ ولبنۃ من ذہب وملاطہا المسک الاذفر وحصبائہا اللؤلو والیاقوت وترابہا الزعفران من یدخلہا ینعم ولا یبأس ویخلد ولا یموت ولا یبلی ثیابہم ولا یفنی شبابہم۔ رواہ الترمذی۔

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے بہشت مین سو درجے ہین ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک اسقدر فاصلہ ہے جیسے زمین و آسمان مین فاصلہ ہے۔

ان فی الجنۃ مائۃ درجۃ بین کل درجۃ مثل ما بین السماء والارض رواہ الترمذی۔

اور اللہ تعالے نے بہشت کے آسمانون پر ہونے کے بیان مین فرمایا ہے کہ محمد رسول صلعم نے جبرائیل علیہ السلام کو اور دفعہ بھی دیکھا ہے سدرۃ المنتہی کے پاس جنۃ المادی ہے۔

ولقد رآہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتہی عندہا جنۃ المادی۔ سورہ نجم ع (۱)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث معراج مین (جو صحیحین وغیرہ مین مروی ہے) سدرۃ

المنتہی کا ٹھکانا ساتوین آسمان کے اوپر بتایا ہے اور اسکے بعد بہشت مین جانا بیان فرمایا۔

اور اللہ تعالی نے بہشت کے دروازون کی نسبت فرمایا ہے کہ جب پرہیزگار

حتی اذا جاؤھا وفتحت ابوابہا۔ زمر ۸

جنات عدن مفتحۃ لہم الابواب سورہ ص ۴۴

جماعتین بنکر بہشت کو آوینگے اور دروازے کھولی جاوینگے اور فرمایا کہ جنکی بہشت کے دروازے انکو لئے کھلی ہونگے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت کے دروازے کی دو جانبون مین اسی وسعت ہوگی

قال رسول اللہ صلعم ان مابین مصراعین من مصاریع الجنۃ کما بین مکۃ وہجر۔ رواہ الشیخان

جیسے مکہ اور ہجر مین۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دروازونمین حلقے (کڑے یا کنڈی) ہونے کا بھی ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ سب سے پہلے حلقہ دروازہ بہشت کو مین ہلاؤنگا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اول من یحرک حلقۃ الجنۃ رواہ الترمذی وفی روایۃ فاخذ بحلقۃ باب الجنۃ فاقعقعہا

اور آنحضرت صلعم نے ان دروازونکا عدد بھی بتایا ہے ایک حدیث مین آیا ہے کہ بہشت کی آٹھ دروازہ ہین

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی الجنۃ ثمانیۃ ابواب باب منہا یسمی الریان لا یدخلہا الا الصائمون رواہ الشیخان۔

اور اللہ تعالے نے بہشت کے بالاخانونکی نسبت فرمایا ہے۔

لکن الذین اتقوا ربہم لہم غرف من فوقہا غرف مبنیۃ۔ سورہ زمر ۴۴

پرہیزگارون کے لئے بالاخانے ہین انکے اوپر بالاخانے بنے ہوئے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اہل بہشت (یعنی جو کم درجہ ہین) انجو اوپر بالاخانہ والون کو ایسا دیکھینگے جیسے افق آسمان مین ستارونکو دیکھتے ہین

عن ابی سعید ان اہل الجنۃ یتراؤن اہل الغرف من فوقہم کما یتراؤن الکوکب الدری الغابر فی الافق رواہ الشیخان۔

اور ایک حدیث فرمایا بہشت مین ایسے بالاخانے ہین جنکا اندر سے باہر نظر آتا ہے اور باہر سے اندر

ان فی الجنۃ لغرفا یرے ظہورہا من بطونہا وبطونہا من ظہورہا۔

ان للمومن فی الجنۃ لخیمۃ من لولوۃ مجوفۃ طولہا ستون میلا للمومن فیہا اہلون یطوف علیہم المومن فلا یری بعضہم بعضا - رواہ الشیخان

اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ مومن کے لئے ایک موتی کا خیمہ ہوگا جسکا طول ساٹھ میل ہوگا اسمین مومن کے اہل بیت ہونگی جو ایک دوسرے کو نہ دیکھینگے

اور اللہ تعالے نے بہشت کے درختون اور سایون اور میون کی نسبت فرمایا کہ

واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین فی سدر مخضود وطلح منضود وظل ممدود وماء مسکوب وفاکہۃ کثیرۃ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ - سورہ واقعہ ۲۶

فیہما فاکہۃ ونخل ورمان - سورہ رحمان ۶۴

ودانیۃ علیہم ظلالہا وذللت قطوفہا تذلیلا - سورہ دہر ۱۶

فیہما من کل فاکہۃ زوجان - رحمن ۶۴

ولہم فیہا من کل الثمرات سورہ محمد ع ۲

کہ دہنی ساتھہ کی کتاب والے نی خار بیری کا اور توبہ کیلے اور دراز سایہ اور گرتے ہوے پانی اور بہت میون مین ہونگی کہ جو نہ تمام ہونگی اور نہ روکی جاوینگی - انکے لئے اُن باغون مین میوے - اور کھجورین اور انار ہونگے - اور فرمایا اُنمین میوہ دار درختون کی شاخین جھکی ہونگی -

اور فرمایا ان باغون مین ہر میوہ سے دو قسم ہونگی - انکے لئے ہر قسم کے میوہ ہونگے -

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بہشت مین ایسا درخت ہے جسکے سایہ مین سو برس تک سوار چلتا رہے تو اسکو تمام نکرے - چاہو تو اس آیت کو پڑھ لو وظل ممدود -

عن ابی ہریرۃ ان فی الجنۃ شجرۃ یسیر الراکب فی ظلہا مائۃ عام لا یقطعہا واقرءوا ان شئتم وظل ممدود - رواہ الشیخان -

اللہ تعالی نے بہشت کے چشمے اور نہرون کی نسبت فرمایا ہے بہشتیون کے

رہنے کے باغون کے نیچے نہرین جاری ہونگی - اور فرمایا اس بہشت کو جسکا پرہیزگارونکو وعدہ دیا گیا ہے صفت اور حال یہہ ہے کہ اسمین کئی نہرین پانی کی ہیں جو کبھی نہ سڑے اور کئی نہرین دودہ کی ہیں جسکا ذائقہ نہ بدلے - اور کئی نہرین شراب کی ہیں

جنات عدن تجری من تحتہا الانہار - بقرہ ۳۶

مثل الجنۃ التی وعد المتقون فیہا انہار من ماء غیر آسن وانہار من لبن لم یتغیر طعمہ وانہار من خمر لذۃ للشاربین وانہار من عسل مصفی - ولہم فیہا من کل الثمرات ومغفرۃ من ربہم - سورہ محمد

جو پینے والون کو لذت دین اور کئی نہرین شہد خالص کی ہین اور اُنکو ان باغون مین ہر قسم کے میوے اور خدا کیطرف سے بخشش ہے۔

انا اعطیناک الکوثر۔ سورہ کوثر۔

عن انس رض قال سئل رسول اللہ صلعم ما الکوثر قال ذلک نہر اعطانیہ اللہ یعنی فی الجنۃ اشد بیاضا من اللبن واحلی من العسل رواہ الترمذی وفی روایۃ البخاری بینا انا اسیر فی الجنۃ اذا انا بنہر حافتاہ قباب الدر المجوف قلت ما ہذا یا جبرئیل قال ہذا الکوثر الذی اعطاک ربک فاذا طینہ مسک اذفر

اور فرمایا ہمنے تجھے کوثر عطا فرمایا۔
آنحضرت صلعم نے کوثر کی تفسیر مین فرمایا ہے کہ وہ نہر ہے جسکا خدا نے مجھہ سے وعدہ کیا ہے وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹی۔
اور فرمایا اسکے دونون کنارے موتیون کے ہین اور اسکا کیچڑ کستوری۔

اور اللہ تعالی نے بہشتیون کو کہانے پینے فرش لباس زیور خادمون وغلامون کی نسبت فرمایا ہے دینے والے تہ کی کتاب والے

فہو فی عیشۃ راضیۃ فی جنۃ عالیۃ قطوفہا دانیۃ کلوا واشربوا ہنیئا۔ سورہ مرسلات ع ۱۴

ابھی عیش مین ہونگے۔ اونچے باغون مین جنکے خوشے جھکے ہوے ہونگے انکو کہا جاویگا کہاؤ اور پیو خوش آؤ۔

اور فرمایا سابقین ومقربین (سونے سے) بنے ہوے تختون پر تکیہ لگاکر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے

علی سرر موضونۃ متکئین علیہا متقابلین یطوف علیہم ولدان مخلدون باکواب وابارین وکاس من معین لا یصدعون عنہا ولا ینزفون وفاکہۃ مما یتخیرون ولحم طیر مما یشتہون۔ الواقعہ ع ۱

انکے ارگرد لڑکے ہمیشہ رہنے والے پھرینگے انجوے اور کوزہ لیکر شراب جاری سے جس سے نہ انکے سر درد کرینگے نہ وہ بیہوش ہونگے اور میوے جو وہ پسند کرینگے۔ اور جانورونکے گوشت جو چاہینگے

اور فرمایا آپسمین ایک دوسرے سے پیالے شراب کے لینگے جنمین نہ بیہودگی ہوگی نہ گناہ کی بات

یتنازعون فیہا کاسا لا لغو فیہا ولا تاثیم ویطوف علیہم غلمان لہم کانہم لؤلؤ مکنون طور ع ۱

انکے آگے پیچھے سے غلام پھرینگے کہ وہ گویا موتی ہین چھپاکر رکھے ہوے۔

یطوف علیہم ولدان مخلدون اذا رایتہم حسبتہم لؤلؤ منثورا۔ دہر ۱۹
ویطاف علیہم بصحاف من ذہب واکواب وفیہا ما تشتہیہ الانفس وتلذ الاعین۔ زخرف ۷۱

اور فرمایا انہیں لڑکے ہمیشہ رہنے والے پھریں گے انکو تو دیکھے تو بکھرے ہوئے موتی خیال کرے۔
اور فرمایا انہیں سونے کے طباق اور آبخورہ لیے پھریں گے اور ہمیں جو چاہیں اور جس سے آنکھیں لذت پاویں

اور فرمایا انہیں چاندی کے برتن اور آبخورے لیے پھریں گے (جو صفائی میں) شیشے ہونگے چاندی کے شیشے اسی مقدار و اندازہ کے کہ وہ پی سکیں۔

ویطاف علیہم بانیۃ من فضۃ واکواب کانت قواریر قواریر من فضۃ قدروہا تقدیرا۔ دہر ۱۶
ان اہل الجنۃ یاکلون ویشربون ولا یتغلدون ولا یبولون ولا یتغوطون ولا یتخطون قالوا فما بال الطعام قال جشاء ورشح کرشح المسک رواہ مسلم۔

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اہل جنت کہائینگے اور پینگے اور وہ بول براز اور تھوک ریٹھے کے محتاج نہونگے کسیٹے پوچھا یا رسول اللہ کہانے کا کیا حال ہوگا فضلہ کیونکر خارج ہوگا۔ آپنے فرمایا آروغ سے اور عرق سے جسکی خوشبو کستوری کی سے ہوگی۔

اور اللہ تعالے نے فرمایا انہیں کپڑے ہونگے باریک ریشم سبز کے اور گہاڑے ریشم کے اور وہ کنگن چاندی کے پہنائی جائینگی۔

علیہم ثیاب سندس من خضر واستبرق۔
وحلوا اساور من فضۃ۔ دہر ۲۱
یحلون فیہا من اساور من ذہب ویلبسون ثیابا خضرا من سندس واستبرق متکئین فیہا علی الارائک (کہف ۳۱)
متکئین علی فرش بطائنہا من استبرق۔ رحمن
متکئین علی رفرف خضر وعبقری حسان۔ رحمن۔
نمارق مصفوفۃ وزرابی مبثوثۃ۔ غاشیہ۔

اور فرمایا وہ سونے کے بھی کنگن پہنائی جاویگی
اور لباس سبز ریشم پتلے اور گاڑھے کا پہنینگے تکیہ لگائی ہوئی۔ اور فرمایا وہ ایسے فرشوں پر تکیہ لگائی ہوئی بیٹھینگے جنکا استر گاڑھا ریشم ہوگا۔
اور فرمایا کہ وہ سبز قالینوں اور عمدہ بساطوں پر تکیہ کئی ہونگے۔ اور فرمایا کہ اون باغوں میں تکیہ بچھی ہوئی ہونگے اور فرش بگھرے ہوئے۔

اور اللہ تعالے نے اہل جنت کی بیویون اور حورون کے بیان مین فرمایا ہے کہ انکے لئے وہان پاک بیویان ہونگی - اور فرمایا ہمنے بڑی بڑی آنکھون والی حورون سے انکی نکاح کردی ہے

فیہن قاصرات الطرف لم یطمثہن انس قبلہم ولا جان فبای آلاء ربکما تکذبان کانہن الیاقوت والمرجان - رحمن ۳۶

انا انشانا ہن انشاء فجعلناہن ابکارا عربا اترابا لاصحاب الیمین - (واقعہ ۱۶)

ان للمتقین مفازا حدائق واعنابا وکواعب اترابا - (النبا ۱۶)

اور فرمایا اُن باغون مین ایسی عورتین ہین جو اپنے خاوند کے سوائے کہین نہ دیکھینگی - انکے خاوندون سے پہلے نہ کسی انسان نے انسے صحبت کی ہوگی نہ کسی جن نے - وہ ایسی خوبصورت ہونگی جیسے یاقوت و مونگے

اور فرمایا جنمین وہ کواریان اور خاوندونکو پیاریان اور ہم عمر بنائین ہین -

اور فرمایا یہ پرہیزگارون کے لئے مراد کو پانے کا باغ ہے انگور اور انگور اور ہم سن عورتین اُبھری چھاتیان والی -

آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر اہل جنت کی کوئی عورت دنیا کیطرف نگاہ کرے تو آسمان و زمین کو روشن کردے اور خوشبو سے بھردے سکی اوڑھنی تمام دنیا سے بہتر ہے -

فلہم فیہا ازواج مطہرۃ وہم فیہا خالدون - بقرہ ۳۴

وزوجناہم بحور عین - دخان ۳۶

اور ایک حدیث مین ارشاد ہوا ہے کہ پہلے جماعت جو بہشت مین داخل ہوگی چاندکی صورت ہوگی

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول صلعم اول زمرۃ تلج الجنۃ صورہم علی صورۃ القمر لیلۃ البدر لا یبصقون ولا یمتخطون ولا یتغوطون آنیتہم من الذہب والفضۃ ومجامرہم الالوۃ ورشحہم المسک لکل واحد منہم زوجتان یری مخ سوقہما من وراء اللحم رواہ الشیخان -

تھوکینگی نہ پاخانہ جائینگے انکے برتن سونے اور چاندی کے ہون گے اور کنگہیان سونے چاندی کی اور جلانے کی انگیٹھیان عود کی اور انکا پسینا کستوری ہر ایک کے لئے دو بیویان ہونگی جنکے پنڈلے کا ہیجا گوشت کے باہر سے نظر آویگا -

نمبر ششم — **جلد سوم**

وفی روایۃ للترمذی اکلل جل منہم رومان علی کل زوجۃ سبعون حلۃ یرے مخ سوقہا من وراءہا۔ قال الترمذی حدیث حسن صحیح۔

ایک حدیث مین ہے کہ اُن پر ستر حلے ہونگے اونکے پنڈلیون کا بھیجا نظر آئیگا۔

اسی مضمون کی بیسیون آیتین۔ اور صدا حدیثین اور ہین جنمین جنت کے نعیم و لذات ہی تشریح و تفصیل سے وارد ہین جنکے مسلمان معتقد ہین اور بالبداہت جملی تفصیل کے مردود سمجھتے ہین

اب رہی یہہ بات کہ ان چیزون کے وجود سے وجود خارجی و ذاتی مراد ہے جیسا کہ امام غزالی اور روسے زمین کے مسلمان زمانہ رسالت سے لیکر آجتک اعتقاد کرتے ہین۔ یا وجود تشبیہی مراد ہے جیسا کہ آپ بتقلید کفار ملحد قرار دیتے ہین سو اسباب مین اپنا فیصلہ تو ظاہر ہوگا جہان آپنے امام کی بحث تکفیر و قائلون تاویل پر بحث جنتی کی ہے۔ اس مقام مین اسقدر کہا جاتا کہ ان اشیاء کی خارجی و ذاتی وجود ہمارے ہونے پر دو دلیلین قائم ہین — **ایک یہہ** کہ وجود ذاتی وجود اشیاء کا پہلا مرتبہ ہے اور اشیاء کا مدار ثبوت بڑی وہی وجود ذاتی ہے پس جب تک کہ کوئی دلیل قطعی اس وجود کے محال و متنفی ہونے پر قائم ہو جب تک اس وجود ذاتی سے انکار و انحراف اور دوسرے وجود تشبیہی یا عقلی کی تجویز جائز نہین ہے۔ **یہہ ایسا قانون ہے** کہ آپکے **ثانی اثنین** مصداق **لحمک لحمی** جناب مولوی **مہدی علی** صاحب نے بھی اسکو تسلیم کیا ہے۔ اور آپنے اپنے **تہذیب الاخلاق** شمارہ ہجری کے سابقون نمبر صفحہ ۶۳۵ مین شایع کیا ہے اور پھر آٹھوین نمبر مین خود اسکو تصدیق کیا۔ چنانچہ اصل قول مولوی مہدی علی صاحب اور جناب کا اس بوسے فیصلہ کے ذیل مین نقل کیا جائیگا۔

بنا بر علیہ کہا جاتا ہے کہ ان اشیاء کے وجود ذاتی کے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم نہین ہے۔ بلکہ اسکا ممکن ہونا۔ اور خدا کی قدرت مین داخل ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ اسکا ثبوت بھی عنقریب آتا ہے لہذا اسی وجود ذاتی پر ان اشیاء کا حمل کرنا واجب ہے اور یہی حق پر اسر تحقیق ہے۔

دلیل دوم یہہ کہ الفاظ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ کے وہی معنے لینے ضرور ہین جو عموماً عرب عرباء اور خصوصاً مخاطبین قرآن نے وقت نزول قرآن سمجھے ہین - اسبات کو آپ نے تہذیب الاخلاق کے پانچوین نمبر مین تسلیم کیا ہے اور اس سے بزعم خود آسمان کا ون معنے کر جسمانی ہونا جو فلاسفہ یونان نے قرار دیا ہے باطل کیا ہے - چنانچہ اس پرچہ کے صہ۷ مین آپ نے فرمایا ہے دوسری یہہ کہ الفاظ قرآن مجید کے وہی معنے لینگے جو ان پڑھ اہل عرب انکے معنے حقیقی یا مجازی موافق اپنے بول چال کے سمجھتے تھے نہ وہ کہ کسی علم کے عالمون نے بموجب اپنے اصطلاح کے قرار دی ہین کیونکہ خود خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہٖ - پھر اسکے بعد صہ۷۲ مین فرماتے ہین قاموس مین ہے السماء معروف یعنے آسمان وہ ہے جسکو سب جانتے ہین پس ہم پوچھتے ہین کہ وہ کیا چیز ہے جسکو سب آسمان جانتے تھے یا جانتے ہین بیشک اس نیلی یا سبز چیز کے جو ہمکو دکھلائی دیتی ہے اور کسی چیز کو کوئی شخص (بشرطیکہ وہ مولوی نہو) نہ آسمان جانتا تھا اور نہ آسمان جانتا ہے یہی نیلی یا سبز چیز جو ہمکو دکھائی دیتی ہے سب کا آسمان سمجھا جاتا ہے"

اور عرب عرباء نے (جو قرآن مجید و حدیث شریف کے اول مخاطب تھے) ان الفاظ کے جو نعیم جنت مین وارد ہین وہی معنے سمجھے ہین جو ان الفاظ کے معنے حقیقی ہین اور خارج مین بذات خود موجود ہین سو یہی وہ چیزین ہین جنکو بہشتی ہین کیلیے سے یہی کہا جو کہتے ہین گھوڑے سے یہی گھوڑا جسپر سوار ہوکر ہم بہشت مین جائینگے

وعن بریدۃ رض قال سال رجل رسول اللہ صلعم فقال ہل فی الجنۃ خیل قال ان اللہ ادخلک الجنۃ فلا تشاء ان تحمل فیہا علی فرس من یاقوتۃ حمراء تطیر بک فی الجنۃ حیث شئت الا کان فقال آخر ہل فی الجنۃ من ابل قال ان یدخلک الجنۃ یکن لک فیہا ما اشتہت نفسک ولذت عینک -

ایک اعرابی کو گھوڑے کا شوق تھا اسنے (اسی سمجھ اور خیال مین کہ بہشت مین دنیا کی چیزین موجود ذاتی موجود ہوتی ہین) آنحضرت صلعم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ بہشت مین گھوڑا ہوگا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ان بہشت مین بہشت مین سرخ یاقوت کا گھوڑا ہوگا جہان تو چاہیگا تجھے اوڑا کر لیجائیگا -

پھر ایک اور اعرابی نے اسی خیال پر پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہشت میں اونٹ بھی ہوگا آنحضرت صلعم نے فرمایا جسے خدا تعالےٰ نے بہشت داخل کیا تو جو کچھ چاہیگا پاویگا۔

وعن ابی ہریرۃ ان النبی صلعم کان یتحدث وعندہ رجل من اہل البادیۃ ان رجلا من اہل الجنۃ استاذن ربہ فی الزرع فقال لہ الست فیما شئت قال بلی ولکنی احب ان ازرع فبذر فبادر الطرف نباتہ واستواؤہ واستحصادہ فکان امثال الجبال فیقول اللہ تعالےٰ دونک یا ابن آدم فانہ لا یشبعک شیء فقال الاعرابی واللہ لا تجدہ الا قرشیا او انصاریا فانہم اصحاب زرع واما نحن فلسنا باصحاب زرع فضحک رسول اللہ صلعم حتی بدت نواجذہ۔

ایک اور اعرابی کے بارہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہشتی کے کھیتی کی درخواست کرنے کا ذکر کیا تو اسنے کہتے ہی کے وہی معنے سمجھے جو دنیا میں بولے جاتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا کہ یا رسول اللہ یہ شخص بہشت میں کھیتی کی درخواست کرنے والا کوئی قریشی یا انصاری ہوگا جو کھیتی کرتے ہیں ہم تو کھیتی کرنے والے نہیں ہیں۔

اور کسی عربی یا اعرابی نے (جسکے سامنے قرآن مجید نازل ہوا) ان الفاظ سے بجز انکے معانی حقیقی اور وجود ذاتی کے اور معنے عقلی یا شبہی کو مراد نہیں سمجھا اگر سمجھا ہے تو انہی لوگوں نے سمجھا ہے جو اسلام میں داخل ہو کر کفریات فلاسفہ کے معتقد ہیں اور انہی اعتقادات کفریہ کے بنا پر حقیقت حشر و نشر حساب کتاب و ثواب و عذاب سے منکر ہیں وہی لوگ فلسفی مولویت کے اقتضاء سے ان اشیاء کے وجود ذاتی کو محال سمجھے ہیں۔ اور بناء علیہ انکے وجود شبہی تجویز کرتے ہیں۔ اگر خطاب یا انکے حوار میں کو انکے خلاف کا دعوی ہے تو کسی عربی یا اعرابی سے (بشرطیکہ وہ فلسفی مولوی نہو) بنقل صحیح ثابت کریں کہ اسنے ان الفاظ سے معانی مجازی کو مراد سمجھا ہے۔ اور انکے وجود کو وجود شبہی قرار دیا ہے اور اگر ایسا ثابت نہو تو بنا بر فہم عرب عربا ان اشیاء کے وجود ذاتی کو مان لیں اور اپنے ہی اصول کے رد سے اپنی بات کو غلط جان لیں۔

پھر بقول ان اشیاء کے وجود ذاتی کا فی الجملہ **اثبات** ہے **اب** انکے **خلاف** (صرف وجود شبہی

کی تجویز) کا ابطال کیا جاتا ہے۔

جناب مخاطب نے وجود ذاتی کی نفی اور وجود شبہی کے اثبات پر دو دلیلین قایم کی ہین

ایک دلیل نقلی جسکا حاصل یہہ ہے کہ خدا اور رسول نے صاف فرمادیا ہے کہ بہشت کی نعمتین ایسی ہین جنکو کوئی شخص نہین جانتا نہ کسی آنکھ نے انکو دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسیکے دل پر انکا خیال گذرا اور یہہ کہنا صرف کیفیت رحمت کی نسبت صحیح ہے جو نہ حواس مین آسکتی ہے نہ کسی لفظ سے بتائی جاسکتے ہے اگرچہ خود خدا تعالے بتانا چاہے۔ ان ظاہری اشیاء دودہ شہد پانی وغیرہ کی نسبت یہہ کہنا ہرگز صحیح نہین ہے اسلیے کہ ان چیزون کو سب کوئی جانتا ہے اور دیکھا ہے اور سنا ہے اگر کہو کہ بہشت کی نعمتین ایسی عمدہ ہین جو کسی نے نہین دیکھی اور نہ سنین تو کہا جاویگا کہ فرض کیا وہ نعمتین دیکھی سنی نہین ہین مگر وہ خیال مین آسکتی ہین جہانتک انکو ترقی دیتی جاوے دل مین انکا خیال گذر سکتا ہے مگر بہشت کے نعمتون کی نسبت تو کہا گیا ہے کہ وہ کسی دل پر بھی نہین گذری ہین۔

دوسری دلیل عقلی جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ بہشت مین عورتون کا ہونا اور مردون کا انسے مباشرت کرنا خرابی (یعنے شہوانیہ وغیرہ) سے ہے۔ پس اگر یہہ باتین وہان ہین تو ہماری خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہین۔

اور یہہ دونون دلیلین سراسر باطل ہین اور مغالطہ مضحکہ دلتہ ہین اسلام پر مبنی۔

ابطال دلیل اول یہہ ہے کہ نعمات جنت کو کسیکا نہ جاننا اور نہ دیکھنا اور نہ سننا اس معنے کر ہے کہ نعمات جنت نعمات دنیا کی نسبت اعلی درجہ پر ہین جو انکا نام اور صورت مین اشتراک ہے مگر پوری حقیقت کو کیفیت مین نہایت فرق ہے بہشت کا دودہ ایسا ہے دودہ ہے جو دنیا مین پیتے ہین اور ایسا ہی کلام دنیا کا ہے جو دنیا کا دودہ کام دیتا ہے مگر اسکی لذت اور کیفیت مین نہایت فرق ہے بہشت کی شراب ایسی ہے کچھ ہی جیسی دنیا مین پی جاتی ہے مگر اسکی کیفیات مین نہایت فرق ہے۔

اس شراب دنیاوی مین نشہ ہے اس اخروی مین نہین ہے۔ اسکے پینے سے سر درد ہوتا ہے۔ اسکے پینے

سے نہیں ہوتا - اس سے بیہوشی ہو جاتی ہے اور بکو اس منہ سے نکلتی ہے وعلے ہذا القیاس -
اسی نظر سے ارشاد ہوا ہے کہ وہ وہ - ستہد - حور قصور وغیرہ نعمتیں جو تمنے دیکھی یا سنی یا خیال میں جما
رکھی ہیں بہشت میں ایسی نعمتیں نہیں ہیں بلکہ اُنسے بدرجہا بڑھکر ہیں جو تمہارے دیکھنے سننے میں کبھی
نہیں آئی - اور نہ کبھی خیال میں گذری ہیں -

اور جو اسپر آپنے **اعتراض** کیا ہے کہ عدمی صفت کو جہانتک ترقی دیجاؤ انسان کے دل میں اسکا
خیال گذر سکتا ہے پھر کیوں کہا کہ وہ کسیکے دل پر نہیں گذریں - اسکا **جواب** یہ ہے کہ ان
نعمتوں کی خیال میں گذر سکنے کی تو قرآن وحدیث میں **بتنی** ہے - **لیکن** اُنکے خیال میں گذرنے
کی نفی کی ہے سو اسکی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کو انسان خود دیکھہ نہیں لیتا یا اسکی پوری کیفیت وصورت
سُن نہیں لیتا اسکا پورا نقشہ بقیاس مشابہوں اور نظیروں کے اپنے خیال میں نہیں جما لیتا -
مثلاً ایک شخص نے شہر لنڈن نہیں دیکھا اور اسکے نظائر ہزاروں شہر وعمارتیں دیکھی ہیں
وہ شخص خواہ کتنا ہی خیال دوڑاوے اور لنڈن کے عمارات ومکانات کو کلکتہ یا بمبئی کے انگریزی
عمارات ومکانات پر قیاس کرے تو بھی اسکا اصلی اور پورا نقشہ اسکے دل پر نہیں جمتا -
بنا علیہ اسکو کہا جا سکتا ہے کہ لنڈن ایسا شہر ہے کہ تیرے خیال میں کبھی نہیں گذرا - اس سے یہ کوئی
نہیں سمجھہ سکتا کہ لنڈن کا وجود ذاتی نہیں یا اُسکا ایسا وجود ہے جو خیال میں نہیں آسکتا -
ایسا ہی نعیم جنت کی نسبت اسبات کے کہنے سے ثابت نہیں ہوتا کہ نعیم جنت کا وجود ذاتی نہیں
یا وہ ایسا وجود ہے جو کسیکے خیال میں آ ہی نہیں سکتا -

ابطال دلیل دوم - یہہ دلیل آپنے یہود ونصاری وغیرہ کفارسے اقتباس کی ہے اگر وہ لوگ
مسلمانوں کو ایسی باتیں کیا کرتے کہ بہشت میں ایک مرد کے لئے متعدد عورتیں ہیں تو چاہیے
کہ ایک عورت کے لئے بھی کئی مرد ہوں - اب آپ اُنکے نائب بنے ہیں اور وہی باتیں کرنے لگے ہیں
کہ بہشت میں عورتوں کا ہونا اور مردوں کا اُنسے مباشرت کرنا خرابی ہے بھائی ہمکو
اسکے جواب میں مختصر آگذارش ہے کہ اگر مردوں کی اجنبی عورتوں سے مصاحبت ومباشرت کو تم

خرابانی و بے حیائی قرار دیتے ہین تو اس قسم کی خرابانی کے بہشت مین موجود ہونے کے مسلمان قائل نہین ہین بلکہ اون عورتون سے مردون کی معاشرت کے مسلمان قائل و معتقد ہین جو انکے ازواج ہونگے دنیا کی منکوحہ ہون خواہ بہشت کی حورین چنانچہ قرآن و حدیث مین متعدد نصوص مین ان عورتون کی نسبت لفظ ازواج آچکا ہے جیسے ہم وازواجہم فی ظلال علی الارائک متکئون - ادخلوا الجنۃ انتم وازواجکم - وزوجنا ہم بحور عین وامثال ذلک -

اور اگر آپ اپنی ازواج سے معاشرت کو بھی آپ خرابانی و بے حیائی مین داخل کرتے ہین تو اسمیں نیچر اور شریعت دونون کے مخالف ہین نیچر اور شریعت دونون نے اس معاشرت کو جائز و مباح بلکہ واجب کر دیا ہے اور قیام سلسلہ نیچر بنے آدم اکثر حیوانات کا اسی پر موقوف ٹھہرایا ہے اگر یہ خرابانی (زبعم شما) عمل مین نہ آتی تو کوئی چیز دنیا کی (جیکا توالد و تناسل اسی خرابانی سے ہے) وجود مین نہ آتی - نہ کوئی مہذب پیدا ہوتا نہ کوئی رفارمر نہ کوئی فلاسفر نہ نیچر کا ناظر نہ کیل ایسی چیز کو جو اصل اصول بقاء سلسلہ نبی آدم وغیرہ حیوانات ہے خرابانی مین داخل کرنا اور بہشت مین اسکی تجویز کو بے حیائے قرار دینا اون لوگون سے کب زیبا ہے جنکا وجود اسی سے ہے -

جو لوگ بہشت کو رنڈیون کا چکلہ بتاتے ہین وہ اسبات مین غور فرماوین اور خوب سوچ کر بتاوین کہ وہ بہشت کو کن معنے کر چکلہ کہتے ہین - اگر وہ کسی سے یہہ بات سنکر کہ بہشت مین اجنبی عورتون سے مصاحبت و معاشرت کے مسلمان قائل ہین اور اسپر مسکرو بہشت کو چکلہ کہنے لگے ہین تو وہ اسبات کو اقرار ہمہین اور اس طعن سے باز آوین اسبات کا کوئی مسلمان قائل نہین اور نہ اسلام مین اسکا ذکر ہے اور اگر ازواج سے معاشرت کو بھی وہ چکلے والون کا فعل ثابت کرتے ہین تو اسمین وہ اپنی ہی گریبان مین منہہ ڈال کر دیکھین پھر اگر وہ اپنے ہمارے مین ہم مرد و زن نیچر کو بھی اسکے موافق دیکھین تو اسکو چکلے والون کا فعل کہنے سے ننگ ماوین -

انزا ایبل صاحب اور انکے ہم خیال و ہم مذہب اسبات کو بھی خیال مین لاوین کہ نیچر کے مطابق ہونا تو انکے نزدیک حق کی شرط یا علامت ہے - انکا قول ہے کہ جو اعتقاد یا مذہب نیچر کے مطابق نہین ہے وہ خدا کی طرف سے نہین ہے یہہ بھی انکا قول ہے کہ مذہب خدا کا قول ہے اور نیچر اسکا فعل اور خدا واحد کے قول کا اسکے فعل سے مخالف ہونا جایز نہین ہے - اور جس حالت مین معاشرت ازواج نیچر کے عین مطابق ہے تو پھر اسکا بہشت مین ہونا کیون محل اعتراض و انکار ہے - اگر وہ یہہ کہین کہ جواز معاشرت ازواج بحکم نیچر اسی عالم دنیوی سے مخصوص ہے اوس عالم آخروی مین اسکے وجود یا ضرورت پر نیچر کی شہادت یا دلالت نہین ہے تو کہا جاویگا کہ اُس عالم اُخروی مین اسکے وجود یا ضرورت پر نیچر کی شہادت یا دلالت نہین ہے تو اسکے عدم یا محال ہونے پر کب اسکی شہادت پائی جاتی ہے - نیچر سے ہرگز ثابت نہین ہوتا کہ معاشرت ازواج یا اور جسمانی لذات کا عالم اخروی مین ہونا ناممکن و محال ہے پھر پیروان نیچر کس دلیل سے اسکی نفی کرتے ہین اور کیون اسکو محال یا معدوم جانتے ہین - اگر حضرات نیچریہ حشر اجسام کے منکر ہین اور اس عالم اخروی کو محض روحانی بلا تعلق جسمانی خیال کرتے ہین و بنا علیہ لذات جسمانی کو روحانیت کے مخالف سمجھتے ہین تو اس انکار مین بھی وہ کوئی مستند نہین رکھتے - نہ نیچر حشر اجسام کی نفی کرتا ہے نہ عقل اسکو محال جانتی ہے اسباب مین منکرین کا مستند بجز استبعاد اور کچھہ نہین ہے چنانچہ اللہ تعالے نے منکرین قدیم سے یہہ استبعاد نقل کیا ہے اور پھر اسکو خود ہی بدلائل رد کیا ہے اور اسی نیچر کی شہادت سے منکرون کو ملزم کیا ہے جنانچہ فرمایا ہے کیا انسان (منکر حشر) نے جانا کہ ہمنے اسکو ایک قطرہ سے پیدا کیا اب وہ ہمسے صاف جھگڑتا ہے اور اپنے پہلی پیدایش کو بھول گیا ہے اور یہہ بات بناتا ہے کہ خدا پھر

اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین - وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ قال من یحیی العظام وہی رمیم - قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ وہو بکل خلق علیم الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منہ توقدون	

اولیس الذی خلق السموت والارض بقادر علی ان یخلق مثلھم بلی وھو الخلاق العلیم - سورہ یٰسین ع ۴

ہڈیون کو کیونکر زندہ کریگا - تو کہدے انکو وہ زندہ کریگا جسنے پہلی بار پیدا کیا ہے - اور وہ سب پیدائش کو جانتا ہے - وہ جو سبز درخت سے آگ نکالتا ہے جس سے تم آگ سلگا لیتے ہو - کیا جس نے آسمان و زمین پیدا کئے وہ اسپر قادر نہین کہ ویسے پھر پیدا کرے کیون نہین وہ بڑا پیدا کرنے والا ہے اور خوب جاننے والا - اور فرمایا ہے تم سب کا پیدا کرنا اور اوٹھانا ہمپر ایسا آسان ہے جیسا ایک جان کا پیدا کرنا -

ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ - لقمان ع ۳

اور فرمایا کیا یہ لوگ اپنے اوپر آسمان کو نہین دیکھتے ہمنے اسکو کیونکر بنایا اور مزین کیا اسمین کہین شگاف نہین اور زمین کو پھیلایا اور اسمین پہاڑون کو رکھدیا اور اسمین ہر قسم کی بارونق سبزیان اگائی - سوجہانے اور یاد دلانے کو ان سب بندون کے جو اسکی طرف رجوع رکھتے ہین اور آسمان سے پانی برسایا برکت والا پھر اس سے اگائی باغ اور دانے کٹی کھیتون کی اور لمبے لمبے درخت خرما جنکا گابھا تہ بر تہ ہوتا ہے اپنے بندون کو کھلانے کے لئے اور اس پانی سے مردہ زمین کو زندہ کیا ایسا ہی تمہارا قبرون سے نکلنا ہے -

اولم ینظروا الی السماء فوقھم کیف بنیناھا وزینھا وما لھا من فروج والارض مددناھا والقینا فیھا رواسی وانبتنا فیھا من کل زوج بھیج - تبصرۃ وذکری لکل عبد منیب - ونزلنا من السماء ماء مبارکا فانبتنا بہ جنت وحب الحصید والنخل باسقت لھا طلع نضید رزقا للعباد واحیینا بہ بلدۃ میتا کذالک الخروج - سورہ ق ع ۱ -

اور فرمایا وہ زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور مردہ سے زندہ کو اور زمین کو اسکے مردہ (یعنے خشک) ہوجانے کے بعد جلاتا ہے (یعنے سبز کردیتا ہے) اسیطرح تم سب نکالے جاؤگے -

یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحی الارض بعد موتھا وکذلک تخرجون - سورہ روم ع ۲

اور اللہ تعالے نے فرمایا ہے چنانچہ حدیث قدسی مین آیا ہے کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا ہے اور یہ اسکو لائق نہ تھا اسکا جھٹلانا یہ ہے جو وہ کہتا ہے خدا مجھ دوبارہ نہین اوٹھائیگا جیسے پہلے

قال رسول اللہ صلعم قال اللہ تعالے کذبنی ابن آدم ولم یکن لہ ذلک وشتمنی ولم یکن لہ ذلک

انا تکذیبہ ایای فقولہ لن یعیدنی کما بدئنی ولیس
اول الخلق باھون علی من اعادتہ۔ رواہ البخاری

پیدا کیا۔ حالانکہ پہلے پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے مجھے سہل نہ تھا۔

کو اسی مضمون کی اور بہت آیات و احادیث ہیں جنہیں خدا اور رسول نے منکرین حشر اجسام کے ساتھ ملا کر رد کیا ہے اور اسی عالم کے حالات سے (جنکو حضرات نیچریہ نیچر سے تعبیر کرتے ہیں) اسکا امکان ثابت کیا ہے ان آیات اور نیچر میں غور کرنے کے بعد حضرات نیچریہ کا حشر اجسام سے انکار باقی نہ رہیگا اور جب حشر اجسام کو تسلیم کرلینگے تو نعیم جسمانی بہشت کو بھی ماننا پڑیگا۔ اور اس عالم اخروی کا اور اس عالم دنیوی کے حالات کو یکساں تسلیم کرنا ضروری ہوگا جب جسم ہوا تو لوازم جسم کھانا پینا عورتوں سے معاشرت کرنا اور اسکے اسباب و ذرایع وہ وہ شراب طہور حور مقصور کا وجود ضرور رہا۔

یہی وجہ ہے کہ پہلے کافر فلاسفر ان نعمتوں و لذتوں جسمانی کے وہی لوگ منکر رہے ہیں جو حشر جسم کے منکر رہے اور جو حشر اجسام کے قایل ہیں انہوں میں سے ان نعمائے جسمانی کا کوئی منکر و مکذب نہیں ہے چنانچہ امام غزالی نے رسالہ مضنون بہ علی غیر اہلہ میں فرمایا ہے ان لذات الجنۃ (جیسے نکاح کھانا پینا لباس خوشبو) اس عالم میں مشاہدہ میں آنے سے وہی منکرین جو حشر جسم

قال الغزالی فی رسالۃ المضنون بہ علی غیر اہلہ
واللذات الحسیۃ الموجودۃ فی الجنۃ من
ماکول ومنکوح وملبوس ومشموم یجب التصدیق بہا
لامکانہا۔ الی ان قال ان ہذا انما ینکرہ من
ینکر حشر الاجساد ویحیل رد النفس الی الجسد
ولم یقم علی استحالۃ ذلک برہان حقیقی بل ادعی انہ
یوضع بعض الاجسام لیحل النفس بعد الموت ولا
استحالۃ فی ذلک لا فی القبر ولا فی القیمۃ۔

کے منکر ہیں اور روح کا جسم کثیف بہرآنا محال جانتے ہیں اور اسکے محال ہونے پر کوئی دلیل تام نہیں ہے بلکہ بعید نہیں کہ خدا تعالیٰ بعض جسم ایسے بنادے جنمیں بعد موت روح کا تعلق ہو سکے ان کو استحالہ نہیں نہ قبر میں اور نہ قیامت میں جسقدر دلایل فلسفیون نے اسکے محال ہونے پر قائم کیے ہیں وہ محقق دلایل نہیں ہیں اور شرع میں حشر اجسام وارد ہو چکا ہے لہذا اسکی تصدیق واجب ہے۔

وکاتما ذکرانا دلایل من الدلائل علی احالۃ لیس بمحرز
محقق والشرح قد ورد بہ فنجب تصدیق الی افضلہ
وہنا نبتقل کلام الشیخ ابی علی بن سینا۔

پھر امام غزالی نے اون دلایل کا ضعیف ہونا
بہ تفصیل بیان کیا ہے۔ اور شیخ بو علی سینا
کی کلام سے اسپر استشہاد کیا۔

پانچواں جملہ حشر اجسام حق ہے تو اس عالم دنیوی اور اس اخروی کا حال یکسان ہے معاشرت ازواج یہاں موجود ویکنم نیچر و شریعت جائز ہے تو وہان بھی اسکا موجود ہ جائز ہونا ضروری ہے۔ اور اگر منکرین نعیم جسمانی کو حشر اجسام سے انکار ہے تو بدون اثبات استحالہ حشر اجسام کے انکار نعیم جسمانی عبث و بے کار ہے۔ بحکم تبت العرش ثم انقش پہلے وہ حشر اجسام کا محال ہونا ثابت کریں اور جو خدا تعالے نے امکان حشر اجسام پر نیچر سے دلائل قائم کئے ہین انکو بدلائل قطعیہ منکرین پر نعیم جسمانی کے انکار سے لب بلا دین۔

اسرائیل صاحب بہادر کو بھی اگر حشر اجسام سے انکار ہے تو پہلے اس انکار کو مدلل فرماوین پھر انکار نعیم جسمانی کو زبان پر لاوین تبطل البطال حشر اجساد انکار نعیم جسمانی سے زبان کو بند کرین پھر تو حضرت کی دلیل دوم کا جواب ہے اب اُن منکرین (یہود و نصاری) کے اعتراض کا جواب دیا جاتا ہے جنسے آپ نے اس دلیل کو اقتباس کیا ہے۔

انکا یہ کہنا کہ اگر بیشت مین ایک مرد کے لئے متعدد عورتین ہونگی تو چاہئے کہ ایک عورت کے لئے بھی متعدد مرد ہون۔ **یہ بحکم عقل و نیچر باطل ہے۔ نیچر کے رو سے** انسانون بلکہ اکثر حیوانون مین یہی قاعدہ مقرر ہے کہ جانب اناث مین بہ نسبت جانب ذکور تکثر و تعدد پایا جاتا ہے۔ اور ایک نر سے کئی مادہ کی حاجت روائی کا کام لیا جاتا ہے۔ اور اگر کہین اسکے برخلاف عمل پایا جاتا ہے تو بھی نوع انسان مین تو اسکو خلاف قانون قدرت سمجھا جاتا ہے۔ پس اس خلاف کی تجویز بہشت مین نیچر کب روا رکھتی ہے۔

عقل کے رو سے عورت بمنزلہ فرش و ملک ہوتی ہے اور مرد اسکا مالک و متصرف اکثر امور مین عورتین مردون کی محتاج ہوتی ہین اور اُنکے آگے متبذل اور مردان کی حاجت روا ہوتی ہین

اور انکے ہمائے معزز۔ پس مردونکی خاطر جانب اناث مین تعدد تجویز کرنے مین مردون کا اعزاز متصور ہے جیسے ایک شخص کے لئے غلام اور کئے خادم اور کئے مرکب اور کئے مکان اور کئے فراش تجویز کردینے مین اُسکی عزت ہے۔ اور عورتون کی خاطر جانب مذکور مین تعدد تجویز کرنے مین اُنکی ذلت متصور ہے۔ جیسے ایک غلام کے لئے کئی مالک اور ایک مرکب کے لئے کئی سوار اور ایک مکان یا فراش کو کئی استعمال کرنے والے مقرر کردینے مین اس غلام اور مرکب اور لباس و فراش کا مبتذل ہونا متصور ہے۔

غلام کے لئے یہی عزت ہے کہ اکیلا ایک کے لئے ہو۔ گھوڑے کی یہی عزت ہے کہ وہ خاص ایک شخص کا مرکب ہو۔ کپڑا یا فرش وہی نفیس یا عزیز سمجھا جاتا ہے جو بجز ایک شخص کے کسی کے استعمال مین نہ آتا ہو۔ اور چونکہ تعمار بہشت مین اعزاز و اکرام اہل جنت مدنظر ہے۔ اسلئے مردون کو کئی تعدد ازواج تجویز کیا گیا ہے۔ جسمین انکی عزت متصور ہے۔ اور عورتون کے لئے وحدت ازواج جسمین انکی عزت متصور ہے۔ اس سر کو خدا تعالے نے قرآن مجید مین مختصر الفاظ سے بیان فرمایا ہے جہان ارشاد کیا ہے مرد عورتون پر منصب تسلط رکھتے ہین ایک تو اسلئے کہ خدا نے

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض و بما انفقوا۔ سورہ نساء رکوع ۵۔	عقل و تمیز و قوای وغیرہ فطرتی اسباب مین ایک فریق کو دوسرے پر ترجیح دی ہے ہی دوسرے اسلئے کہ وہ مال خرچ کرتے ہین۔
ولقد ضربنا للناس فی ہذا القرآن من کل مثل لعلہم یتذکرون قرانا عربیا غیر ذی عوج لعلہم یتقون۔ ضرب اللہ مثلا رجلا فیہ شرکاء متشاکسون و رجلا سلما لرجل ہل یستویان مثلا الحمد للہ بل اکثرہم لا یعلمون سورہ زمر رکوع ۳۔	اور نیز ارشاد فرمایا ہے کہ ہمنے قرآن مین ہر طرح کی مثالین بیان کی ہین تاکہ وہ لوگ سمجھین۔ وہ قرآن عربی ہے جسمین کوئی کجی نہین تاکہ وہ لوگ پرہیزگار ہین یا عربی زبان جان سکے ہین انکار سے بچین۔ اور ایک مثال خدا نے یہہ بیان کی ہے۔ کہ ایک آدمی کئی شریکون کے ملک ہے

جو سب آپس مین جھگڑنے والے ہین اور ایک خالص ایک شخص کا کیا یہہ دونون برابر ہین (بہر گز نہین) خدا التعریف کے لائق ہے جسنے ایسی مثال پوری دی پر اکثر لوگ نہین جانتے۔

اللہ تعالے نے سچ فرمایا کہ اکثر لوگ ان مثالون کے اسرار و مقاصد سے بے خبر ہین وہی لوگ اسلام کے احکام و اخبار پر اس قسم کے اعتراض کرتے ہین۔ کسیے سچ کہا ہے من جہل شیئاً اعداہ یعنے جو کسی چیز کا جاہل ہوتا ہے اسکا دشمن ہو جاتا ہے۔ مجھکو ہندوون اور عیسائیون پر اس قسم کے اعتراض کرنے کا اسقدر افسوس نہین جسقدر حضرات نیچریہ پر افسوس ہے یہہ زبانی اسلام کا دعوی کرتے ہین پہر اسی قسم کی باتین جو منکر اسلام کہتے ہین بر ملا کرتے ہین۔

چند روز کا عرصہ ہوا ہے کہ ایک نوجوان نیچری جو مدرسۃ العلوم علیگڈھ مین تعلیم پاتا ہے لاہور مین آیا اور مجھسے ملاقی ہوا اور یہی بات جسکا جواب دیا گیا ہے زبان پر لایا اور علاوہ بر آن اسپر یہہ بھی حاشیہ چڑھا دیا کہ اگر ایک ایک موسن کے لئے بعوض ایک دفعہ پانی پلانے کے اس قدر حوریں ملنی ہین تو پہر بہشت مین اور رنڈیون کے چکلہ مین کیا فرق ہے۔ اسکی آزادی دیکھکر مینے اسکو کوئی جواب سے مخاطب نہ کیا پر اس خیال سے کہ اب یہہ لوگ ان باتون کو عام مسلمانون مین پھیلانے لگے ہین اسکا جواب اس مقام مین مناسب سمجھا اور اوسکو بھی یہی کہدیا کہ اسبات کا جواب انشاء اللہ تعالے مین تحریر کرینگے۔

یہان سے اہل اسلام **تاثیر تعلیم مدرسۃ العلوم علیگڈھ کا اندازہ** کرلین اور جو جو ابطال و انکار اصول اسلام اس سے متقرع ہونے والا ہے اسکا نمونہ بھی ایک بات دیکھہ لین۔

حامیان مدرسۃ العلوم کہتے ہین کہ مدرسۃ العلوم کی تعلیم مین سید احمد خانصاحب کی خیالات و اعتقادات کو کیا دخل ہے۔ وہان مذہبی تعلیم اہل سنت کو تو کتب اہلسنت سے ہوتی ہے اور شیعہ کو کتب اہل تشیع سے مگر یہہ بات انکی سراسر دہوکہ ہے۔ مانا کہ وہان دس پندرہ منٹ کے لئے ہدایہ یا شرائع کا شغل کرایا جاتا ہے مگر اس شغل کے بعد تو تمام روز وہی اشتغال و خیال و بینش رہتے ہین جو دین و ایمان کے مخرب ہین کہین تہذیب الاخلاق مطالعہ مین آتی ہے

کہین تفسیر معراج تحریر یا کسی اور دہریہ یورپ کی تالیف پڑہی جاتی ہے - کہین از اہل سید احمد خانصاحب بہادر کلکتہ یا شملہ سے آتے یا جاتے کوئی لکچر معقول اصول اسلام دے رہے ہین - کہین آپکے حواریین آپکی تائید مین سبیچ فرما رہے ہین - غرض رات دن یہی دہن طالب علمون کے کان مین پڑتی ہے - پھر وہان اس نیچرہ سٹ کے شغل شرح و فائیہ یا شراح کی کیا چلتی ہے -

دیکھو مشن کے بعضے سکولون مین قرآن بہی پڑہا جاتا ہے مگر جب ساتھ ہیکے انجیل کا سبق ہوتا ہے تو وہ قرآن کا پڑہانا کس کام آتا ہے -

نہین نہین مینی غلطی کی مدرسۃ العلوم علیگڈہ مشن کے سکولون کے برابر نہین - بلکہ **انسے** بدرجہا بدتر ہے اور اہل اسلام کے لڑکون کے لئے نہایت مضر - اسلئے اگرچہ مشن مین پادری انجیل پڑہاتے ہین مگر مسلمانون کے اکثر لڑکے اونسے کچہہ ضرر نہین پاتے وہ مذہب عیسائی کو باطل سمجہکر جو کچہہ زبان سے پڑہتے رہتے ہین دل سے ہیکو جہوٹ جانتے ہین اور ہیکے سبب اپنے اعتقاد کو جہوٹ نہین دیتے **بخلاف** خیالات سید احمد خانصاحب کے قرآن و حدیث کے لباس مین ظاہر کئے جاتے ہین اسکو مسلمانون کے ناواقف لڑکے قرآن و حدیث کے مطابق سمجہکر قبول کر لیتے ہین اور اسلام کو ہاتہ سے دے بیٹہتے ہین - وہی نوجوان مدرسہ علیگڈہ مین جانے سے پیشتر خاصہ پکا مسلمان تہا مگر جب علیگڈہ سے ہو کر آیا تو کچہہ کا کچہہ بن گیا - صورت و سیرت و لباس و قول و عمل و اعتقاد سے اسلام کا معارض نظر آیا - یہہ ذکر مدرسۃ العلوم بذیل اعتراض اس نوجوان کی تبہا واتفاقا ہو گیا ہے مستقل طور پر اسکا ذکر جمیل پہر کسی موقع پر ہوگا اس مقام پر صرف اتنا بیان کرنا مقصود تہا کہ جو اعتراض اسلام پر ہنود و عیسائی کرتے ہین وہ اب نیچری کرنے لگے ہین - اور اس اعتراض مین وہ ہندو اور عیسائون کی نسبت زیادہ افسوس کا محل ہے -

الحاصل دونون دلیلین جناب مجدد طب امام غزالی کے مقابلہ مین باطل و ناتمام اور امام غزالی کے دعوی کو اوٹہا نہین سکتے ہین -

اس بیان مین گو کسیقدر تطویل ہو گئی ہے مگر اس تطویل سے یہہ بات بخوبی ثابت ہوئی کہ جو کچہہ

امام غزالی یا تمام مسلمان بہشت اور نعمائے بہشت کی نسبت خیال رکھتے ہیں وہ صحیح وحق وعقل ونقل کے مطابق ہیں اور جو جناب مخاطب نے اُسپر نکتہ چینی کی ہے وہ سنہرہ اور نیچر کے برخلاف ہے۔

اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے دوسری مثال وجود عقلی کی آنحضرت صلعم کا یہہ قول ہے

المثال الثانی قولہ صلعم ان اللہ خمر آدم بیدہ اربعین صباحا فقد اثبت للہ تعالے یداً ومن قام عندہ البرہان علے استحالۃ الید للہ تعالے التی ہی جارحۃ محسوسۃ او متخیلۃ فیثبت للہ تعالے یداً روحانیاً وعقلیاً اعنی انہ یثبت معنے الید وحقیقۃ وروحہ دون صورتہ او روح الید ومعناہ یبطش بہا ویفعل ویعطے ویمنع واللہ تعالے یمنع ویعطے الملائکۃ۔ ××××××

کہ اللہ تعالے نے حضرت آدم کی مٹی کو چالیس دن تک اپنے ہاتھہ سے گوندھا ہے اس سے خدا کے لیے ہاتھہ ثابت ہوتا ہے اور جسکے لئے نزدیک خدا کے لئے ہاتھہ (جو ایک نظر آتا یا خیال کیا جاتا عضو ہے) کا ہونا محال ہے وہ خدا کے لئے روحانی اور عقلی ہاتھہ ثابت کرتا ہے یعنے ہاتھہ کی صفت اور حقیقت اور اُسکی روح نہ اسکی صورت ہاتھہ کی روح اور حقیقت یہہ ہے کہ اس سے پکڑا جاوے اور لیا دیا جاوے اور اللہ تعالے فرشتوں کے واسطہ سے دیتا ہے اور روکتا ہے یعنے اس ہاتھہ سے فرشتہ مراد ہے۔

اما الوجود الشبہی فمثالہ الغضب والشوق والفرح والصبر وغیر ذلک مما ورد فی حق اللہ تعالے فان الغضب مثلاً حقیقۃ ہو غلیان دم القلب لارادۃ التشفی۔

وہذا ینفک عن النقصان والم فمن قام عندہ البرہان علے استحالۃ ثبوت نفس الغضب ثبوتاً ذاتیاً وحسیاً وخیالیاً وعقلیاً تنزلہ علے ثبوت صفۃ اخرے یصدر منہا ما یصدر

وجود شبہی کی مثال غصہ۔ شوق۔ خوشی صبر وغیرہ صفات ہیں جو خدا کے حق میں وارد ہیں غصہ کی حقیقت یہہ ہے کہ خون دل جوش میں آوے تاکہ اس سے دل کا ارمان نکل جاوے اور یہہ امر نقصان اور رنج سے خالی نہیں ہے اور جس شخص کے نزدیک خدا کے لئے وجود ذاتی وحسی وخیالی وعقلی غصہ کے محال ہونے پر دلیل قائم ہے وہ اس غصہ کو اور صفت پر محمول کرتا ہے

من الغضب کارادۃ العقاب والارادۃ لاتناسب الغضب فی حقیقۃ ذاتیۃ لاکل خاصۃ من الصفات تقارنہا او اثر من الاثار یصدر عنہا وہو الا یلام۔

جس سے وہی اثر ظاہر ہو صادر ہوتا ہے جو غضب سے صادر ہوتا ہے جیسے ارادہ انتقام ہی ارادہ کو غضب سے حقیقت ذاتی مین مناسبت نہین ہے بلکہ صفت مین جو اس حقیقت کے قریب

قریب ہو یا اثر مین جو اس سے صادر ہو وہ لیا ہے ۶ کسیکو دکھ پہنچانا یا تکلیف دینا۔

راقم کہتا ہے جن لوگون سے امام صاحب نے مسائل وجود عقلی اور مسائل وجود شہبی کی تاویل نقل کی ہے وہ فلسفی مسلمان ہین جو ایک دفعہ دریا فلسفہ مین ڈوبے ہین تو پھر باوجود ارادہ باہر نکلنے کی اس سے نقل نہین ہوسکی اسکی کسی نہ کسی بلا مین مبتلا ہین پھر اسکو ابتلا نہین سمجھتے۔ اور بعض تو انہین ایسے ہین کہ اب تک اسکے قعر مین مستغرق ہین اور بحر شریعت ہی دریا فلسفہ کو سمجھتے ہین۔ جناب مخاطب اور انکے ہم مذہب ان ہی لوگون کے مقلد ہین اور انکی تقلید سے صفات باری یہی اعتقاد رکھتے ہین چنانچہ مولوی مہدی علیصاحب نے مضمون نمبر ۲۸ مین خدا تعالے کو ماہیۃ کو ہی وجود عقلی سے تاویل کیا ہے اور جناب مخاطب نے مضمون نمبر ۲ مین ہی کو تصدیق فرمایا اور سوائے اسکے اور بہت جگہہ ایسا ہی فرمایا ہے۔ **لیکن** سلف صالحین صحابہ و تابعین و ائمہ فقہاء و محدثین انکے مخالف ہین۔ وہ جملہ صفات باری یدہ وجہہ استواء وغیرہ کو نہ ظاہری معنے پر جو جسم کے ساتھ مختص ہین محمول کرتے ہین اور نہ انکی تاویل وجود عقلی یا شبہی سے جائز سمجھتے ہین۔ بلکہ حقیقت ان صفات کو خدا کے سپرد کرتے ہین اور انکے وجود پر جس معنے کر کہ خدا نے ارادہ کیا ہے اور اسکی ذات کو لائق ہے ایمان رکھتے ہین۔

وہ کہتے ہین کہ خدا تعالے کا ماہیۃ ہے نہ ایسا جیسا ہمارا یا کسی اور مخلوق کا اور نہ ان معنے کر کہ اسکے کوئی قوت یا قدرت مراد ہے بلکہ اس معنے کر جو خدا کی ذات کو لائق ہے اور خدا کے نزدیک وہ مراد ہے اسکی حقیقت کا ہمکو علم نہین پر اسکے لوازم و آثار و افعال کا علم حاصل ہے۔ لیا دینا بنانا بگاڑنا وغیرہ افعال اسکے لوازم و آثار ہین۔ و علے ہذا القیاس وہ بقیہ صفات کو خیال کرتے ہین۔

حنابلہ کا صفات باری مین یہی اعتقاد ہے جسکو متعصب نا واقف لوگ تجسیم و تشبیہ سے تعبیر کرتے ہین اور اس اعتقاد کے معتقدین کا مجسم اور مشبہ نام رکھتے ہین -

امام الحنابلہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے مسئلہ استواء کی باب مین فرمایا ہے کہ اسمین وہی قول

القول فی الاستواء والنزول کالقول فی سائر الصفات التی وصف اللہ بہ نفسہ فی کتابہ وعلی لسان رسولہ صلعم فان اللہ تعالی سمی نفسہ بالسمع والبصر ووصف نفسہ بالیدین فالقول فی بعض ہذہ الصفات کالقول فی بعض وہذا مذہب سلف الامۃ وائمتہا ان نصف اللہ تعالی بما وصف بہ نفسہ وبما وصفہ بہ رسولہ صلعم من غیر تحریف ولا تعطیل ولا تکییف ولا تمثیل فلا یجوز ان صفات اللہ تعالی التی وصف بہا نفسہ کشیء من صفات المخلوقین بل ہو سبحانہ لیس کمثلہ شیء وہو السمیع البصیر لیس کمثلہ شیء لا فی ذاتہ ولا فی صفاتہ ولا فی افعالہ - مذہب السلف مذہب مین مذہبین ہے جس مین اثبات الصفات ونفی مماثلۃ المخلوقات فقولہ تعالی لیس کمثلہ شیء رد علی اہل التشبیہ والتمثیل وقولہ وہو السمیع البصیر رد علی اہل النفی والتعطیل فا مثل اعنی المعطل لاصل

(مقبول) ہے جو تمام صفات باری مین ہے جن صفات سے خدا نے اپنے آپکو موصوف فرمایا ہے ان مین سے ایک صفت ہین وہی قول ہے جو دوسرے مین ہے مذہب سلف ائمہ اور رائیکا اس مین یہ ہے کہ ہم خدا کو اس صفت سے موصوف کرین جس سے خدا نے اپنے آپکو اور اسکے رسول نے خدا کو موصوف کیا ہے نہ اسکو تحریف (یعنے تاویل کرکے بے معنی) کرین اور نہ اسکی کوئی مثال و کیفیت بیان کرین نہ کسی صفت کی نفی کرین نہ کسی صفت کو صفات مخلوقات سے تشبیہ دین وہ خدا تعالی ایسا ہے کہ اسکی مثل کوئی چیز نہین اور وہ سننے اور دیکھنے والا ہے کوئی چیز نہ اسکی ذات کی مثل ہے نہ اسکی صفات کی نہ اسکے افعال کی - مذہب سلف اسمیں دو مذہبون کے بیچا بیچ مین ہے دو گمراہیون کے بیچ مین وہ ہدایت ہے یہ کہ خدا کی صفات کو ثابت کرین اور مشابہ مخلوق کو مٹاوین - پس خدا کا یہ قول کہ اسکی مثل کوئی چیز نہین ہے

والممثل یعبد صنماً والمعطل یعبد عدماً	خدا کی صفت کو مخلوق سے تشبیہ و تمثیل دینے والا بت پرست ہے اور خدا کا یہہ قول کہ وہ سنتا اور دیکھنے والا ہے۔ اسکی صفات کو سنانے والے اور اسکو صفات سے بیکار کرنے والا دونوں برابر ہیں۔ صفات خدا کی مثال بنانے والا نیم کو ہے اور خدا کو صفات سے معطل کرنے والا اندھا ہے۔ تشبیہ دینے والا بات کی پرستش کرتا ہے اسکو صفات سے معطل کرنے والا محض عدم کو پوجتا ہے۔

یہی اعتقاد اکابر ائمہ محدثین نے سلف سے نقل کیا ہے اور اسکے خلاف کو ضلالت سے تعبیر کیا ہے

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اپنی کتاب سنن جامع میں (بذیل اس حدیث کے) کہ

وقد قال غیر واحد من اہل العلم فی ہذا الحدیث	خدا تعالیٰ ہاتھ رکھتا ہے اور انگلیاں ہیں
ومایشبہ ہذا من الروایات من الصفات	قبول کرتا ہے اور فرمایا ہے کہ بہت سے اہل علم نے اس
ونزول الرب تبارک وتعالیٰ کل لیلۃ الی السماء	حدیث میں اور جو اسکی مثل صفات باری میں
الدنیا قالوا قد تثبت الروایات ثم یتدبر	اور وہ میں فرمایا ہے کہ اصحاب ہیں جو کچھ یہ روایتیں
بہا ولا یتوہم ولا یقال کیف ہکذا روی	اسی پر ہم ایمان لاتے ہیں اور اسمیں وہم نہیں
عن مالک بن انس وسفیان بن عیینۃ وعبد اللہ	دوڑاتے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ وہ کیسے کر ہیں۔
بن المبارک انہم قالوا فی ہذہ الاحادیث	ایسا ہی امام مالک و سفیان بن عیینہ و عبد اللہ بن المبارک
امروہا بلا کیف وہکذا قول اہل العلم من اہل	سے مروی ہے وہ کہتے تھے کہ ان احادیث کو جیسے
السنۃ والجماعۃ واما الجہمیۃ فانکرت ہذہ الاشیاء	یہہ آئی ہیں ویسے ہی جاری کرو اور انکی کیفیت سے
وقالوا ہذا تشبیہ وقد ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ	تعرض نہ کرو یہی اعتقاد اہل سنت و جماعت کا ہے
فی غیر موضع من کتابہ الید والسمع والبصر	فرقہ جہمیہ اسکے منکر ہیں اور اس اعتقاد اہل سنت کو
فتاولت الجہمیۃ ہذہ الآیات وفسروہا علی غیر	تشبیہ کہتے ہیں۔ اور جو خدا تعالیٰ نے بہت جگہہ اپنی
ما فسر اہل العلم وقالوان اللہ لم یخلق آدم	کتاب میں اپنے لئے ہاتھہ سننے دیکھنے کو ذکر فرمایا ہے
بیدہ وقالوا انما المعنی القوۃ وقال اسحاق	تو اسکی جہمیہ بخلاف اہل علم کے یہہ تاویل کرتے ہیں کہ ہاتھہ

ابن ابراهيم انما يكون التشبيه اذا قال يد كيد
او مثل يد او سمع كسمع او مثل سمع فاذا قال
سمع كسمع او مثل سمع فهذا تشبيه واما اذا قال
كما قال الله تعالى يد وسمع وبصر ولا يقول
كيف ولا يقول مثل سمع ولا كسمع فهذا لا
يكون تشبيها وهو كما قال الله تبارك وتعالى
في كتابه ليس كمثله شئ وهو السميع البصير

سے قدرت مراد ہے اسحاق بن ابراہیم انکو
رد میں کہتے ہیں کہ خدا کے لئے ہاتھ ثابت
کرنے میں تشبیہ تب ہو جبکہ اسکے ہاتھ کو کسیکے
ہاتھ کی مثل کہا جاوے اور اسکے سننے کو کسیکے
سننے کی مثل۔ اور اگر صرف اتنا ہی کہیں جتنا
خدا نے کہا ہے کہ خدا کے لئے ہاتھ ہے اور
اور سنتا ہے اور دیکھتا ہے اور یہ نہ کہیں

کہ کیسا ہے اور نہ یہ کہیں کہ کسی مخلوق جیسا ہے تو یہ تشبیہ نہیں ہے چنانچہ خدا تعالے خود
فرماتا ہے لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر یعنے اسکی مانند کوئی چیز نہیں۔ اور وہ سننے دیکھنے والا ہے
اور **ملخص طبقات** ذہبی میں بذیل ترجمہ خطیب بغدادی مرقوم ہے کہ خطیب کی کلام سے
یہہ بھی ہے کہ صفات باری میں کلام اور جو اسمیں کتب سنن و صحاح میں مذہب سلف مروی

من كلام الخطيب واما الكلام في الصفات وان
ما روي فيها في السنن والصحاح مذهب
السلف اجراؤها على ظواهرها ونفي الكيفية والتشبيه
عنها وقد نفاها قوم فابطلوا ما اثبته الله تعالى
وحققها قوم من المثبتين فخرجوا في ذلك الى ضرب
من التشبيه والتكييف والقصد انما هو سلوك الطريق
المتوسط بين الامرين ودين الله تعالى بين الغالي
فيه والمقصر عنه والاصل في هذا ان الكلام
في الصفات فرع الكلام في الذات ويحتذى
في ذلك حذوه ومثاله فاذا كان معلوم

ہے یہہ ہے کہ انکو ظاہری معنوں پر (جو مناسب
ذات جلالت ہیں) جاری کیا جاوے اور کیفیت
و تشبیہ کو اسسے دور کیا جاوے۔ ان صفات کو
ایک قوم (یعنے جہمیہ مقلدین فلاسفہ) نے تو صاف
مٹا یا ہے اور جو خدا تعالے نے ثابت کیا ہے اسکو
انہوں نے باطل کیا اور ایک قوم (یعنے فرقہ مجسمہ)
نے ایسا ثابت کیا ہے کہ اس اثبات میں تشبیہ و بیان
کیفیت کا راستہ اختیار کیا ہے۔ میانہ روی ہمیں ہے
کہ دونوں مذہبکے بیچ سے راہ چلیں اور افراط
اہل اثبات اور تفریط اہل نفی کے مابین دین

ان اثبات رب العالمین انما ہو اثبات وجود
لا اثبات کیفیۃ فکذلک اثبات صفاتہ انما ہو اثبات
وجود لا اثبات تحدید وتکییف فاذا قلنا ید
وسمع وبصر فانما ہی صفات اثبتہا اللہ تعالے
لنفسہ ولا نقول ان معنی الید القدرۃ ولا ان
معنی السمع والبصر العلم ولا نقول انہا جوارح
ولا نشبہہا بالایدی والاسماع والابصار التی
ہی جوارح وادوات الفعل ونقول انما وجب اثباتہا
لان التوقیف ورد بہا ووجب نفی التشبیہ
عنہا بقولہ تعالے لیس کمثلہ شئ ولم یکن لہ کفوا احد

اختیار کرین - اصل اسمین یہہ ہے کہ خدا کی صفات
میں کلام کرنا اسکی ذات مین کلام کرنے کی فرع ہی
اور یہہ اسکے قائم مقام اور اسکی مثال ہے اور
ظاہر ہے کہ خدا کی ذات کا اثبات اسی حد تک
ہوا ہے کہ اسکا وجود ہے نہ یہہ کہ اسکی ذات
کسطرح کی ہے اور اسکی کیفیت کیا ہے - اسیطرح
اسکی صفات کا اثبات اسیقدر ہوسکتا ہے
کہ ان صفات کا وجود ہے نہ یہہ کہ انکی کیا حقیقت
ہے پس جب ہمنے کہا کہ خدا کے لئے ہاتھہ ہے یا سننے
کی قوت ہے یہی مراد ہے کہ یہہ خدا کی صفتین ہین
جنکو خدا نے اپنی ذات کے لئے ثابت کیا ہے - اسمین ہم یہہ نہین کہتے کہ ہاتھہ سے مراد قدرت ہے
اور سمع اور بصر سے مراد علم ہی - اور نہ یہہ کہتے ہین کہ وہ ہمارے جیسے جوارح و آلات جسمانی ہین - ہم
تو یہی کہینگے کہ ان صفات کی وجود سے خدا نے ہمکو واقف کیا ہے اسلئے ہم پر انکا ماننا واجب ہے
اور اُنکی مخلوق سے تشبیہ دینی کی نفی بھی واجب خدا نے خود فرمایا ہے اسکی مثل کوئی چیز نہین ہے -
اور اسکا کوئی ہمتا نہین ہے -

اور تفسیر **معالم التنزیل** مین بذیل آیۃ ثم استوی علی العرش فرمایا ہی کہ معتزلہ اس استوا کی استیلا سے

واولت المعتزلۃ الاستوار باستیلار فاما اہل
السنۃ فیقولون الاستوار علے العرش صفۃ
للہ تعالے بلا کیف یجب علی الرجل الایمان بہ ویکل
العلم فیہ الی اللہ عزوجل وسال رجل مالک بن انس
عن قولہ الرحمن علی العرش استوی کیف استوی

تاویل کرتے ہین مگر اہل سنت کہتے ہین کہ استوار
علے العرش خدا کی ایک صفت ہی جسکی کیفیت نامعلوم
ہی انسان پر واجب ہی کہ یہہ ایمان لاوے اور اسکی
(حقیقت کا) علم خدا کے سپرد کرے -
ایک شخص نے امام مالک سے آیۃ الرحمن علی العرش

فاطرق رأسه ملیا وعلاه الرحضاء ثم قال الاستواء غیر مجهول والکیف غیر معقول والایمان به واجب والسؤال عنه بدعة وما أظنك الا ضالا ثم أمر به فاخرج وروی ذلك عن سفین الثوری والاوزاعی واللیث بن سعد وسفین بن عیینة وعبد الله بن المبارك وغیرهم من علماء السنة فی هذه الآیات التی جاءت فی الصفات المتشابهات امروها کما جاءت بلا کیف۔

استوی کا مطلب پوچھا اور کہا کہ خدا کا استوا عرش پر کیونکر ہے تو آپنے دیر تک سر کو نیچے کر کیا اور انکو پسینہ آگیا پھر فرمایا کہ خدا کا عرش پر ہونا معلوم ہے اور اسکی کیفیت مجہول اور اسپر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے سوال بدعت ہے میرے خیال مین تو کوئی گمراہ معلوم ہوتا ہے پھر آپنے حکم دیا تو وہ شخص نکالا گیا۔ اوسفین ثوری اور اوزاعی اور لیث ابن سعد وسفیان بن عیینہ وعبد اللہ بن مبارک وغیرہ علماء اہل سنت سے یہی مروی ہے کہ ان آیات کو جو صفات متشابہات مین وارد ہین جیسی ہیں وارد ہین ویسے انکو جاری کرو اور انکی کیفیت سے تعرض نکرو۔ اسباب مین کے رسایل مستقل سلف وخلف نے تالیف کیے اور وہ خدا تعالی کی عنایت سے چھپکر شایع بھی ہوے ہین از انجملہ دو رسالہ نہایت عجیب ہین التحف شرح الرشاد الی مذہب السلف تالیف امام محمد بن علی شوکانی۔ وجواب سوال از شیخ محمد بن ناصر حازمی۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ سلف صالحین صفات باری مین نہ تاویل وتسلیم کے قایل ہین نہ انکو صفات مخلوق کی مانند سمجھتے ہین نہ انہین تاویل کو پسند کرتے ہین۔ تاویل و تعطیل اہل بدعت وضلالت (فلاسفہ یا مقلدین فلاسفہ کا) مذہب ہے جو خطاب مخاطب اور انکے ہم مذہبون نے اختیار کیا ہے۔ **ولیکن** اس تفصیل کو جو سے مخاطب کب سنتے ہین اور ترمذی یا ذہبی یا امام مالک یا عبد اللہ بن المبارک کی کب مانتے ہین اور کسی محدث یا مفسر یا صحابی یا تابعی کو وہ کیا جانتے ہین۔

† یہہ رسالے لاہور مین حافظ بہاء الدین ٹبلیکہ دار سالکن کوچہ کندیگران۔ اور شیخ محی الدین تاجر کتب سالکن بازار کتبیری سے بقیمت ۳ روپیہ محصول ڈاک مل سکتے ہین ایسا ہی اور رسایل توحید وصفات۔

پھر وہ سلف صالحین کی متابعت سے تفویض کو کیونکر قبول کرتے ہین اور اپنے فلسفی مذہب تاویل کو کسطرح بدعت سمجھ سکتے ہین اسلئے مناسب ہے کہ انکا افہام افہام عقلی تقریر سے عمل مین آوے - اور کسی نیچری کی کلام کو اسمین بطور سند پیش کیا جاوے - سو جناب خود بدولت ہی ہین جو صفات باری مین اپنی عقل سے وہی تقریر کر چکے ہین جو مذہب محدثین کے قریب قریب ہے -

چنانچہ تہذیب الاخلاق سنہ ۹ نمبر چہارم مین بصفحہ ۱۰ آپ فرماتے ہین -

مضمون نمبر ۲۰۴

عقائد مذہب اسلام

عقیدہ سوم

متعلق بہ صفات باری جل جلالہ

وہ ہستی جسکو ہم خدا یا علۃ العلل کہتے ہین نہ ہمارے دیکھنے مین آتا ہے نہ چھونے مین اور نہ خیال مین تو ہم بجز اتنی بات جاننے کے کہ ہے اور کچھ حقیقت اسکی ذات کی نہین جان سکتے خدا ہی تو اپنی ذات کی حقیقت ہمکو نہین بتا سکا - موسےٰ نے پوچھا کہ فرعون کے پاس تیرا پیغام لیکر جاؤن تو کیا بتاؤن کہ تو کون ہے تو یہی جواب ملا کہ مین وہی ہون جو ہون پس جبکہ ہم ایک ذات کی حقیقت نہین جان سکتے تو اسکی صفات کی حقیقت بھی نہین جان سکتے بلکہ درحقیقت اسکو کسی صفت کا محل نہین قرار دے سکتے

تمام صفات جنکو ہم خیال کر سکتے ہین وہ سب مفہومات ہین جو ہمنے بلحاظ ان چیزون کے حالتون کے جنکو ہم دیکھتے ہین یا چھوتے ہین یا سونگتے ہین یا سنتے ہین یا سمجھتے ہین اخذ کئے ہین مگر جب کہ وہ ہستی ہماری ان سب حسون سے اوپر ہے تو ہم کیونکر جان سکتے ہین کہ وہ صفات اسمین بھی ہین یا وہ ان صفات کا محل بھی ہو سکتی ہے اسلئے تمام صفات جو خدا کی طرف نسبت کیجاتی ہین انکو یون کہا جاتا ہے کہ وہ صفات تو اسمین ہین مگر ویسی نہین ہین جیسکو ہم جانتے ہین یعنے جو حقیقت

ان صفات کی ہمنے موجودات عالم سے اخذ کر کر سمجھی ہے وہ حقیقت ان صفات کی نہین ہی جو اسمین ہین اور یہہ کہنا ہمارا صاف صاف یہی کہتا ہے کہ ان صفات کا جنکو ہم جانتے ہین اسمین ہونا نہین جانتے ۔

خدا کو ہاتھہ پاؤن والا منہ والا بولتا چلتا پھرتا سنتا دیکھتا کرتا کراتا جیتا جاگتا خوش ہونے والا خفا ہونے والا سب کچھہ کہتے ہین ۔ مگر اسکے ساتھہ یہہ بھی کہتے ہین کہ ہمارے سے ہاتھہ پاؤن ہمارا سامنہ ہمارا سا بولنا ہمارا سا چلنا پھرنا ہمارا سا سننا دیکھنا ہمارا سا کرنا کرانا ہمارا سا جینا جاگنا ہمارا سا خوش اور خفا ہونا نہین ہے ۔ مگر جب پوچھو کہ اگر ویسا نہین ہے تو پھر کیا ہے تو جواب یہی ہوگا کہ ہم نہین جانتے ۔ بات کا تو بہت الٹ پھیر ہوا مگر نتیجہ یہی نکلا کہ ان صفات کا جنکو ہم جانتے ہین اس مین ہونا نہین جانتے ۔

صفات باریکا انکی نسبت یقین کرنا اس یقین سے نہین ہی کہ درحقیقت وہ صفتین جنطرح پر ہم انکو جانتے ہین اسمین ہین یا وہ انکا محل ہے بلکہ یقین اس وجہ سے ہی کہ ایسی ذات کو جو علت العلل ہے ان صفات کو مشابہ صفتون کا ہو موصوف یا ان صفات کی مانند قدرتون پر قادر ہونا لازم ہی کیونکہ بغیر انکے وہ علت العلل نہین ہو سکتی جیکا علت العلل ہونا تسلیم کیا ہے ۔

زندگی اور موت دو صفتین ہین جنکے مفہوم کو ہمنے جاندار چیزون کی حالات سے اخذ کیا ہے پس کیا ہم یقین کر سکتے ہین کہ اس زندگی یا موت کا جسکو ہم جانتے ہین خدا محل ہو سکتا ہے یا انہیہ ہم انکو زندگی یا موت کہتے ہین ۔ دہریون نے مسلمانون کی مذہبی کتابون مین ان لفظون کو جو صفات باری کی نسبت بولے گئے ہین انہی کا مفہوم لیا جو انہون نے موجودات کی حالات سے اخذ کیے تھے اور پھر ان صفات کے منکر ہوکر کہنے لگے کہ ہم کیونکر یقین کرین کہ صفت قدرت کی یا رحم کی اسمین ہے ۔ ہم کہتے ہین کہ ہم کب یقین کرتے ہین اور ہم کب ان صفتون کا جنکو ہم جانتے ہین انکو محل قرار دیتے ہین بلکہ یہہ کہتے ہین کہ جن صفتون کو ہم جانتے ہین وہ بھی ہیں اس علت العلل کی ذات کو لازم ہین اور اسی لئے انکے لوازم ہونے پر یقین ہے ۔ ××××××××

تاانیہمہ جسطرح ہم اسکی ذات کی حقیقت نہین جانتے اسطرح اسکی صفات کی حقیقت کو بھی نہین جانتے
بانی اسلام نے بھی انکی حقیقت کا جاننا ہمارے ایمان کا جزو نہین قرار دیا بلکہ خود اُسنے انکی حقیقت کو کچھ
خود نہین بتلایا غفور - رحیم - قادر - حی - لایموت بتلایا اور اس بتانے سے اسکی ذات کا محل ہونا
لازم نہ آیا تو ایسا خیال کرنا خود ہماری غلطی ہے -
خدا کے ساتھہ جن صفتون کو ہم بتاتے ہین گو انکے مفہومات توموجودات کے حالات سے اخذ کیے ہوئے
ہین مگر خدا کیطرف من حیث الاطلاق نسبت کرتے ہین بلکہ اطلاق کی قید سے بھی مطلق رکھتے ہین
تاکہ صرف مفہوم ہی مفہوم باقی رہ جاوے اور اسلیے جب کسی صفت کو کہتے ہین کہ ہے تو یہہ بھی
کہتے ہین کہ ایسے نہین ہے -
یہہ ایک بحث عام صفات باری کی نسبت تھی اور آیندہ ہم وقتاً فوقتاً ہر ایک صفت کی نسبت
خاص خاص بحث کرینگے ولی التوفیق - (راقم سید احمد)

یہہ کلام انر ابیل صاحب بہادر اگرچہ شتر و گربہ سے خالی نہین کیونکہ اسکی کسی فقرہ مین تفویض
و تسلیم صفات مناسب ذات پائی جاتی ہے چنانچہ اہل حدیث کا اعتقاد ہے اور کسی فقرہ سے نفی
و تعطیل ٹپکتی ہے جو جہمیہ کا اعتقاد ہے ولیکن ہمکو آپکے جہمیانہ فقرات سے کچھہ کام نہین بلکہ اس
مقام الزام مین صرف انہی فقرات سے احتجاج و استدلال کافی ہے جنمین تفویض پائی جاتی ہے -
اور انپر خط کھینچکر نمبر و نشان لگائے گئے ہین - ان فقرات خمسہ کی دست آویز سے انر ابیل صاحب
بہادر اور اُنکے ذریات کو الزام دیتے اور یہہ کہتے ہین کہ جس حالت مین خود انر ابیل صاحب بہادر
صفات باری مین ایسا کچھہ کہہ چکے ہین جسکے رو سے خدا کے لئے ہم غیرہ صفات کا وجود ذاتی
مناسب ذات خداوندی ممکن ہے تو پھر اسکو بوجود عقلی کیون تاویل کیا جاتا ہے اور اسکا بوجود
ذاتی موجود ہونا اور اسکی حقیقت و کیفیت کا علم خدا کی سپرد ہونا کیون تسلیم نہین کیا جاتا - اور اسکی
نسبت یہہ کیون نہین کہا جاتا (جیسے آپنے ان فقرات مین کہا ہے) کہ ہم تو اسمین نہین ہے مگر ایسا نہین جیسا ہم جانتے ہین
(۲) جس کے ہم کو ہم جانتے ہین اسکا ہونا اسمین نہین جانتے (۳) پر جس کے ہم کو ہم جانتے ہین

ایسا ہی کچھہ اس علۃ العلل کی ذات کو لازم ہے (۴) با اینہمہ جسطرح ہم اسکی ذات کی حقیقت نہین جانتے اسیطرح اسکے ہاتھہ کی حقیقت نہین جانتے باقی اسلام نے بھی اسکی ہاتھہ کی حقیقت کا جاننا ہمارے ایمان کا جزو قرار نہین دیا - ید اللہ فوق ایدیہم - بل یداہ مبسوطتان - والسماء بنیناہا بایید - یمین اللہ ملاء وغیرہ فرمادیا (۵) بسبب اسکے جب ہم ہاتھہ کو کہتے ہین تو یہہ بھی کہتے ہین کہ ایسا نہین ہے (یعنے جیسا ہمارا ہے) یہہ بیان الزام و افحام نیچریون کے لئے (اگر وہ منتفع ہون) کافی برہان ہے اور جو منتفع نہون انکے سامنے بدیہی سے بدیہی دلیل ہے مضحکہ و ہزیان ہے - اور اس مقام مین کہ اس مسئلہ کا ذکر صرف الزام نیچریہ کے لئے نہین ہوا بلکہ عامہ خیالات کی اصلاح بھی ہمین مدنظر ہے اکثر لوگ مسئلہ صفات مین حق و تحقیق سے ناواقف ہین اور اس ناواقفی کے سبب از دست الحق (محدثین و حنابلہ) پر یہہ سوءظنی رکھتے اور طعن کرتے ہین کہ یہہ لوگ خدا کو عرش پر مستقر بتاتے ہین اور یہہ کہ عرش پر ہونا اور اسکے ہاتھہ پاؤن اپنے سے جانتے ہین - یہہ سوءظنی و ناواقفی نہ صرف عوام جہلا کو ہے - بلکہ خواص علماء (و بزعم خود) فضلاء کو بھی دامنگیر ہے - اسی مہینے مین دہلی کے مقلدین نے ایک اشتہار شائع کیا ہے جسمین انہون نے میری اسبات کا جواب دیا ہے جو مہینے نمبر ۴ جلد ۲ کے صفحہ ۱۲۵ مین انکی درخواست مباحثہ کے جواب مین لکھی تھی کہ مقلدین کو مجھسے الجھنا مناسب نہین - ہم اور مقلدین باوجود یکہ مسائل فرعیہ عملیات مین باہم مختلف ہین تاہم اصول اعتقادات مین متفق ہین - اور نیچریہ اصول و فروع دونون مین ہم دونون فریق کے مخالف ہین ایسی حالت مین ہم دونون فریق کو مناسب ہے کہ باہمی فروعی جھگڑے چھوڑکر ان مخالفین کی تحریراً و تقریراً خبر لین اس جواب حضرت مقلدین کا حاصل یہہ ہے کہ تم خدا کو عرش پر مستقر کہتے ہو پھر تمہارا ہمارا کیا اتفاق و اتحاد ہے - اس بیان مین ہمنے ان حضرات کی سوءظنی کا بھی علاج کردیا ہے اور خوب تفصیل سے بتادیا ہے کہ اہلسنت کا استواء ید و وجہ وغیرہ صفات باری مین وہی اعتقاد ہے جو تمام سلف صالحین صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کا اعتقاد ہے اب تو ہمارے حریف بدگمانی اوٹھاوین اور ہم سے اتحاد و یکجہتی پیدا کرین - اور آپسمین اتفاق کرکے اعداء دین نیچریون کی تحریراً و تقریراً خبر لین - اور باہمی

سبارت وخانہ بگی کو چھوڑ دیں۔

یا بجملہ جن لوگوں سے امام غزالی نے مثال دوم وجود عقلی اور وجود شبہی کی تاویل نقل کی ہے وہ اہل بدعت وفلاسفہ متعصب بین المذہبین اہل سنت اس تاویل کو پسند نہیں کرتے۔

ان درجات وجود اور انکی تمثیلات بیان کرنے کے **بعد امام صاحب** فرماتا ہے تو جانا

اعلم ان کل من نزل قولا من اقوال حبیب الشرع عن درجۃ من ہذہ الدرجات فہو من الجاحدین وانما المکذب ان ینفی جمیع ہذہ المعانی وہم ان ما قالہ لا معنی لہ وانما ہو کذب محض وغرض فیہا قال التلبیس او مصلحۃ الدنیا وہو الکفر المحض والزندقۃ ولا یلزمہم کفر الاولین بل اولوا ولا یلزمہم قائلون التاویل کما تشتہیہ الیہ وکیف یلزم الکفر واحد من فریق من اہل الاسلام انا وہو مضطر الیہ فی بعد الناس عن التاویل احمد بن حنبل وبعد الناس عن التاویل واقربہا الی ان یجعل الکلام مجازا او استعارۃ ہو الوجود العقلی والوجود التشبیہی والخیالی مضطر الیہ وقائل بہ الی ان نقل اشکالہ فلک من احمد وغیرہ۔

لے جسنے صاحب شریعت کی کسی قول کو ان درجات میں سے کسی درجہ پر منزل کیا وہ شارع کے تصدیق کرنے والوں سے ہوا۔ شارع کو جھوٹا جتلانا یہی ہے کہ ان سب درجات کو مٹا دے اور یہ خیال کرے کہ جو شارع نے کہا ہے اسکا کوئی واقعی مطلب نہیں ہے شارع نے لوگوں کو دھوکہ دینے کی نیت سے یا زیادہ مصلحت سے کہا ہے جو کہا ہے محض خیال محض کفر ہے اور سچا اعتقاد۔

مگر تاویل کرنے سے کفر لازم نہیں آتا جب تک کہ تاویل کرنے والے قائلون تاویل کا ہم عقیدہ ذکر کرنے لازم پکڑے۔ تاویل کنندگان کی تکفیر کیونکر جائز ہے حالانکہ اہل اسلام سے کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے جو تاویل کا محتاج نہیں ہے۔ سب سے بڑھکر تاویل سے دور رہنے والے احمد بن حنبل ہیں اور سب تاویلوں کی نسبت حقیقت سے دور اور مجاز کے قریب وجود عقلی اور شبہی ہے اور خیالی ہی اسکے محتاج اور قائل ہیں پھر امام صاحب نے اون تاویلوں کی تفصیل کی جو احمد بن حنبل وغیرہ ائمہ اہل سنت نے کی ہیں

اور ان تاویلات سے (بزعم امام) کسیکو چارہ نہیں ہے نقل کی ہے جسنے انکو نا گزیر حاجت سمجھکر چھوڑ دیا ہے۔

اس قول میں جو امام صاحب نے تکفیر مولین سے منع کیا ہے اسکو تو جناب مخاطب نے بڑی خوشی و افتخار سے قبول و تسلیم کر لیا ہے اور اسپر چند نتائج کو بطور سوالات متفرع کیا ہے۔ اور جو اسمیں معنے ظاہری کو چھوڑے اور معانی مجازی لینے کو تاویل قرار دیا ہے اور تاویل کے جواز کو پابندی قانون تاویل سے مشروط ٹھہرایا ہے اسکو ذکر کر دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے اب ہم اب ہم پوچھتے ہیں کہ بموجب اس تشریح کے جو امام صاحب نے بیان کی کیا وجہ ہے کہ جو لوگ اسبات کا انکار کرتے ہیں کہ الانہار من الجنۃ والنار حق مگر انکے نزدیک دلیل سے ثابت ہوئے کہ جنت و دوزخ معنوی کا سا باغ اور کھلا ہوا گڑھا کسی جگہ نہیں ہو سکتی اور اسلئے وہ اسکا وجود سے بھی قرار دیتے ہیں پھر وہ کیوں کافر ہیں ہے۔

وہ لوگ جنکے نزدیک کسے دوسرے جسم غیر مرئی و غیر محسوس کا معنوی للانسان یا ہادی للانسان ہونا محال ثابت ہوا ہے اور اسلئے وہ شیطان یا ملک کے وجود خارجی کے منکر ہو کر اسکا وجود فی نفس الانسان تسلیم کرتے ہیں اور بعوض اسکے کہ جنت کی جسم میں ایک مصور فرشتہ گیا ہوا تجویز کرتے مصور ہی پر ملک کا اطلاق کرتے ہیں کیوں کافر ہیں۔

جو لوگ کہ لوح محفوظ کو لکھا ہوا تختی اور قلم کو ہڑ یا نیٹھری کا قلم نہیں سمجھتے بلکہ اسکا وجود عقلی تسلیم کرتے ہیں وہ لوگ کیوں کافر ہیں ہے۔

جو لوگ کہ وحی من اللہ میں کسی دوسرے کیواسطے کو بالکل محال سمجھتے ہیں اور وہ اسی قوت کو جو انبیاء میں ہے جسکے سبب انپر نزول وحی ہوتا ہے اور جسکو ملکہ نبوت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے جبرائیل امین تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جبرائیل حق وہ کیوں کافر ہیں ہے۔ علاوہ اسکے بے انتہا اور بیا اسی قسم کی مثالوں کا اس چشمہ سے جسکو امام صاحب نے کہا ہے بہہ سکتا ہے۔

یہہ کلام جناب مخاطب تو مقام تسلیم ہے اور جو مقام رد میں اپنے فرمایا ہے وہ یہہ ہے - وہ لفظ امام صاحب کے سخت کرنے کے قابل ہیں اور صرف گفت ہی کے قابل نہیں ہیں بلکہ غلط ہی ہیں - وہ اسطرح پر پڑھنے قرار دینے کو بسطح پر بیان ہوا تاویل کہتے ہیں تاویل کے معنے تو ہیں بیان کے مگر انکے سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ کا ظاہری معنے بدلیل مستحکم و مستند ظہر ہوتا ہو تو اسکو وہ معنے کہنا کیجاوے تاکہ قول قابل صحیح ہو جاوے جسکا نشان یہہ نکلتا ہے کہ بغیر صحیح قول قائل وہ تاویل کی گئی ہے اگر یہی مطلب امام صاحب کا ہو تو یقینی غلطی اور زیادتی کے رسول کے کلام کو ایسا سمجھنا مساوی ہے کہ جسکو انہوں نے کفر قرار دیا ہے - تاویل کے معنے اگر صرف صرف عن الظاہر کے لئے جاویں تو میں اسکو تسلیم کرتا ہوں اور اگر اسکے معنے صرف کا قائل القائل کے لئے جاویں تو میں اسکو کفر نہیں سمجھتا ہوں - ایک شخص نے کہا کہ زید شیر ہے اور لفظ شیر سے قائل کی مراد بہادر ہونے سے ہے تو یہہ ہے جس کے معنے بہادر کے لیتے ہیں وہ درحقیقت تاویل نہیں ہے کیونکہ شیر کے معنے ہی بہادر کے لئے ہیں جسکے لئے قائل نے یہہ لفظ بولا ہے اور اسطرح پڑھنے لینے کو تاویل کہنا حماقت ہے میں آپ سے کہا فرق ہے میں کہا ایک شخص نے شجاع کے لئے اسد کا لفظ اختیار کیا ہے اور ایک شخص نے شجاع کے لئے اپنے بیٹے کے لئے تجویز کیا تو یہاں ناحق ہے لہذا الشخص مراد لینا تاویل ہوا اور اسد سے شجاع مراد لینا تاویل ہے -

× × × × × × × × × × × ×

وہ سہو القلم کے ہے جس سے امام صاحب نے قانون تاویل کیطرف اشارہ کیا ہے اور اس قانون کو آگے بیان کیا ہے جو اس قانون تاویل کے صحیح ہونے پر بحث نہیں کرتے تھے کہ امام صاحب نے جو شرط عدم کفر کو اس قانون پر شرط کیا ہے اس پر گفتگو کرتے ہیں - ہم پوچھتے ہیں کہ وہ قانون تاویل بنانے والا کون ہے ؟ امام صاحب ہیں اگر یہی ہیں یا اور کوئی انسان تو زبان کو کیسے ہیں کہ جب تک تاویل کرنے والا اپنے قانون تاویل کا پابند رہا تو کافر نہیں ہوا جس وقت تک اس پر کفر لازم نہیں ہوگا اور اس لئے کہتے ہیں کہ جو شخص جس تک ہمارے مسائل کا ایمان سے مذہب کا پابند رہا ہے وقت تک اس پر کفر لازم ہوگا کیا فرق ہے اشعری و معتزلی و حنفی کی مخالفت کو کیا وہ

ذات وصفات خدا ہی مین کیون نہو جب کفر قرار نہین دیا تو امام صاحب کے بنائی ہوئی قانون تاویل کی مخالفت سے کیون کفر لازم آویگا پس یہہ وہی مثل ہوئی کہ فرمن المطروقہ تحت المیزاب کوئی شخص جسکو امام صاحب نے مؤول کہا ہے جب تک کہ وہ تاویل کرتا ہے اور تقلید نہین کرتا کافر نہین کہلایا جا سکتا گو کہ اسکی تاویل کیسی ہی غلط ہو۔ کیا کہو گے حضرت امام محی الدین ابن عربی کو جنکی تفسیر ایسی رکیک تاویلون سے بھری ہوئی ہے جنکے لئے کوئی قانون ہی نہین بایں ہمہ کافر نعوذ باللہ منہا۔

رافضی کہتا ہے کہ جو کچھ آپنے **مقام تسلیم** مین فرمایا ہے اسکا حاصل یہہ ہے کہ جبر حالت عجز بنا بر تشریح امام صاحب کے باب تاویل مفتوح اور اسکا دعوٰی جاری ہے اور مؤول کی تکفیر نا بایدہ ہے تو پھر جو لوگ دوزخ و بہشت کے بوجود حسی تاویل کرتے ہین اور شیطان و ملائکہ کی بقوائے انسانی۔ اور لوح و قلم کے بوجود عقلی اور جبرئیل کی بقوت پاکیزہ نبوت تاویل کرتے ہین انکو کافر کہنے کی کیا وجہ ہے۔

اور چونکہ یہہ سوال مخصوص الزامی ہے جو امام غزالی کی اس تشریح و تسلیم تاویل پر مبنی ہے۔ سہو امام غزالی کیطرف سے اسکا یہہ جواب کافی ہے کہ وہ دوزخ و بہشت و آلام و نعیم وجود عقلی کو اور وجود حسی اور وجود ذاتی جبرئیل وغیرہ ملائکہ کو مانتے ہین پس تاویل کرنیوالے کو کافر کہنے کی جو ہے تو ایک یہہ وجہ ہے کہ وہ ہماری شرط تاویل کا پابند نہین ہے۔ اور جس محل مین وہ تاویل کرتا ہے اسمین تاویل کی گنجائش نہین ہے اس لئے جن تاویل کرنے سے بہت عقاید و ضروریات دین کا انکار پایا جاتا ہے جیسا کہ اسکا مفصل بیان اس قول کے بعد دوسرے اور تیسرے قول مین آتا ہے۔ رہا اصرار مخالفت کا وہ استعراض کا جیسا کہ اشعری کے خلاف سے کسطرح کفر لازم آسکتا ہے سو عنقریب رفع کیا جاتا ہے۔ اس جواب سے یہہ پہلا سوال بتوصیف اٹھ گیا اور بخوبی ثابت ہوا کہ مؤولین وجود جسمانی نعیم و الام بہشت و دوزخ و وجود ذاتی جبرائیل و ملائکہ کو کافر کہنا اس تشریح امام غزالی کی مخالف نہین ہے۔ اس تشریح کے صحیح ہونے کے ساتھ یہہ لوگ امام

غزالی کے نزدیک پکے کافر ہیں۔ اور انکے کافر ہونے کی وجہ امام غزالی کی کلام آئندہ میں بسط تمام مذکور ہے۔

اور جو مقام رد میں آپنے رقمز و فرمایا ہے اسکا حاصل تین اعتراض ہیں۔

اول یہم کہ تاویل کے معنے صحیح صرف الکلام عن الظاہر ہیں یعنے کلام کو اسکے ظاہر معنے سے پھیرنا۔ اور امام صاحب نے تاویل کے معنے صرف الکلام لاقا الی التفیل یعنے کلام کو مراد متکلم کے قرار دینے میں جو ساوی تکذیب ہیں اور کفر محض۔ **اعتراض دوم**۔ امام صاحب نے بوقت تعذر معنے ظاہری کلام کے معنے تشبیہی و مجازی مراد لینے کو تاویل قرار دیا ہے۔ اور یہ عاقت ہے۔ اسلئے کہ معنے مجازی تاویل نہیں ہے بلکہ حالت میں مراد متکلم وہی معنے مجازی ہیں تو وہی معنے ہیں الفاظ کے اصلی معنے ہیں۔

مثلاً زید کو شیر کہنے کے وقت لفظ شیر سے جب ایک انسان بہادر بولا گیا ہے تو یہ در حقیقت اپنے اصلی معنے میں مستعمل ہوا ہے۔ نہ تاویلی معنے میں جیسے کسی شخص کا نام شیر رکھنے کے وقت شیر کا اطلاق بھی بطور حقیقت ہوتا ہے نہ بطور تاویل۔

غرض آپکے نزدیک مستعمل و مجاز میں کچھ فرق نہیں ہے۔ دونوں کا استعمال یکساں اصلی معنے میں ہوتا ہے۔

اعتراض سوم۔ اس قانون کی تاویل جانے والے امام غزالی تو درکنار پھر انکا یہ کہنا کہ جو کوئی اس قانون تاویل کا پابند ہوگا وہ کافر ہے ویسا ہی فاسد و باطل ہے جیسا استعمری یا جہلی کا اپنے مخالف مذہب کو کافر کہنا باطل ہے۔ اور حق جواب میں یہ ہے کہ تاویل کا کوئی قانون نہیں ہے اور نہ ہستگی صحیح و غیر صحیح ہونے کی کوئی شرط ہے۔ جب تک کوئی تاویل کرنیوالا گو وہ تاویل ہی کیسی ہے غلط ہو وہ کافر نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین عربی نے ایسی ہی تاویلیں بکثرت اپنی تفسیر میں کی ہیں جنکے لئے کوئی قانون نہیں ہے پھر وہ کافر نہیں ہے۔

جواب اعتراض اول۔ امام غزالی کی کسی لفظ صریح یا اشارہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا

کیونکہ نزدیک تاویل کے معنے وہی معتبر ہین جو آپکے نزدیک کفر ہین یعنے صرف الکلام عما قالہ القائل یہہ کفر تو آپ ہی کے دل و دماغ سے پیدا ہوا ہے جو کفر کا مخزن و معدن ہے - امام غزالی کے نزدیک تو تاویل کے وہی معنے معتبر ہین جنکو آپ بھی مانتے ہین یعنے صرف الکلام عن الظاہر الذی یحتمل ہ عا جسپر انکے الفاظ ناطق ہین یہہ ہے کہ جب تک کلام خدا و رسول کے ظاہری معنے کے محال ہونے پر کوئی دلیل قایم نہوگی اس کلام سے وہی ظاہری معنے مراد سمجھی جائینگی اور جب انکے ظاہری معنے کے محال ہونے پر کوئی دلیل قایم ہوگی تو ہم یہہ یقین کرینگے کہ یہہ ظاہری معنے ہرگز ہرگز خدا اور رسول کی مراد نہین ہے اسوجہ سے اس کلام کو ظاہری معنے سے پھیر کر معنے باطنی مجازی پر حمل کرینگے اور اسکو مراد متکلم قرار دینگے - اس ہد عا کا یہہ مطلب قرار دینا کہ ہمین مراد متکلم سے کلام کو پھیرنا تجویز کیا گیا ہے پھر اسکو کفر قرار دینا اپنے ہی فہم و خیال کو مورد کفر بنانا ہے -

جواب ۱۴ اعتراض دوم - یہہ اعتراض اگر کسی اہل علم کی تحریر یا زبان سے سرزد ہوتا تو بھی جواب دیا جاتا کہ اس اعتراض کو زبان پر لانے سے ڈوب کر مرجانا بہتر ہے جسکے کبھی اسکا تعلق ہی سے بھی تہذیب منطق یا تحقیق معانی یا مبادی اصول پڑھی ہوگی اسسے یہہ جرات نہو سکیگی کہ معنے مجازی کسی لفظ کے اصلی و حقیقی معنے موضوعہ لہا کی نسبت تاویل نہین ہے - اور منقول و مجاز مین اصلی معنے اور تاویلی معنے مین مستعمل ہونے سے کوئی فرق نہین ہے مگر آپ معذور ہین - ان علوم منطق و معانی کو گو نشتر اور اصول فقہ کو مسلہ و تلنگبہ سمجھکر آپ کو جہل کی اشنائی کو بادیہ پیمائی یا بیزہ درائی جانتے ہین مع ذالک انما یجل اور یطیل بالقدر ہین اسلئے آپکی خدمت مین اسکا جواب بجز اسکے کچھ لکھنا مناسب نہین ہے کہ ہمین لوگون نے حقیقت و مجاز و منقول و مہمل وغیرہ اصطلاحات مقرر کئے ہین اور ہر ایک ان پر الفاظ انکے محاورہ و استعمال مین آتے ہین انکے نزدیک لفظ مستعمل بمعنے مجازی (جیسے لفظ شیر جو بمعنے انسان شجاع مین مستعمل ہو) کو نظر مراد متکلم وہ مراد نہین ہے کہ مراد اصلی معنے موضوعہ لہا

کی نظر ہے وہ مجاز ہے اور معنے غیر اصلی و غیر حقیقی میں مستعمل ہوا ہے۔
اسکو کوئی اہل لسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس معنے میں یہ اس وقت مستعمل ہوا ہے وہی درحقیقت
اور اصل معنے اس لفظ کے ہیں بخلاف اس لفظ کے جو اپنے اصلی معنے سے منقول ہوکر دوسرے معنے میں
مستعمل ہوا (جیسے لفظ شمس معنے آفتاب سے منتقل ہوکر کسی انسان کا نام مقرر ہوگیا ہو) وہ سب اہل
لسان کے نزدیک معنے اول ہونے کے وقت بھی اصلی و حقیقی معنے میں جیسا وضع ثانی اسکے
معنے قرار پانے میں مستعمل ہوا ہے اور اسکو کوئی تخصوص دلیل نہیں کہہ سکتا۔
اسکی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک مجاز و منقول میں فرق بیّن ہے مجاز† وہ لفظ ہے جو
اپنے اصلی معنے موضوع لہ (جن معنے کیلئے وہ بنایا گیا ہے) کے سوا اجنبی معنے میں جو اصل معنے کے مشابہ
و مناسب ہوں استعمال کیا جاوے۔
اور منقول وہ ہے جو اپنے اصلی اور حقیقی معنے موضوع لہ میں دوسرا وضع ثانی کیوں نہ ہو استعمال
منقول انکے نزدیک بحیثیت نقل حقیقت میں داخل ہیں اور مجاز اسکی نقیض و مقابل ہے۔

† الحقیقۃ الکلمۃ المستعملۃ فیما وضعت تلک الکلمۃ لہ فی اصطلاح وقع بہ التخاطب المجاز الکلمۃ
المستعملۃ فی غیر ما وضعت لہ فی اصطلاح بہ التخاطب (مختصر المعانی ملخصاً)
وان کثر معناہ فان وضع لکل ابتداء آ ے بلا تخلل النقل فمشترک واللا ای وان لم یوضع ابتداء
فان اشتہر فی الثانی المنقول مرتجل او عرف عام او خاص قال سیبویہ الاعلام کلہا منقولات
والا فحقیقۃ ومجاز (ملا حسن شرح سلم مختصراً)
ان استعمل اللفظ فیما وضع لہ فاللفظ حقیقۃ وان استعمل فی غیرہ لعلاقۃ بینہما فمجاز۔ او الاعدۃ
فمرتجل وہو حقیقۃ ایضا للموضع الجدید والا المنقول فان غلب فی معنی مجازی للموضوع لہ الاول حتی صار الاول
وہو حقیقۃ فی الاول مجازۃ الثانی من حیث اللغۃ وبالعکس ای حقیقۃ فی الثانی مجاز
فی الاول من حیث النقل۔ (توضیح مختصراً)

اون لوگون کے نزدیک مجاز و منقول کو کیسا ان کہنا حقیقت و مجاز کو ایک کرنا ہے اور حماقت
ہے وہ اس جسے آپکے نزدیک منقول و مجاز مین فرق نکرنا حماقت ہے ۔
لفظ حقیقت و مجاز و حقیقی و مجازی تو آپکی تصنیفات مین بہی کم سے کم سو جگہہ ہوچکے ہونگے مگر جملہ
ہوا ہے کہ حضرت نے ابتدائی زمانہ صحبت طلبا کے سنے سنائے الفاظ یاد کر رکہے ہین جنکو
بے موقع یا بموقع زبان و قلم پر لے آتے ہین پر انکے معانی کے سمجہنے کو غیر مہذب لوگون کی رسم
و عادت جہکر اس سے پرہیز کرتے ہین ۔
شاید آپ یا آپکے احباب اس کے جواب مین فرماوین کہ ہم معانی حقیقت و مجاز کو تو سمجہتے
سمجہتے ہین مگر چونکہ ہم تقلید کو ترک جانتے ہین اسلئے ان معانی کے مانتے ہین علما اصولی
اصول منقول کی تقلید نہین کرتے لہذا علیہ ہم منقول و مجاز مین فرق نہین کرتے دونون کو
لسان اصلی مخاطبہ مین مستعمل سمجہتے ہین ۔
اسکے جواب مین یہ ہے کہ اگر آپ اہل لسان کی بول چال و محاورہ و استعمال مین پابندی
کو بہی تقلید نہ سمجہتے ہون تو آپکو لازم ہے کہ حقیقت کا نام مجاز رکہین اور مجاز کو
حقیقت جسطرہ ہین پیاس کو پانی کہین اور پینے کا نام پانی قرار دین اور اگر اہل لسان کی
پابندی سے کلام کرین تو اس باب مین ان ہی کی بول چال و محاورہ و استعمال پر فیصلہ ہونا
ضروری ہے حقیقت وہی ہے جسکو وہ حقیقت سمجہتے ہین اور مجاز وہ ہے جسکو وہ مجاز سمجہتے ہین اور غیر موضوع لہ مین مستعمل جانتے ہین
اور اسباب کا مان لینا تقلید ہی نہین جو بے دلیل قول ماننے کا نام ہے ۔ اسلئے
کہ ان لوگون کا قول و محاورہ اسباب مین حجت و دلیل ہے اور اگر یہہ بہی تقلید ہے تو ایسی
تقلید سے کسی محقق کو بہی چارہ نہین ہے ؎ نہ ہر جا مرکب توان تاختن کہ جا اسپر باید انداختن ۔
جواب ۱۱ اعتراض سوم ؎ اگر تاویل کا جواز نکلتا ہو تو دنیا مین کوئی کافر نہ ہوتا کیونکہ ہر

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

نمبر ہفتم و ہشتم — علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ — جلد سوم

بابتہ رجب و شعبان ۱۳۹۷ھ مطابق جولائی و اگست ۱۸۸۰ء

شرح قیمت وغیرہ امور متعلقہ رسالہ و انتظام جدید

درجات و مراتب قیمت	تفصیل خریداران بشرح مراتب	رقم سالانہ
(۱) محض قیمت	اسلامی ریاستوں کے نواب اور رئیس	کم از کم ۱۰۰ روپیہ
(۲) خاص قیمت	گورنمنٹ انگریزی و صدر عہدہ داران گورنمنٹ و عمائد اعیان و امیر جو سو روپیہ	کم سے کم ۵۰ روپیہ
(۳) عام قیمت	متوسط الحال وسعت	۲۵ روپیہ
(۴) رعایتی قیمت	کم وسعت لوگ جنکی آمدنی دس پیسہ یومیہ سے زیادہ نہیں ۳۶۵ + ۱۲ = ۳۷۷	۱۰ روپیہ
(۵) تلافی قیمت	بے وسعت جو دس پیسہ یومیہ کی آمدنی بھی نہیں رکھتے مگر علمی فیض سے کچھ حصہ لینا چاہتے ہیں	فوق الاجرت

بتعمیر شرح مرتبہ وار طبع مطابق تفصیل سابق خطوط و کتابت تمام اہتمام پوسٹ عنوان مدیر

شکریہ و شکایت

دلنشان مندرجہ ذیل سے ہونا چاہئے دار سال زر بذریعہ منی آرڈر یا رجسٹری خط

جن معاونین نے شکایت مندرجہ رسالہ نمبر ہم کی طرف توجہ فرما کر نہ واجب الادا کل یا جزو ارسال فرما کر مہتمم کو زیر بار احسان کیا ہے مہتمم انکا دل سے شکریہ ادا کرتا ہے اور بذکر مواضع اقامت ان حضرت کے دسمبر ۱۸۷۹ء شکایت انکے ذمہ عنایت سے دور کرتا ہے وہ مواضع یہ ہیں - نبارس - بٹیالہ - جبلپور - دہلے - ٹاکہ - راولپنڈی کوٹلہ مالیر - لودہانہ - منٹگمری گڈہ - مراد آباد - کوچی بند

اللہم فبارک لہم فی اعمالہم و اموالہم و انصرہم کما نصروا سنتہ نبیہم - اور جن حضرت نے اب تک اس شکایت ماہ اپریل کو اس ماہ ستمبر تک کچھ نہیں سمجھا اور نہ ان رقعات کا جو ایک اور دو دو دفعہ انکے نام جاری ہو چکے ہیں کچھ جواب دیا ہے انکی خدمت میں اب بار سوم یا چہارم مکلف ہے کہ وہ حضرت بے اعتنائی کو دور فرماویں اور اگر کوئی

اطلاع و تنبیہ ہم مہتمم ہذا کے نام جاری ہو چکے ہیں کچھ جواب دیا ہے انکی خدمت میں اب بار سوم یا چہارم مکلف ہے کہ وہ حضرت بے اعتنائی کو دور فرماویں اور اگر کوئی

مطبع مصطفائی لاہور میں طبع ہوا

عذر ہے تو اُس سے بذریعہ تحریر اطلاع دین - مطالبہ قیمت پر چپ چاپ ہو رہنا اور پرچہ کو وقت بے وقت بسم اللہ پڑھکر قبول کر لینا عرف شرع و عرف معاملہ کے روسے پسندیدہ نہین ہے - اُن حضرات کے مواضع قیام یہہ ہین - امرتسر - آری - اٹھورہ - جے پور - حیدر آباد دکھن - عظیم آباد پٹنہ - علی پور کراچے بندر -

اللہم فوفقہم لتقضا وما علیہم باحسن التقضیہ وتہم حب الدنیا الذی ہو راس کل خطیئۃ

ان دونون فریق کے بابین ایسے لوگ بھی ہین جنکا نہ ہم شکریہ ادا کر سکتے ہین اسلئے کہ وہ ہنوز ادائے حق سے قاصر ہین اور نہ بذکر مواضع ان حضرت کے انکی شکایت قلم مین لا سکتے ہین - اس سے ہمکو کئی وجوہات مانع ہین وہ اپنا حال آپ ہی سمجھ جائین اور بحکم العاقل تکفیہ الاشارۃ اسی اشارہ کو بمنزلہ شکایت سمجھکر حساب کی صفائی کرین -

جواب شکایت

ایک مہربان صوبہ بڑاڑ سے ہماری شکایت کی جواب مین ارقام فرماتے ہین کہ آپکا رسالہ حساب ماہواری دو مہینے کے بعد شایع ہوتا ہے چار مہینے سے تو یہی حال ہے ورنہ ایتک مدت کا روپیہ پہنچ گیا ہوتا شاید اور حضرت یہی روپیہ بھیجنے کی یہی وجہ خیال مین کہتے ہین جو کسی لحاظ سے ظاہر نہین کر سکتے اسلئے اسکا جواب ضروری نظر آیا جو بوجوہ ذیل معروض ہے -

اول جواب ترکی بترکی ہے کہ حضرت خریداران چھ چھ مہینے اور بعض سال دو سال تک روپیہ بھیجنے کا نام بھی نہین لیتے ورنہ ابتدا سے آجتک رسالہ ماہ بماہ پہنچتا -

(۲) روپیہ کے موجود ہونے پر بھی رسالہ کے وقت پر نکلنے کے لئے اور اعذار موانع کا ارتفاع بھی شرط ہے اور یہان کوئی نکلونی عذر سفر یا مرض یا جہد صیام جو رسالہ حال کے قوی اسباب توقف سے ہے موجود رہا ہے -

(۳) یہہ رسالہ ولیسی اخبار نہین ہے کہ ادھر اور ہر کاگیین لیکر کچھہ نہ کچھہ اناپ سناپ بنا کر ہفتہ وار شایع کر دیا بلکہ یہہ مورد و مجمع ادق مسایل دین ہے جنمین بہت غور و تامل تحقیق و تتبع درکار ہے - پھر ان مسایل کا ایراد و بیان اس رسالہ مین

بقیہ تفرقہ بین الاسلام والزندقہ

یعنے جہلی ارتداد اسلام مین تمیز کا بقیہ

حتے کہ جن لوگون کو جناب مخاطب آنرابیل صاحب بہادر زبان سے کافر کہتے ہین (گو دل سے وہ کسیکو منکر خدا ہو خواہ مکذب رسولؐ کا فر نہین جانتے) وہ بہی کسی نکسی تاویل کی آڑ مین بے کٹہکہ کفر کر سکتے ہین اور پہر کافر نہین بنتے - اسلئے کہ جس حالت مین تاویل کے لئے کوئی قانون یا قید نہین ہے اور اسمین صحت کی بہی شرط و ضرورت نہین بلکہ غلط سے غلط تاویل کو بہی یہان گنجائش ہے تو پہر کفر کا وجود کہان ممکن ہے - اور کسی کا فر کا فر ہونا کب متصور ہے -

اس بے قانون اور وسیع تاویل کے ذریعہ سے تو جملہ اصول و فروع اسلام وغیرہ ملل سماویہ کا انکار ہو سکتا ہے اور پہر کفر پاس نہین پہٹکتا بلکہ کفر کا فر غیر ہوں کا بہی گنجائش تاویل رکہنا ہے -

کتنا ہی بڑے سے بڑا کفر فرض کیا جاوے (جیسے کفر فرعون یا ابوجہل) اسمین بہی کوئی نہ کوئی غلط غلط تاویل ممکن ہے - اور کیسا ہی منکر سے منکر مدعی کفر خیال کیا جاوے اسکے کفر و انکار کی بہی تاویل متصور ہے - پہر تو روئے زمین پر ڈہونڈے سے کفر نظر نہ آئیگا - اور کافر کا نام جو اہل مذاہب سماویہ کا زبان زد ہے محض فرضی و جعلی شئے وجود و عنقا رقرار پائیگا -

† تاویل دو قسم ہے ایک وہ تاویل جو کافر عمل مین لاتا ہے اور اسکے آڑ مین اپنے کفر کو چہپاتا ہے دوسری وہ تاویل جو کافر (اصول ہو خواہ معاند) کی کفر مین مدعی اسلام ہم پہنچاتا ہے اور اسکے ذریعہ سے اسکو کفر سے بچاتا ہے - امام غزالی کا قانون تاویل دونو قسم کی تاویل کو شامل ہے اور آنرابیل صاحب کی اُنسے مخالفت بہی دونون قسم کی متعلق ہے اسلئے دونو قسم سے یہان تعرض ہوا اور دونون مین قانون تاویل کے مخالفت کے نتائج کو بیان کیا گیا ۱۲ -

تمثیلات

ایک دہریہ خدا کے وجود سے منکر ہے - آپکے اصول پر اسکے انکار کی یہہ تاویل ممکن ہے کہ گو اسکے زبان سے انکار نکلتا ہے مگر اسکے دل مین اقرار وجود خدا موجود ہے اسلئے یہہ خدا کا منکر و کافر نہین ہے بلکہ ناجی و مسلمان ہے چنانچہ دہریہ کی نسبت آپ نے یہی کہہ دیا ہے †

ایک اور منکر کہتا ہے کہ خدا کا وجود ذاتی نہین ہے صرف عقلے یا شبہے ہے جس سے مراد وہی قوای ہین جو موجود و ذات عالم مین پائی جاتی ہین جیسے ملائکہ و شیاطین سے وہی قوای مراد ہین جو انسان مین نیک و بد قوے پائی جاتی ہین - آپکے اصول سے اسکی نسبت بھی کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ یہہ کسی نہ کسی مرتبہ مین وجود خدا کا قایل ہے اسلئے یہہ خدا کا منکر و کافر نہین ہے بلکہ پکا مسلمان و ناجی ہے چنانچہ وجود ملائکہ و شیاطین کی نسبت آپکا یہی ‡ اعتقاد ہے اور وجود خدا کی نسبت بھی آپکا اعتقاد ایسا ہی معلوم ہوتا ہے

ایک اور منکر یا مشرک کہتا ہے کہ خدا کا وجود تو ذاتی ہے اور وہی معبود برحق ہے لا الہ الا اللہ مگر اس سے مراد اور اسکا مصداق میرا ہی وجود ہے یا اسکا وجود جو شے یا عالم (حجر و شجر دیبی و دیوتا انبیاء و اولیاء) سے میرا معبود ہے پس وہ اس تاویل سے اپنے نسبت کہتا ہے انا ربکم الاعلی - و ما علمت # لکم من الہ غیری یا اپنے معبود کی نسبت کہتا ہے ان § اللہ ہو المسیح عیسے بن مریم وغیرہ وغیرہ آپکے اصول

---

† دیکھو تہذیب الاخلاق ماہ ذیقعدہ ۹۶ھ و اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۲ - وغیرہ -

I ملائکہ کی نسبت آپنے اہل اعتقاد کو تفسیر عزیزی کے ص ۴۹ وغیرہ مین اور شیطان کی نسبت تہذیب ص ۱۰ وغیرہ مین خود ظاہر کیا ہے اور خدا کی نسبت آپکا یہہ اعتقاد آپکی اس کلام سے معلوم ہوتا ہے جو تہذیب و اشاعۃ السنۃ مین بصفحہ منقول ہے

†† تمہارا رب مین ہون # تمہارے لئے مین اپنے سوے کوئی معبود نہین جانتا -

§ خدا وہی ہے جو مسیح بن مریم کہلاتا ہے -

نیز یہہ شخص بھی خاصہ مومن ولا الہ الا اللہ کا مصدق ہے اسلئے کہ اسمین تاویل کرتا ہے اسکا صاف منکر نہین ہے ایک اور مشرک بت یا کسی بزرگ کے آگے سجدہ کرتا ہے اور اسکو معبود بنائے بیٹھا ہے اس تاویل سے کہ جو عبادت خدا کے ساتھہ مخصوص ہے وہ حقیقی عبادت ہے جو غایت تذلل دلی سے عبارت ہے اور اسمین دوسرے کو شریک کرنا شرک حقیقی ہے کسیکے آگے سر جھکانا اور زبان سے گڑگڑانا عبادت مین داخل نہین ہے آپ کے اصول پر یہہ مشرک بھی موحد ہے خدا کی عبادت کا منکر اور اسکو غیر اللہ کے لئے مثبت نہین ہے اسلئے کہ معنے عبادت مین تاویل کرتا ہے۔

ایک منکر رسالت کہتا ہے کہ عیسےٰ و موسےٰ و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہم اجمعین پیغمبر تھے مگر احمقون اور جاہلون کے لئے تھے۔ مہذب اور فلاسفرون کے لئے وہ پیغمبر نہ تھے۔ آپ کے اصول پر یہہ شخص صاف منکر نہین ہے بلکہ رسالت کا تاویل و تخصیص مصدق ہے۔

ایک مرتد و منافق کہتا ہے کہ نماز روزہ حج و زکوٰۃ جو مذہب مین وارد ہین انسے مراد وہ معانی و حقائق نہین ہین جو اہل مذہب نے قرار دیے ہین اور انمین معمول و مروج ہین۔ بلکہ نماز سے مراد صرف دعا ہے۔ یا کودنا اچھلنا اور سرین کو ہلانا۔ اور روزہ سے تمام روز چپ رہنا حج سے مراد علیگڈھ یا لنڈن کا سفر کرنا۔ زکوٰۃ سے مراد مدرسہ علیگڈھ مین چندہ دینا اور جو مذہب مین شراب کی ممانعت آئی ہے اس سے وہ شراب مراد نہین ہے جو مہذب لوگ نہایت عمدگی و صفائی سے بناتے ہین بلکہ وہ شراب مراد ہے کہ عرب کے گوار لوگ بیٹھے تہذیب سے تیار رہوتے تھے۔ اور جس خنزیر کی ممانعت مذہب مین آئی ہے اس سے مہذب خنزیر مراد نہین ہے جو نہایت موٹے و تازے سفید رنگ کی تہذیب سے پالے جاتے ہین بلکہ وہ خنزیر مراد ہین جو کالے کالے اور دبلے پتلے بے تہذیب سے عرب کے جنگلون

مین پرورش پاتے ہے۔

آپکے اصول پر یہہ مرتد و منافق بہی ان احکام اسلام کا مصدق ہے اور ان تاویلات کے سبب صاف منکر نہین ہے۔

اس قسم کے صدہا مثالون کا دریا اس چشمہ تاویل سے جسکو آنریبل صاحب نے کہولا ہے بہہ سکتا ہے اور کفر کا کہین پتہ نہین لگتا جس قسم کا کفر کوئی چاہے بذریعہ تاویل کر سکتا ہے اور جس قسم کا کوئی کافر ہو سکا کفر تاویل مین چہپ سکتا ہے، اور یہہ بات نہ صرف اسلام کے بلکہ جملہ مذاہب و ملل سماویہ کے مخالف ہے ہر ملت و مذہب کسی نہ کسی حکم اعتقادی کے منکر کو کافر بتاتا ہے اور کتب مذاہب منزلہ (قرآن توریت انجیل وغیرہ) مین جابجا کفر اور کافرون کا ذکر موجود ہے جسکی تفصیل اہل مذاہب کے سامنے پیش کرنی ضروری نہین ہے وبع ذلک کفر منکر رسوائے مکذب آیات و احکام کی تفصیل نمبر پنجم جلد ہذا مین گذر ہی چکی ہے۔

اور طرفہ یہہ ہے اگرچہ آنریبل صاحب کا دلی اعتقاد تو اسبات کے موافق ہے چنانچہ آپکا مضمون پرچہ ذیقعدہ جسکا ذکر صفحہ (۱۳۱) وغیرہ مین بہی ہو چکا ہے اسپر ناطق ہے مگر آپکا مضمون حال جسکے جواب مین اب قلم جاری ہے اور نیز اور مضامین تہذیب الاخلاق سنین گذشتہ اسکے مخالف ہین۔

مضمون حال مین بضمن پرچہ صفر ۱۳۱۹ھ بصفحہ ۱۳۲ - آپنے فرقہ مشرکین کو ذکر کیا ہے پہر انکی نسبت فرمایا ہے کہ ایسے فرقے کو مین خدا کی رحمت مین باوجود اسکے بے انتہا وسیع ہونیکا مجہے یقین ہے داخل نہین کر سکتا اسمین صاف اقرار ہے کہ کفر یا شرک بہی کوئی چیز ہے جسپر بلا تاویل آپنے یہہ حکم لگا دیا ہے کہ اسکا مرتکب خدا کی رحمت کا مورد نہین ہو سکتا ہے۔

اور مضامین تہذیب گذشتہ مین تو آپنے صاف تسلیم کر لیا ہے کہ تاویل کے لئے

کسی نہ کسی قانون کا ہونا ضروری ہے ورنہ الحاد و ارتداد کا دروازہ کھل جائیگا اور تاویل کے ذریعہ سے الحاد اور دہریہ پن پھیلیگا۔

یہہ بات دراصل آپکے ننانے اتنین مصداق ملحک مولوی مہدی علی صاحب نے فرمائی ہے اور آپنے بڑے فخر و خوشی سے اسکی تصدیق کی ہے مولوی صاحب ممدوح نے تہذیب الاخلاق نمبر ۲ جلد ۳ مطبوعہ ۱۹۰۲ء ہجری میں ہو بہو امام غزالی کی تقریر کو اردو الفاظ میں بیان کیا ہے پہلے اُن ہی مرتب جملہ و جو کچھ امام غزالی نے بتائی ہیں بیان کیا اسکے بعد بعینہ وہی کہا ہے جو امام غزالی نے کہا ہے اسکی ضمن میں اسبات کو بتصریح بیان فرمایا ہے چنانچہ کہا ہے غرض کہ جب مدلول الفاظ کے مرتب کی حقیقت معلوم ہو گئی تب ہم کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے الفاظ و کلمات کو منجملہ اُن مرتب کے اول مرتبہ پر محمول کرنا ظاہری تفسیر ہے اور جب دلیل قوی اسکے استحالہ پر قایم ہو اور کسی مرتبہ پر منجملہ اُن مرتب کے کلام محمول کیا جاوے وہ باطنی تفسیر ہے اور اسکو تاویل کہتے ہیں اور جبتک کوئی شخص خدا کی کلام کو منجملہ اُن مرتب کے کسی مرتبہ پر محمول کرکے اسکی تصدیق کرے تبتک وہ تصدیق کرنیوالہ قرار نہ ٹھہریگا۔ نہ انکار کرنے والا۔ لیکن اب یہہ بحث طلب باقی رہی کہ خدا کی کلام کو منجملہ اُن مرتب کے کسی مرتبہ پر محمول کرنیکا وہ اصول کیا ہے جس سے دین اسلام قایم رہے۔ کیونکہ اگر کوئی حد مقرر نکی جاوے تو ہر ملحد دست تاویل بڑھاویگا اور لفظوں کے فرضی معنے بنانے لگیگا اور اپنے تئین مصدق قرآن کہیگا یہہ سمجھکر کہ وہ کسی ایک مرتبہ پر منجملہ اُن مرتب نیچگانہ کے لفظ کو محمول کرتا ہے پس خدا کی توحید اسکا علم بالجزئیات مسایل فرایض و واجبات وغیرہ کا انکار بھی انکار قرآن نہ سمجھا جاویگا و ماند الا ضلال مبین اسواسطے ہم نے اُن معانی کے مراد لینے کو بے قید نہیں رکھا اور چند ایسی قیدیں لگادی ہیں کہ جنکے لحاظ کرنے سے کبھی دست تطاول الحاد نہ بڑھیگا اور لامذہبی اور دہریہ پن پر اطلاق تصدیق قرآن نہوگا وہ قیدیں جو ہمنے کی ہیں یہہ ہیں۔

اول لفظی سزا دینے سے مخالفت قرآن کی کسی اصل سے منجملہ اصول دین نہو۔ دوسرے مخالفت اسکی کسی مسئلہ سے منجملہ مسایل صحیحہ عقلیہ کی تیسری مخالفت اسکی کسی امر سے منجملہ امور واقعیہ کی چہر اسکی تشریح بطور تمثیل کی ہے۔ مخالفت اصول دین کی مثال مین لفظ (ید اللہ) کو ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے اگر ید اللہ کے معنے ظاہری لئے جاوین تو اصول تقدس خدا کا خلاف ہوتا ہے۔ اسیطرح مسایل عقلیہ و امور واقعیہ سے مخالفت کی تمثیلات کو ذکر فرمایا ہے۔ ہرچند یہہ قیود و تمثیلات خود محل کلام ہین چنانچہ تمثیل اول مین کلام نمبر سابق بصفحہ ۱۸۱ وغیرہ گذر چکا ہے۔

اسیطرح بقیہ تمثیلات مین مفصل و مدلل کلام ہماری قلم سے نکل چکا ہے جو کسی موقع پر شایع ہونے والا ہے۔ ولیکن آپکا یہہ کہنا کہ تاویل کے لئے کوئی قانون مقرر نکرنا الحاد و بیدینی و لامذہبی کا دروازہ کھولنا ہے بلا خلاف ہمارے مدعا کے تصدیق کرتا ہے۔ اور جو آخر ایبل صاحب نے اسکی تصدیق مین گوہر فشانی کی ہے وہ اسی جلد کے ۱۰ نمبر مین بصفحہ ۱۹۳ موجود ہے۔ آپ فرماتے ہین۔ **مجتبیٰ مہدی**

مینے آپکا مضمون جسکا عنوان سوال و جواب ہے دیکھا اور اسیطرح بے قصد دل سے اٹھنے والے شوق سے وجد کیا جسطرح کہ آدم نے ان جان جانب کار خدا کی بات پر وجد کیا تھا۔ زندہ باشی وجان من باشی الخ ×××××× آپ پر فدا سید احمد

اس اعتراف کے بعد آپ آپکا یہہ کہنا کہ تاویل کے لئے کوئی قانون نہین ہے اور جب کہ کوئی انکار نصوص مین تاویل کرتا ہے گو اسکی تاویل کیسی ہے غلط ہو وہ کافر و منکر نصوص نہین ہے کب لائق قبولیت و اعتبار اولی الابصار ہو سکتا ہے۔

شاید آپ اسکے جواب مین کہین کہ ہمنے جو اس پر چہ مین کہا ہے انجان ہوکر کہا ہے اور جو کہا ہے جھوٹ کہا ہے حق وہی بات ہے جو آپ ہمکو سوجھا ہے۔ ہمکا جواب یہہ ہے کہ انجان ہوکر بات کسیکے مقلد بنکر پہلے ایک جھوٹ یا غلط بات بنانا پھر کسی دوسرے

کی تقلید سے اسکا خلاف کرنا تو ہم آپکی کلام و سیرت مین بہت دیکھتے ہین تہذیب الاخلاق
سنین گذشتہ و تہذیب حال مین کچھ کچھ دیکھا جاتا ہے ولیکن اس سے اس دوسری بات کا
صحیح و لایق اعتبار ہونا ثابت نہین ہوتا جس ہونہہ سے ایک دن کسیکی تقلید سے نکلتا ہے
دوسرے دن دوسرے کی تقلید سے اسکے مخالف کچھ اور کہتا اسکی بات کا اعتبار ہی کیا ہے - کیا
بعید ہے جو بات آپ حق قرار دی گئی ہے کل کو وہی جھوٹ اور غلط قرار دیجاوے
اسلئے آپکا یہہ جواب لائق قبولیت نہین ہے اور آپ ہی کی کلام سے آپ پر الزام ثابت ہے
بالجملہ اعتراض سوم کا جواب یہی پہلے دو اعتراضون کی طرح محض سقوط و ساقط الاعتبار ہے
اور جو امام غزالی نے فرمایا ہے کہ تاویل کے لئے قانون کی پابندی ضروری ہے نہایت
صحیح و درست ہے -

اور جو اعتراض سوم کی تائید مین اپنے تفسیر شیخ محی الدین بن عربی کا حوالہ دیا ہے اور کہا ہے
کہ انکی تفسیر ایسی رکیک تاویلون سے بھری ہوئی ہے جنکے کوئی قانون نہین ہے پھر کیا وہ
کافر نہین ہے؟ - سو محض مغالطہ ہے اس تفسیر مین ایسی تاویلین نہین ہین جو ظاہر معنی آیات
کے مخالف ہون اور انمین ظاہری معنے آیات کو ترک کیا گیا ہو بلکہ وہ ایسے تاویلین ہین
جنمین ظاہری معنے کے مراد ہونے کے ساتھہ باطنی معنی کیطرف بھی آیات کا اشارہ
مراد ہونا قرار دیا گیا ہے جیسے لفظ فرعون ہے کہ اس سے وہ فرعون (جسکے مقابلہ
موسے علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا) بھی مراد لیا گیا ہے - اور ساتھہ اسکے نفس امارہ
ہر انسان کو بھی مراد لیا گیا ہے - جو معنے اور صفۃ فرعون ہے - کما قال قائلہم -
نفس ما را کمتر از فرعون نیست لیک اورا عون ما را عون نیست -
یا جیسے لفظ نوح اور اسکی قوم ہے جس سے نوح نبی اور اسکی قوم بھی مراد لی گئی ہے
ومع ذلک نوح سے ہر ایک انسان اور اسکی قوم سے انسان کے قوا لئے گئے ہین
وعلے ہذا القیاس -

تفسیر ابن عربی اسوقت میرے پاس نہین ہے ورنہ مین اصل عبارت کتاب نقل کرتا اور جناب مخاطب کے مغالطہ کو اچھی طرح بتاتا۔

رہی یہہ امر کہ ایسے اشارات آیات سے مراد لینے صحیح اور کسی قانون پر مبنی ہین یا نہین سو سمجھنے وہ لوگ تو یہہ حدیث سند پیش کرتے ہین جو حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ قرآن سات طرح پر نازل ہوا ہے۔ ہر ایک آیات کے لئے ایک ظاہری معنے ہین اور ایک باطنی اور ہر ایک معنے کو دیکھنے کے لئے ایک مقام ہے علماء نے کہا ہے کہ ظاہری معنے کو دیکھنے کا مقام علوم عربیت ہین اور باطنی معنے کو دیکھنے کا تزکیہ نفس و ریاضت ہے۔

عن ابن مسعود قال انزال القرآن علی سبعۃ احرف لکل ایہ منہا ظہر وبطن ولکل حد مطلع رواہ فی شرح السنہ۔ قال السعید جمال الدین فمطلع الظاہر فعلم العربیۃ وما تمر فیہا وتتبع یتوقف علی معرفۃ الظاہر ومطلع الباطن تصفیۃ النفس بالریاضۃ۔ انتہی مختصرا

ولیکن ہمکو اسکی تاویل کے صحیح یا غیر صحیح ہونے سے بحث نہین ہے اس مقام مین یہہ بحث و تفصیل محض اجنبی ہے یہان صرف اتنا ہی مقصود ہے کہ ابن عربی کی تفسیر مین اس قسم کی تاویلین نہین ہین جنکے لئے امام غزالی نے قانون تجویز کیا ہے اور معترض کو انکے بے قانون ہونے کا دعوے ہے سو اس اجمالی بحث سے بخوبی ثابت ہوگیا و باللہ التوفیق۔

اسکے بعد امام صاحب نے وہ **قانون تاویل** بیان کیا ہے جسکا اوپر ذکر ہوا۔

فاسمع الان قانون التاویل فقد عرفت اتفاق الفرق علی ہذہ الدرجات الخمس فی التاویل وان شیئا من ذلک لیس من جنس التکذیب واتفقوا ایضا علی ان جواز ذلک موقوف علی قیام البرہان علی

چنانچہ فرمایا ہے اب تو تاویل کا قانون سن لے تو نے جان لیا کہ سب فرقون کو درجات خمسہ تاویل پر اتفاق ہے ان درجات مین کسی کلام کو تاویل کرنا اسکو جھٹلانا نہین ہے اور اسپر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ہر تاویل کا

ان سب جگہ کو تاویل کہنا مسامحۃ و مجازا ہے ورنہ حقیقت مین وہ اول تاویل نہین ہے وہ لفظ کے حقیقی معنے ہین ۱۲

استحالۃ الظاہر والظاہر الاول ہو الوجود الذاتی الحقیقی فانہ اذا ثبت تضمن الجمیع فان تعذر فالوجود الحسی فانہ اذا ثبت تضمن مابعدہ فان تعذر فالوجود الخیالی او العقلی فان تعذر فالوجود الشبہی المجازی ولا رخصۃ للعدول عن درجۃ الی مادونہا الا لضرورۃ البرہان۔

فیرجع الاختلاف علی التحقیق الی البراہین او یقول الحنبلی للبرہان علی استحالۃ اختصاص الباری تعالے بجہۃ الفوق ویقول الاشعری للبرہان علی استحالۃ الرویۃ وکان کلواحد لایرتضی ماذکرہ الخصم ولایراہ دلیلاً قطعاً وکیف ماکان فلا ینبغی ان یکفر کل فریق خصمہ بان رآہ غالطاً فی البرہان نعم یجوز ان یسمیہ ضالاً او مبتدعاً اذا ضالاً فمن حیث انہ ضل عن الطریق عندہ واما مبتدعاً فمن حیث انہ ابدع قولاً لم یعہد فی السلف التصریح بہ اذ من المعلوم ان لم یکن فی السلف ان اللہ تعالے یری فقول القائل لایری بدعۃ والتصریح بتاویل الرویۃ بدعۃ بل ان ظہر عندہ ان ذلک الرویۃ معناہا مشاہدۃ القلب

جائز ہونا ظاہر معنے کے محال ہونے پر موقوف ہے ظاہری معنے وہی پہلے معنے ہیں جو وجود ذاتی اور معنے حقیقی ہیں اسلئے کہ جب وہ ثابت ہوتے ہیں تو اور سبھی معنے انمیں آجاتے ہیں اور جب وجود ذاتی اور حقیقی کا مراد ہونا بدلیل محال ہو تو وجود حسی مراد ہوتا ہے اسلئے کہ جب وہ ثابت ہوتا ہے تو اسکے بعد سبھی مراتب وجود انمیں آجاتے ہیں اور اگر اسکا مراد ہونا بھی (بدلیل) محال ہو تو وجود خیالی یا عقلی مراد ہوتا ہے اور اگر انکا مراد ہونا بھی (بدلیل محال ہو تو وجود شبہی مجازی مراد ہوتا ہے اور انمیں سے ایک درجہ کو چھوڑ کر اس سے نیچے کے درجہ پر کلام کو محمول کرنا بلا ضرورت و تقاضائے دلیل جائز نہیں یعنے جب ایک درجہ کا مراد ہونا بدلیل محال ہوگا تو دوسرے درجہ کیطرف رجوع کیا جاویگا اور جب دوسرے درجہ کا مراد ہونا محال ہوگا تو تیسرا درجہ لیا جاویگا۔ وعلی ہذا القیاس بقیہ درجات۔

پھر کسی تاویل کے ماننے نہ ماننے میں اختلاف ہوگا تو اسکا رجوع بنا بر تحقیق دلیل کیطرف ہوگا مثلاً

فینبغی ان لا یظہرہ ولا یذکرہ لان السلف
لم یذکروہ لکن عندنا یقول الحنبلی اثبات
الفوق للہ تعالے مشہور عند السلف ولم یذکر
احد منہم ان خالق العالم لیس متصلا بالعالم ولا
منفصلا عنہ ولا داخلا فیہ ولا خارجا عنہ فان
الجہات الست خالیۃ عنہ وان نسبۃ الفوق
الیہ کنسبۃ جہۃ التحت فہذا قول مبتدع
اذ البدعۃ عبارۃ عن احداث مقالۃ غیر
ماثورہ من السلف وعندنا ینبغی لکن ان
ہہنا مقامین احدہما مع عوام الخلق والحق
فیہ الاتباع والکف عن تغییر الظواہر راسا
والحذر عن ابداع التصریح بتاویلات لم یصر
بہا الصحابۃ رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین
وحسم باب السوال راسا والزجر عن الخوض
فی الکلام والبحث فیہ واتباع ما تشابہ
من الکتاب والسنۃ کما روی عن عمر رض
انہ سالہ سائل عن آیتین متعارضتین فعلاہ
بالدرۃ وکما روی عن مالک رحمہ اللہ سئل
عن الاستواء فقال الاستواء معلوم والایمان بہ واجب
والکیفیۃ مجہولۃ والسوال عنہ بدعۃ
والمقام الثانی بین النظار الذین اضطرت

حنبلی کہیگا کہ خدا کی جہتہ فوق سے خصوصیت
کے محال ہونے پر کوئی دلیل نہین ہے -
(اسلئے اسکی تاویل بمعنے حقیقی وذاتی سے
بمعنے مجازی کے ساتھہ جایز نہین) اور اشعری
کہیگا کہ دیدار خدا کے محال ہونے پر کوئی دلیل
قایم نہین اسلئے اسکی تاویل بمعنے حقیقی سے
مجازی کے ساتھہ درست نہین - اور ہر شخص
اپنے مقابل کے دلیل کو پسند نکریگا اور اسکو
دلیل قطعی نہ سمجھیگا بہرحال ایک فریق کو
اپنے مقابل کی تکفیر اس خیال سے کہ وہ دلیل
مین غلطی کرتا ہے جایز نہین - ہان یہہ جایز
ہے کہ اسکو گمراہ یا بدعتی کہے - گمراہ اسلئے
کہ وہ اسکی نزدیک راہ حق سے بہولا ہوا ہے
بدعتی اسلئے کہ اسنے ایسی بات نکالی ہے کہ سلف مین
اسپر تصریح پائی نہین گئی - اسلئے کہ سلف مین
مشہور ہے کہ خدا تعالی کا دیدار ہوگا - پہر
کسیکا یہہ کہنا کہ دیدار نہوگا اور اسکو تاویل
کرنا بدعت ہے - بلکہ اگر اسکو نزدیک یہی ثابت
ہو کہ اس دیدار سے مراد مشاہدہ ہی ہے نہ
مشاہدہ جسمی تو بھی اسکا ظاہر کرنا لایق نہین
اسلئے کہ سلف نے ایسا نہین کہا - لیکن یہہ بات

عقائدہم المأثورۃ الموروثۃ فیجوز ان یکون
بعضہم بقدر الضرورۃ وترکہم الظاہر الضروری
البرہان القاطع ولا ینبغی ان یکفر بعضہم
بعضًا بان یراہ نخالفًا فیما یعتقدہ برأیہ فان
ذلک لیس امرًا ہینًا سہل المدرک ولکن البرہان
بینہم قانون متفق علیہ یعترف کلہم بہ فانہم
اذا لم یتفقوا فی المیزان لم یمکنہم رفع
الخلاف بالوزن وقد ذکرنا الموازین التی فی
کتاب القسطاس المستقیم وہی التی لا یقبل الخلاف
فیہا بعد فہمہا اصلًا بل یعترف کل من فہمہا بانہا
مدارک الیقین قطعًا والحاصلون لہا سہل
علیہم عند الانصاف والانکشاف کشف الظلام
ورفع الخلاف لکن لا یستحیل بینہم الاختلاف ابدًا
اما لقصور بعضہم عن ادراک تمام شروطہ۔
واما لرجوعہم فی النظر الی محض التشریح والطبع
دون الوزن بالمیزان کالذی یرجح بعد
تعلم العروض فی الشعر الی الذوق لاستغنائہ
عرض کل شعر علی العروض فلا یبعد ان یغلط
واما لاختلافہم فی العلوم التی ہی مقدمات
البراہین فان من العلوم التی ہی اصول
البراہین تجربیۃ وتواتریۃ وغیرہا والناس مختلفون

شکر حنبلی کہیگا کہ خدا تعالے کے لئے جہۃ فوق
کا ثابت کرنا سلف میں مشہور ہے اور انمیں سے
کسی نے یہہ نہیں کہا کہ خدا تعالے نہ عالم کے
متصل ہے نہ اس سے جدا نہ اسمیں داخل ہے
نہ اس سے خارج کیونکہ جہات ستہ اتحت وفوق
یمین ویسار خلف وقدام اس سے خالی ہیں
اور جہۃ فوق کو اس سے وہی نسبت ہے جو
جہۃ تحت کو ہر پس یہہ قول بدعت ہے اسلئے
کہ بدعت وہی قول ہے جو سلف سے مروی نہیں
ہے یہاں سے تجھے معلوم ہو گیا کہ یہاں دو
مقام ہیں ایک تو مقام عوام خلائق کا ہے
اسمیں حق یہی ہے کہ جو کچھہ شرع میں آیا ہے
وہ اسکا اتباع کریں اور اسکو ظاہری معنے کو
بدلانے سے بچی رہیں اور ان تاویلات بکالنی
سے جو سلف نے نہیں کیں ڈریں اور رسول
کے دروازے کو توڑ دیں۔ اور جو اسمیں
بحث وٹٹول کرے اسکو روکیں اور جو کچھہ
کتاب وسنت میں متشابہات (الحقیقۃ) وارد
ہے اسکو ان پر
حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپسے کسی نے
وہ متعارض آیتوں کے معنے پوچھے تو آپ

فی التجربۃ والتواتر فقد یتواتر عند واحد دون الا
یتواتر عند غیرہ وقد یتولے تجربۃ مالا یتولاہ
غیرہ واما الالتباس قضایا الوہم بقضایا العقل
واما الالتباس الکلمات المشبوہۃ المجردۃ
بالضروریات والادلیات کما فصلنا ذلک
فی کتاب محک النظر وبالجملۃ اذا حصلوا
تلک الموازین وحققوہا امکنہم الوقوف
عند ترک العناد والتعسف علی مواقع الغلط
لسیر آ

درہ لیکر اسپر جڑھ آئے - جیسے امام
مالک سے مروی ہے کہ انسے کسیے استوا کا
کا مسئلہ پوچھا تو آپنے فرمایا استوا معلوم
ہے اور اسپر ایمان واجب ہے - اور اسکی
کیفیت (کہ وہ کیونکر ہے) مجہول ہے
اور اس کیفیت سے سوال
بدعت ہے - دوسرا مقام اہل نظر و استدلال
کا ہے جنکے اعتقادات مین (جونکہ انہی کاہری
سے بنچکے ہین) تنزل واقع ہو گیا ہو انکو

بقدر ضرورت بحث کرنا اور ظاہری معنے کیساتھ دلیل قطعی کے سبب سے ترک کرنا جایز ہے اور
یہہ لائق نہین ہے کہ جب کوئی اپنے خیال مین کسی دلیل کو قطعی سمجھکر اسکے سبب ظاہر معنی آیہ کو
ترک کرے تو دوسرا شخص اس خیال سے کہ وہ اس دلیل کو قطعی سمجھنے مین غلطی کرتا ہے اسکو کافر
کہدے یہہ اسلئے کہ دلیل قطعی کا پہچاننا سہل نہین ہے کہ ہر ایک دریافت ہو سکے -
† اور یہہ چاہیے کہ جس دلیل کو قطعی سمجھکر اسکے سبب ظاہر معنے کو ترک کیا جاتا ہے وہ ایسا قانون ہو جسپر سب کا
اتفاق ہو اور اسکی صحت سے سبکو اعتراف ہو مثلاً کہ اگر انکا ایسی میزان مین اتفاق نہو اتو وزن مین انکا
اختلاف کیونکر نفع ہوگا اور ہمنے پانچ میزانین کتاب قسطاس المستقیم مین ذکر کی ہین وہ ایسی ہین کہ انکو سمجھنے
کے بعد انمین اختلاف ممکن نہین ہے بلکہ جو کوئی ان میزانون کو سمجھ لیگا وہ انکو یقینی ہونیکا یقین
کر لیگا جو ان میزانون کو حاصل کر لیگا اسپر انصاف کرنے اور انصاف لینے وقت حق سے پردہ اوٹھانا
اور خلاف مٹانا سہل ہو جائیگا -

† ان فقرون کو جو دو خطوط قوسی مین محدود ہین مخاطب نے عبارت غزالی سے سرقہ کر لیا ہے - اور باقتدا انصاری
جو اکثر مسایل مین آپکے مقتدا ہین انمین بوجہ تحریف عمل مین لاکر بجائے انکے از خود یہہ فقرہ بڑھا دیا ہے -

‡ یہہ حاشیہ بصفحہ آیندہ ہے -

لیکن اس وجہ سے انمین اختلاف ممکن ہے کہ لوگ ان میزانون کی تمام شرطون کے سمجھنے مین وقصور کرین یا وہ اپنی ہی ذہن و طبیعت کے بہروسہ پر ہمین ان میزانون کیطرف رجوع نکرین جیسے کوئی علم عروض سیکھکر اپنے اشعار کے اس علم پر لگانے کو بوجھل اور مشکل سمجھے اور اور اپنی ہی طبیعت سے ان اشعار کا امتحان کرے ایسے شخص سے بعید نہین ہے کہ وہ شعر مین غلطی کرے یا یہہ کہ وہ ان دلایل کے مقدمات مین اختلاف کرین اسلیئے کہ بعض علوم جو ان براہین کے مقدمات ہین تجربہ و تواتر سے ثابت ہوتے ہین اور تجربہ اور تواتر مین [illegible] ہین ایک شخص کے نزدیک ایک امر تواتر کو پہنچا ہے دوسرے کے نزدیک نہین [illegible] ایک تجربہ مین ایک امر آتا ہے دوسرے کو تجربہ مین نہین [illegible] اور بدیہی امور مین اشتباہ ہو جائے - الحاصل جب وہ ان میزانون کو بخوبی حاصل و تحقیق کرلینگے تو انکو بشرط ترک عناد و تکلف کے مواضع غلطی پر بسہولت مطلع ہونا ممکن ہوگا -

کہ "یہ ان خواہ کیسی ہی اسپر غور کرین مگر باہم اختلاف ہونا ممکن نہین ہے" اور اس تحریف سے آپکا مقصود یہہ ہے کہ ہر قسم کا قول خواہ وہ کیسے ہی قطعی محل مین واہی تاویل کرکے وہ امام صاحب کے نزدیک معذور ہے اور اسکی تاویل منظور -

حالانکہ امام غزالی نے ان عبارات مین صاف فرمایا ہے کہ جو دلیل سے کوئی نص مین تاویل کرے اُس دلیل کا متفق علیہ ہونا ضروری ہے اور موازین حسنہ و قسطاس المستقیم السبع دلایل ہین کہ انمین یہ شرط سمجھنے کے اختلاف ناممکن ہے - اور اس قول کے بعد دوسرے اور تیسرے قول مین آپنے صاف فرمادیا ہے کہ جو لوگ جنت حسیانی مین تاویل کرتے ہین انکی تاویل کسی دلیل کا موجود ہونا ناممکن ہے - اور جو دلایل وہ پیش کرتے ہین وہ محض سفسطی و مغالطی ہین جنکے سبب سے کفر

‡ یہہ بالکل جو ان میزانین قرآنی میزانی ہین نہ فلسفی و شیطانی میزان تعادل جو تین قسم ہے (۱) میزان اکبر جسکی مثال آیۃ تلک حجتنا اٰتینٰھا ابراہیم ہے - (۲) میزان اوسط جسکی مثال احب الاعلیین ہے - (۳) میزان اصغر جسکی مثال قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسے ہے (۴) میزان تلازم جسکی مثال لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا ہے (۵) میزان تعاند جسکی یہہ مثال ہے وانا او ایاکم لعلی ہدی او فی ضلال مبین - ان موازین کی تفصیل

اس قول کو آنرایبل صاحب بہادر نے اپنے مدعا کا دم دیکھکر اسپر پانچ اعتراض وارد کئے ہین - اور جو اسکی اخیر باہمی تکفیر سے منع کیا اسکو موافق مدعا سمجھکر بڑی تعظیم سے تسلیم کر لیا ہے اعتراض اول یہہ ہے جو بعینہ آپکے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے -

قانون جو اونہون نے بنایا ہے عمدہ و سنجیدہ ہے مگر خدا و خدا کے رسول کی کلام کے لئے ایسا قانون قرار دینا ٹھیک نہین ہے اس قانون کے تو یہہ معنے ہین کہ ہمکو خواہ مخواہ ایک شخص کی کلام کو درست کرنا اور صحیح بنانا ہے پس اگر اسکے ایک معنے نہین بنتے تو دوسرے معنے لیکر جبتک دوسرے نہین بنتے تو تیسرے معنے لیتے ہین اور علی ہذا القیاس خدا و رسول کی کلام کے لئے ایسا قانون بنانا تو ایک ایسے نوکر کی مثال ہے جو اپنے آقا کے ہر غلط اور دور از قیاس بات کو صحیح پہلو پر ثابت کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے -

اعتراض دوم کا خلاصہ یہہ ہے کہ امام صاحب نے ایسے شخص کو جو اس قسم کی تخصیص کرتا ہے گمراہ کہنا پسند کیا ہے مگر ابھی تک اس شخص مین اور اسکی مخالف مین اسبات کا تصفیہ نہین ہوا کہ حق کسکی طرف ہے اسلئے ان دونون مین کسیکو گمراہ کہنا صحیح نہین ہے -

اعتراض سوم کا خلاصہ یہہ ہے کہ امام صاحب نے ایسے شخص کو بدعتی کہا ہے حالانکہ جو شخص کسی امر کے حق ہونیکا دعوی کرے اسپر اس امر کا لوگون سے قبول کرانا اور اسپر یقین دلانا وجب اور خدا نے بھی یہی طریق اختیار کیا ہے کہ جنکو اسلام کی دعوت کی ہے انکے لئے اور منکرین و معترضین کی اسکات کے لئے قرآن مین دلیلین بھر دی ہین پھر پہلا مرحلہ قرآن مین موجود ہے بدعت کیونکر ہو سکتا ہے -

اعتراض چہارم کا خلاصہ یہہ ہے کہ امام صاحب نے عوام کو اس بحث سے منع کیا اور ظاہر آیات پر ایمان لانیکا حکم دیا - اور جسکے دل مین شک ہو یا کوئی اسپر معترض ہو اسکو یہہ کہنا کہ تم اسپر یقین رکھو کب مناسب ہے -

اعتراض پنجم کا خلاصہ یہہ ہے کہ جن لوگون کو امام صاحب نے عوام ٹہہرا کر اس بحث سے منع کیا وہ اسوقت کے لوگ ہونگے جو دار العلوم بغداد مین عربی پڑہکر ملا بن گئے تہے اسوقت جو انگریزی اور اردو زبان مین ریاضی وطبعی علوم کو ترقی ہوئی ہے تو اب عوام کے لفظ کا اطلاق مشکل ہوگیا ہے (یعنی گوری گوری صاحب لوگ اور کالی کالی بابو لوگ اور انکے ہزارہا شاگرد اس کثرت سے انگریزی وارد ہین اقلیدس وحساب وطبعیات کے ماہر ہوگئی ہین کہ اب کسیکو عامی نہین کہا جا سکتا)

یہہ تو مقام ردّ مین (آپکا کلام ہوا) **اور جو مقام** ہین **تسلیم** مین آپنے فرمایا ہے وہ اسقدر ہے کہ بیشرح امام صاحب کی (جو اخیر مین ہے) بالکل سچ وبرحق ہے اور اہل اسلام کو ایک دوسرے کی تکفیر سے عمدگی سے منع کیا ہے۔

راقم کہتا ہے جو مقام ردّ مین آپنے اعتراضات وارد کئی ہین از انجملہ **اعتراض اول کا جواب** یہہ ہے کہ جو قانون فہم وتاویل کلام خدا ورسول کے لئے امام غزالی نے بیان کیا ہے یہہ ایسا قانون ہے کہ روی زمین کے اہل السنہ کو (حتے کہ قولاً نہ سہی عملاً واعتقاداً معترض کو بہی) اسپر اتفاق ہے۔ کوئی فرد بشر کسی محاورہ (ہندی فارسی عربی انگریزی سنسکرت وغیرہا) مین کلام کرنے والا اسکی پابندی سے خارج نہین سمجہی نظر سے امام صاحب نے اسمین اتفاق واجماع کا دعوی کیا ہے اور اتفقوا علی ان جواز ذلک موقوف **علی قیام البرہان** الخ فرمادیا ہے۔

اس **قانون کا حاصل** یہہ نہین ہے کہ خواہ مخواہ ایک شخص کی کلام کو صحیح بنا لین ایک معنے کی نظر سے بن نہ سکے تو دوسری طرف لیجائین جیسے دانا نوکر اپنے احمق آقا کی غلط بات کو الٹ پہیر کر صحیح بنا تا ہے۔ بلکہ اسکا حاصل یہہ ہے کہ ایک شخص کی کلام مین غور وفہم کو کام مین لاوین اگر اسکے معنے ظاہری جنکے لئے لفظ بنایا گیا ہی ممکن المراد پاوین تو اسکو مراد متکلم قرار دین اور اگر ان معنے ظاہری کو صحیح نہ سمجہین تو اپنی نارسائی ونافہمی سے اس کلام کو

غلط نہ بتا دین بلکہ اور معانی صحیحہ کی تلاش مین پڑ جائین یہانتک کہ اصلی معنے مراد قابل کو ملجائین جیسے ایک نوکر اپنے دانا اور حکیم آقا کا ایک حکم سنکر اولاً اسکے معنے ظاہری سمجھتا ہے پھر جب اسکو مناسب مقام نہین پاتا تو غور و تامل کے بعد اسکے دوسرے معنے جو اصلی مراد متکلم ہین پالیتا ہے۔ مثلاً آقا نے حکم دیا کہ شیر اور ہوا کو ہمارے پاس حاضر کرو پس بادی الرائے مین اس نوکر کا خیال اصلی شیر و ہوا کیطرف جاتا ہے جسکے لئے یہ الفاظ موضوع ہین۔ پھر جب وہ لفظ حاضر کرنے مین غور کرتا ہے اور اصلی شیر و ہوا کا حاضر کردینا اپنی قدرت سے خارج سمجھتا ہے تو اس کلام کے یہ معنے قرار دیتا ہے کہ یہان شیر سے مراد ایک انسان بہادر ہے اور ہوا سے مراد میرے آقا کا تیز رفتار گھوڑا ہے جسپر جانا تیز ہوا کا اطلاق کیا گیا ہے۔

اس الف پھر مین اس نوکر کا مقصد آقا کو کچھ نہین بتانا بلکہ اپنے ہی فہم کو سیدھا کیا ہے یہی حال تمام زبانون کے اہل محاورہ کا ہے جب تک وہ ایک کلام کے معنے ظاہری کو ممکن المراد سمجھتے ہین تو معنے ظاہری مراد لیتے ہین اور جب ظاہری کا مراد ہونا محال سمجھتے ہین تو دوسرے معنے کو اس کلام کا مفہوم و مراد قرار دیتے ہین۔

اسکا سبب و معنی یہ ہے کہ جو الفاظ کے معنے رکھتے ہین بوقت اطلاق دیکھے جاتے ہین اور ان الفاظ کو ہر سامع کو ان الفاظ کے مراد سمجھنے کے لئے ضرور یہ سوچنا پڑتا ہے کہ اس لفظ سے متعدد معانی کے کونسے معنے مراد ہین۔ وہ سبھی معانی مراد ہین یا بعض معانی۔ پھر بعض معانی مراد ہین تو وہ کونسے معنے ہین اور ان معنے کے مراد ہونے پر کونسی دلیل اور قرینہ قائم ہے پھر ان دلایل کے سوچنے اور معانی کے متعین کرنے مین کبھی کسی دلیل اور معنے کیطرف وہ مایل ہوتا ہے کبھی کسی دلیل اور معنے کیطرف متوجہ ہوتا ہے پھر اگر اسکو بنظر وضع اس لفظ کے ثابت ہو کہ یہ لفظ در اصل ایک معنے کے لئے موضوع ہوا (یعنے بنایا گیا) ہے اور اسکا استعمال دوسرے معانی مین بطور عاریت ہوا ہے تو اسپر لازم ہے کہ وہ اس معنے کو جسکے لئے وہ لفظ وضع ہوا ہے اوسکی حقیقی اور اصلی معنے سمجھے اور باقی معانی کو مجازی اور فرعی خیال کرے اور جب وہ لفظ بولا جاوے تو بشرط

عدم مانع قوی معنے حقیقی کو مراد متکلم قرار دی اور جب کوئی دلیل و قرینہ اس معنے کو مراد ہونے سے روکے تو اور معانی مجازی کو حسب تقاضائے مقام و قرینہ مراد متکلم ٹھہرادی - اسکا یہ ہرگز یہ اور ادل بدل حیلہ سازی و تکلف پردازی نہیں ہے جسکے ذریعہ سے وہ متکلم کی غلط کلام کو صحیح بنانا چاہتا ہے بلکہ اس لفظ کثیر المعنے کو مقتضا کی یہ عین پیروی ہے جسمیں وہ اپنے مفہم کو مطلب پر پہنچانا چاہتا ہے -

اسی نظر سے علماء عربیت (عربی محاورہ دانوں) نے کہہ رکھا ہے کہ حقیقت † اصل اور متبوع ہے اور مجاز اسکی فرع و تابع ہے - اسلئے جب تک ایک لفظ کے معنے حقیقی کا مراد ہونا ممکن ہے اسکو معنے مجازی

† المعنی الحقیقی متبوع والمجازی تابع - تلویح -

المسئلۃ العاشرۃ فی ان المجاز خلاف الاصل والذی یدل علیہ وجوہ الاول ان اللفظ اذا تجرد عن القرائن یحمل علی حقیقتہ او علیہا او لا علی واحد منہما - والثالثۃ الاخرۃ باطلۃ فتعین الاول الی ان قال الثانی ان المجاز لا یتحقق الا عند نقل اللفظ من مسمی الی مسمی لعلاقۃ بینہما وذلک یستدعی امورا ثلثۃ وضع اللفظ اولا لمعنی ثم نقلہ الی الفرع ثم علۃ النقل - والثالث ان واضع اللفظ للمعنی انما یضعہ لیکتفی بہ فی الدلالۃ علیہ ویستغنی بہ عن غیرہ قال اذا سمعتموہ فی الکلام بہذا المعنی فاعلموا انہ اراد بہ المعنی الذی اذا تکلم بہ متکلم فلیس بہذا الکلام من تکلم بلغۃ یعنی ان یعنی بہ ذلک المعنی ولیدلہ علی افہام السامعین ذلک المعنی دون ما ہو مجاز فیہ ولو قال انما مثل ذلک فی المجاز کمثل حقیقۃ لم یکن مجازا اذا تقرر ہذا فالذی یدل علی ان الاصل فی الکلام الحقیقۃ روی عن ابن عباس انہ قال ما کنت اعرف معنی فاطر حتی اختصم الی اعرابیان فی بیر فقال احدہما انا فطرتہا ای انا ابتدأتہا - وقال الاصمعی ما کنت اعرف الدہاق حتی سمعت جاریۃ تقول لسقی ولدتا ای ملآن منہا استدلوا بالاستعمال علی الحقیقۃ فلولا انہم عرفوا ان الاصل فی الکلام الحقیقۃ لما جاز لہم ذلک - الخامس لو لم یکن الاصل فی الکلام الحقیقۃ لکان الاصل اما ان یکون ہو المجاز وہو باطل باجماع الامۃ او لا یکون واحد منہما اصلا فحینئذ یتردد الکلام المستعمل بین امرین فیصیر الکل مجملا وہو باطل بالاجماع - (محصول فخر رازی)

یہ محمول کرنا جایز نہین ہے - اور کہا ہے کہ معنے حقیقی کی یہی پہچان ہے کہ وہ لفظ کے سنتے ہی سمجھہ مین آجاوے اور معنے مجازی کے یہہ پہچان ہے کہ انپر اطلاق اس لفظ کا محال معلوم ہو

اور اسی بنا پر اہل اسلام نے بہشت و دوزخ و برزخ کے احوال کو معانی حقیقی پر حمل کیا ہے - بہشت کے دودہ سے وہی دودہ مراد سمجھا ہے جو پیا جاتا ہے اور شہد سے وہی شہد جو مہیا کیا جاتا ہے اور حوروں اور ازواج سے ویسی ہی عورتین جنسے دنیا مین مباشرت کرتے ہین انار و سیب اور کھجوروں سے وہی میوے جو دنیا مین کھاتے ہین وعلے ہذا القیاس اور دوزخ اور قبر کے سانپ وہی سانپ جو دنیا مین کاٹتے ہین - آگ سے وہی آگ جو دنیا مین لوگ جلاتے ہین وعلے ہذا القیاس -

دنیا کی استیار اور وہان کے چیزون مین انکے نزدیک فرق ہے تو کمی و بیشی کیفیات و مراتب و درجات مین ہے اصل حقیقت اور مطلق کیفیت مین انمین انمین فرق نہین ہے -

اسباب مین انکی سند دست آویز یہی ہے کہ یہہ معانی اہل عرب کے نزدیک (جنکے محاورہ و اصطلاح مین ان الفاظ سے تخاطب ہوا ہے) ان الفاظ کے حقیقی معانی ہین اور ان معانی کے محال ہونے پر کوئی دلیل قایم نہین ہے - اسلئے ان معانی کا مراد ہونا متعین و متحتم ہے -

اور جو لوگ اہل اسلام کے خلاف مین ان استیار کے معانی حقیقی سے انکاری ہین وہ کیا تو زندیق و ملحد ہین جو دیدہ و دانستہ حق سے انکار کرتے ہین اور کیا مجنون و جاہل ہین جو معنے حقیقت و مجاز اور انکی شروط و مراتب کو نہین سمجھتے اور امر ممکن مجہول الکنہ و محال معلوم البطلان مین تمیز نہین کرتے ہین - اور مقتضاے عادت اور مقتضاے عقل کو ایک سمجھکر خلاف عادت و خلاف عقل کو یکساں محال جانتے ہین - ان مفاسد کی جڑہ یہہ ہے کہ وہ عربیت و علوم عقلیہ سے بےخبر ہین

---

‡ علامۃ الحقیقۃ التبادر والعرا عن القرینۃ وعلامۃ المجاز الاطلاق بخلاف المستحیل یسلم)

† دیکھو اشاعۃ السنۃ نمبرہ جلد ۲ -

علم طبعی یا ریاضی (جنکی تشریح عنقریب آتی ہے) کو سوائے کچھ جانتے نہیں ہیں - پھر اس نااہلی پر وہ مذاہب کی منصفی کی مسند پر بیٹھ گئے پس جن اصول و فروع کی حقیقت کو نہیں سمجھتے انکو ڈھمل اور مذہب سے خارج کر دیتے اور حقیقت میں وہ اپنے ہی آپ پر نااہلی و کم فہمی کی ڈگری کر رہے ہیں -

بالجملہ جو قانون فہم کلام خدا اور رسول کے لئے امام غزالی نے بیان کیا ہے وہ سب اہل محاورات کا متفق علیہ ہے اسمیں تکلف و تصنع کا دخل نہیں ہے - اور آنر ایبل صاحب کا اسپر اعتراض اول مغالطہ ہے اس جواب کے ضمن میں اشیاء دوزخ و بہشت کی بوجود خارجی و ذاتی موجود ہونے کا بھی فیصلہ ہو گیا جسکا وعدہ نمبر سابق میں بصفحہ ۱۶۱ ہوا تھا اور کچھ تتمہ ہمکا آئندہ بھی ہوگا انشاء اللہ تعالے -

جواب اعتراض دوم - گمراہ کو گمراہ کہنا اسپر موقوف نہیں ہے کہ گمراہ اور اسکو مخالف ہمیں گمراہی و راہ حق کا فیصلہ ہو لی یعنے گمراہ راہ حق کو جان لے - اور اپنے تئیں ہمسائے ہوا تھا یقین کرے تب ہی اسکو گمراہ کہا جاوے -

خدا تعالے نے قرآن مجید میں بہت گمراہوں کو گمراہ کہا ہے حالانکہ انمیں اور خدا تعالے میں گمراہی کا تصفیہ نہیں ہوا - یعنے جس امر کو خدا تعالے نے گمراہی قرار دیا ہے اسکو انہوں نے گمراہی نہیں جانا بلکہ برعکس اسکے ہدایت و راہ حق خیال کیا ہے اور خدا تعالے اور اسکے رسول کو جھوٹا سمجھا ہے - تعالے عن ذلک علوا کبیرا -

† قل ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اولئک الذین کفروا بایات ربہم ولقائہ فحبطت اعمالہم الآیۃ - کہف ۱۲ -

کہا میں تمہیں بتاؤں کون اپنے اعمال میں نقصان پانے والے ہیں جسکا دنیا میں کیا کرایا کھویا گیا اور وہ یہ سمجھے ہیں کہ ہم بھلا کرتے ہیں وہ لوگ کافر ہیں تا آخر الآیۃ -

آپکے اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ اعتراض آپکو در اصل خدا تعالے پر ہے جسنے بہت ایسے لوگوں کو کافر کہا ہے جنہوں نے کفر کو کفر نہین جانا اور اپنا کافر ہونا تسلیم نہین کیا۔ اور اس اعتراض کی بنا آپکے اس قدیم اعتقاد پر ہے کہ منکر خدا و مکذب رسول کافر نہین ہے۔ جسکو اپنے مضمون (مذہب انسان کا امر طبعی ہے) مین ظاہر کیا ہے اور اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۱۰ و نمبر ۲ جلد ۱۱ مین اسکا بخوبی ابطال کیا گیا ہے۔

جواب اعتراض سوم - اگر انکار وجود خالق یا شرک کو کوئی حق سمجھ لیگا تو پھر کیا اس شرک و انکار کا لوگون سے قبول کرانا اور اسپر یقین دلانا بھی اس شخص پر خدا کیطرف سے واجب ہو جائیگا جو دین اسلام و غیر مذہب سماوی کو اسکی تصدیق نہین کرتے۔

بے شک قرآن مین امر حق کا ثبوت بہم پہنچانے اور منکرین کو سمجھانے اور معترض کو ساقط کرنے کے لیے دلیلین پھری ہین مگر امر حق کو مٹانے اور باطل کو حق بنانے کی دلیلین قرآن مین نہین ہین اور امام صاحب نے بھی اثبات حق کی دلائل پیش کرنے والے کو بدعتی نہین کہا بلکہ ایسے شخص کو کہا ہے کہ جو حق کو مٹانے اور باطل کو ثابت کرنے کے لیے دلیلین پیش کرتا ہے۔ وہ جو ظاہر آیات کتاب اللہ کے

وانہم لیصدونہم عن السبیل ویحسبون انہم مہتدون - زخرف ع ۴۔	شیاطین کافرون کو رستہ سے روک رہے ہین اور وہ سمجھ رہے ہین کہ ہم راہ پر ہین۔
ویدلہم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون زمر ع ۵	(اگر خدا کیطرف سے وہ (عذاب) پیش آیا جسکا انکو گمان نہ تھا۔
افتری علی اللہ کذبا ام بہ جنۃ سبا ع ۱۔	کافرون نے کہا یہہ رسول خدا پر جھوٹ باندھتا ہے یا دیوانہ ہے
قالوا انما نحن مصلحون بقرہ ع ۲	منافقون نے کہا کہ ہم تو سنوارنے والے ہین۔
ان اردنا الا احسانا و توفیقا نسا ع ۱۳۔	منافقون نے کہا ہم تو نیکی کرنے اور موافقت کی نیت رکھتے ہین

بہرحال بجملہ ثبوت اس امر کا ہے کہ کفار کو اپنے تئین کافر گمراہ نہ سمجھنے اور یہ ثبوت اس امر کا بدلیل قول آیندہ امام غزالی کے جواب اعتراض اول مخالف کے صفحہ (۲۱۵) آویگا۔

تفسیر کبیر ص ۱۳۱ ج ۲

مقابلہ مین اپنی خیالی باتین پیش کرتا ہے اور ظواہر ان ان دلایل کو جو خدا و رسول نے بیان کین ہین صرف اس خیال سے کہ یہہ دلایل نیچر یا عقل کے مخالف ہین تسلیم نہین کرتا مثلاً آیۃ الرحمن علی العرش استوی سے جو خدا کا عرش پر ہونا سمجھا جاتا ہے اسکو اس خیال سے کہ اس سے خدا کا محدود ہونا لازم آتا ہے نہین مانتا اور اسکو استیلا سے تاویل کرتا ہے۔ اور آیۃ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرہ سے جو دیدار خدا کا ہونا قیامت کو ثابت ہوتا ہے صرف اس خیال سے کہ اس سے خدا کا مجسم ہونا لازم آتا ہے نہین مانتا اور اسکی تنظیر سے تاویل کرتا ہے۔ اور جو آیۃ کما بدانا اول خلق نعیدہ وغیرہا سے حشر اجساد ثابت ہوتا ہے اسکو صرف اس خیال سے کہ اعادہ معدوم محال ہے اور بوسیدہ ہڈیون یا خاک کا انسان ہوجانا خلاف نیچر ہے نہین مانتا اور حشر کو صرف روحانی حشر سے تاویل کرتا ہے وعلی ہذا القیاس۔ ایسے شخص کے مبتدع ہونے مین کسی مسلمان کو کب تامل ہو سکتا ہے اور جو دلایل وہ پیش کرتا ہے ان دلایل کو ہمرنگ دلایل قرآن مثبت حق کون کہہ سکتا ہے یہہ اسی شخص کا کام ہے جو کفر و اسلام کو ایک سا جانتا ہے اور مذہب اسلام کو بمقابلہ دوسرے مذاہب کے حق پر نہین سمجھتا۔ بلکہ کسی مذہب کا بھی ہونا ہنوز اسکے نزدیک متعین نہین ہے۔

جواب اعتراض چہارم۔ امام غزالی نے عوام منکرین کو اس بحث سے منع نہین کیا بلکہ عوام مومنین کو اس سے روکا ہے۔ انہی کو آپنے فرمایا ہے کہ جو بات کتاب و سنت سے وہ سنتے آئی ہین اسکو بدل مان لین اور اسمین چون وچرا کرنے سے باز رہین۔ اسکی وجہ یہہ ہے کہ غالباً ہر عصر و قرن مین اہل ایمان تین طبقہ چلے آئی ہین۔ **طبقہ اول** جو اس مومنین ہین جنکو کتاب و سنت مین پوری مہارت ہے۔ اور اسرار و احکام شریعت سے کامل واقفیت ایسے لوگون کیطرف تو شک دز دوراہ نہین پاتا۔ اگر احیاناً بمقتضائے بشریت و عدم عصمت جاتا ہے۔ اس طبقہ کے رؤسا و اعیان آنحضرت صلعم کے اصحاب ہین جنمین اہل بیت نبوت بھی داخل ہین۔ انکے بعد تابعین انکے بعد تبع تابعین جنمین ائمہ اربعہ وغیرہ مجتہدین و محدثین

مومنین کی خدمت کو اور اسکی ضرورت کو اور اسکے طریقہ کو اور اسکے نتیجہ کو اور اسکے فوائد کو

بھی داخل ہین اُنکے بعد انکے اتباع ہر زمانہ کے علماء متبحرین ماہرین کتاب اللہ وسنت سید المرسلین ہین جو بحکم حدیث لایزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لایضرہم من خذلہم ولا من خالفہم حتی یاتی امر اللہ وہم علی ذلک ہر عصر مین موجود رہتے ہین۔

طبقہ ثانیہ۔ مومنین مذبذبین ہین جو نیم ملاّن خطرہ ایمان و نیم حکیم خطرہ جان کے مصداق ہین اس طبقہ مین اکثر وہ علماء داخل ہین جو بہوڑی یا بہت منطق و فلسفہ جانتے ہین اور علوم دین کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلعم سے واقف نہین ہوتے۔

انکو جسے سنائی احکام و اصول اسلام مین شکوک پیدا ہوتے ہین تو انکو منطقی و فلسفی اصول سے حل کرنا چاہتے ہین۔ پھر کبھی کوئی بات بنا لیتے ہین اور اکثر شکوک و تردوات مین مبتلا ہوکر احکام اسلام سے انکاری ہو جاتے ہین۔

اس طبقہ کے لوگ اکثر منطقی و کلامی علماء ہین جنکا اپنے کمال پر پہنچنا اور اخیر عمر مین اپنے خیالات پر افسوس کرنا اور طبقہ ثالثہ کے اعتقاد پر ہونے کی تمنا ظاہر کرنا اتباع السنۃ نمبر ۱ و ۲ جلد اول مین مفصل نقل ہو چکا ہے۔

طبقہ ثالثہ عوام مومنین کا ہے جو سنائی اصول و احکام اسلام پر یقین رکھتے ہین اور کبھی کسی حکم یا اعتقاد کی نسبت یہہ سوال کہ یہہ کیون ہوا اور کس لئے فرمایا گیا نہین کرتے ہین انکو کوئی معترض پوچھے کہ خدا کو کس دلیل سے ایک جانتے تو وہ لٹھیا لیکر اسکے پیچھے پڑتے ہین اور اگر کہے کہ رسول کو کسطرح رسول پہچانتے ہو تو وہ اسپر لاحول پڑھتے ہین۔ جب خدا کا عرش پر ہونا آیہ الرحمن علی العرش استوی سے سنتے ہین تو اسکی حقیقت کا علم خدا کے سپرد کرکے اسپر ایمان لاتے ہین۔ اسیطرح جب خدا کے دیدار کی آیت سن لیتے ہین تو اسکو بھی مان جاتے ہین۔

---

† میری امت سے ہمیشہ ایک جماعت خدا کے حکم پر قایم رہیگی انکو ضرر نہ پہنچائیگا جو ان سے مخالفت کرنا کرنا چاہیگا۔ یہانتک کہ خدا کا حکم (یعنے قیامت کا دن) آجائیگا۔

ان لوگوں کی نسبت امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اپنی تقلیدی ایمان کو سنبھال کہیں تقلید پیغمبر کو چھوڑ کر فلسفی محقق دہریہ مذہب کہلانے کی حرص نہ کریں اس راستہ حق کی طرف کبھی واصل نہونگے۔ اور اپنے تقلیدی ایمان کو بھی کھو بیٹھینگے۔

اب منصفین انصاف کریں کہ ایسے لوگوں کے حق میں جو امام غزالی نے فرمایا ہو وہ بہتر ہے یا بقول آنریبل صاحب بہادر انکے لئے فلسفی محقق بنا بہتر ہے کیا انکا یہ منصب ہے کہ تہذیب الاخلاق یا تصانیف نیچریہ پر بے دیکھے مسائل و احکام اسلام پر نکتہ چینی کریں یہ اُن ہی اصول پر کچھ نکچھ اسمیں فیصلہ کریں۔ حاشا و کلا یہ لوگ اس نکتہ چینی میں بہت بڑھینگے۔ تو آنریبل صاحب بہادر کے درجہ کو پہنچ جاوینگے اور اصول اسلام سے منکر ہوکر مسلمان کہلانے کے مستحق ہوں گے۔

(۱) خدا کے وجود کا اقرار شرط نجات نہیں ہے دہریہ علیہ دہریہ منکرین وجود باری کو نجات حاصل ہے۔

(۲) رسول و کتب و احکام سماوی کا ماننا بھی ضروری و شرط نجات نہیں دہریہ علیہ جو لوگ کسی نبی کو نہیں مانتے اور نہ کسی حکم و کتاب سماوی کے قائل ہیں صرف خدا کو مانتے ہیں وہ بلا شبہ مسلمان اور ناجی ہیں۔

(۳) شیطان و ملائکہ بوجود ذاتی موجود نہیں اور جو خدا نے آدم کو ملائکہ کو ابلیس کا قصہ قرآن میں بیان کیا ہے وہ اس بڑے تماشا کرنے والے نے بہ تماشا کا تماشا بنایا ہے۔

(۴) بہشت و دوزخ کے نعیم و آلام کا وجود ذاتی نہیں ہے اور جو قرآن میں ان نعیم و آلام کا ذکر ہے وہ صرف تشبیہات ہیں۔

(۵) نماز میں کعبہ کیطرف منہ کرنا اسلام کا اصلی حکم نہیں ہے۔

---

† یہ عبارت انکی تہذیب ماہ ذیقعدہ ۹۶ھ میں ہے۔ # یہ تفسیر میں صفحہ ۳۹ از تہذیب ماہ محرم
‡ یہ عبارت انکی تہذیب ماہ ذی قعدہ میں ہے۔ شمارہ میں ہے
†† یہ تفسیر انکی تفسیر صفحہ ۵۲ و ۶۹ و ۲۰۴ وغیرہ میں ہے۔ § یہ تفسیر میں ہے صفحہ ۱۹۴۔

(۶) کعبہ کا حج صرف ترقی تجارت و آبادی مکہ کے لئے مقرر ہوا ہے اس گھر کی تقدس اور متعدی برکت کے سبب نہیں ہے کہ جو کوئی اسکے گرد سات بار پھرے وہ بہشتی ہو گیا۔ اس چھوٹی گھر کے گرد پھرنے سے کیا ہوتا ہے اسکے گرد تو اونٹ اور گدھے بھی پھرتے ہیں وہ تو حاجی نہیں بنتے

(۷) روزہ رکھنے میں کچھ تکلیف ہو (گو حالت بیماری کو نہ پہنچے) تو روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دینا کافی ہے تکلیف اوٹھا کر روزہ رکھنا فرض نہیں ہے

(۸) معجزہ و کرامت خلاف عادت ممکن نہیں اور خدا تعالےٰ کو اسپر قدرت نہیں ہے

(۹) امور معاشرت سے مذہب کو تعلق نہیں ہے ان امور میں ہر کسیکو اپنی خواہش و رای کے موافق عمل کرنا جایز ہے۔ وعلے ہذا القیاس۔

اور ان مسایل کا قایل ہونا اسلام و ایمان سے منکر ہونا ہے لیئے محقق بننے سے نبی کا مقلد رہنا بہتر ہے اور امام غزالی کا بھی عوام کو یہی ارشاد ہے۔

جواب اعتراض ہجدہم - جس حالت میں عربی لیٹریچر (یعنے عربی زبان دانی) کا تنزل آپکے نزدیک مسلم تو علوم دین اسلام میں لوگوں کی متنزل ہونے اور ان علوم کا انتہا جاہل و عامی ہونے کا تسلیم کرنا بھی آپ پر واجب ہے اسلئے کہ جسقدر علوم دین اسلام کے متعلق ہیں وہ سب عربی زبان میں ہیں۔ انگریزی یا فارسی یا ہندی میں کوئی علم منجملہ ان علوم کے کما حقہ مفصل و مدلل نہیں ہے۔

او۔ آپکا یہہ کہنا کہ زمانہ حال میں علوم طبعی و ریاضی (ہیئت نبدسہ وحساب) کو بہت ترقی ہوئی اسلئے لفظ عوام کسی پر بولنا مشکل ہو گیا ہے آپکی کم توجہی و بے خبری سے خبر دیتا ہے۔ کوئی از

---

* یہہ تفسیر میں ہے بصفحہ ۲۴۵ - ۲۵۲ - * یہہ تفسیر میں ہے بصفحہ ۲۲۹ -

۵ تفسیر جزو پارسے اسی پارہ کو دیکھو صفحہ ۱۵۲ و صفحہ ۱۵۱ - اور آپکو ایک خلیفہ کا قول ہے کہ معجزہ بیان موتی ساگ بنا جیسین سب کچھ بنا اور کچھ نہ بنا - دیکھو تہذیب ماہ رجب ۱۳۱۶ھ صفحہ ۵۰۰ -

۲ یہہ تہذیب جمادی الاولے ۱۳۱۶ھ وغیرہ میں ہے -

علوم میں ماہر ہونے سے علوم دین کی نسبت جاہل و عامی ہونے سے خارج نہیں ہو سکتا ایک بنگالی یا انگریز یا ہندی نے علم ہندسہ کو اقلیدس سے بڑھ کر جان لیا تو کیا وہ اس سے قرآن کے احکام و اسرار سے واقف ہو سکتا ہے۔ یا اگر کسی میڈیکل کالج کے لڑکے نے علم تشریح بوعلی سینا سے زیادہ سیکھ لیا تو وہ اس ذریعہ سے تشریح اسرار اسلام کو پہونچ سکتا ہے۔ ؟ اور اگر اس کہنے سے یہ غرض ہے کہ یہ مشکل اور دقیق علوم ہیں ان کے جاننے سے انسان کا فہم و ملکہ و ادراک بڑھ سکتا ہے جس سے فہم احکام و اسرار اسلام بآسانی ممکن ہے تو یہ بھی غلط فہمی ہے اولاً تو علوم ریاضی مشکل و دقیق علوم نہیں ہیں بلکہ ایسی آسان و سہل ہیں کہ چھوٹے چھوٹے لونڈوں کے سمجھنے کے لائق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان علوم کے موجد و بانی فلاسفہ پہلے لڑکوں کو پہلے یہی علوم پڑھاتے جب انکے فہم و ذہن ان آسان علوم کے سمجھنے سے مرتاض ہو جاتے تو پھر انکو دقیق علوم فلسفہ و منطق ذہن نشین کراتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان علوم کی ریاضی سے ہر کوئی علوم کے پڑھنے سے بچوں کے لئے ریاضت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں بھی انگریزی سکولوں کے لونڈوں کو شروع تعلیم میں ریاضی پڑھائی جاتی ہے اور انکی سمجھ میں بخوبی آجاتی ہے۔ اگر یہ علوم مشکل و دقیق ہوتی تو چھوٹے چھوٹے بچے زمانہ سلف فلاسفہ زمانہ حال کے اسکو سمجھ نہ سکتے۔

ثانیاً فرض کیا کہ یہ علوم منطق و فلسفہ کیطرح مشکل و دقیق علم ہیں اور انکی جاننے سے فہم بلکہ وادراک بڑھ جاتا ہے مگر پھر بھی جب تک علوم دین سے آگاہی نہ ہو صرف بلکہ کس کام آتا ہے دیکھو منطق و فلسفہ بالاتفاق دقائق علوم سے ہیں مگر صرف منطق و فلسفہ میں تبحر پیدا کرنے سے اسرار احکام اسلام پر کوئی مطلع نہیں ہوا ہے۔ بڑے بڑے منطقیوں اور فلسفیوں نے ان علوم کے بہروسہ علوم دین میں دخل دیا مگر بجز حیرت و حسرت کچھ حاصل نہ کیا۔

اور اخیر عمر میں اپنے کئے کرائے اور پڑھے پڑھائے پر افسوس ظاہر کیا چنانچہ کلمات ان متفرقات کے اشاعۃ السنہ نمبر ۱ و ۲ جلد اول میں بتفصیل نقل ہو چکے ہیں۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ریاضی یا طبعی اور علوم فلسفی مین خواہ کوئی کیسا ہے ماہر و کامل ہو وہ جب تک علوم دین مین کامل بداخلت پیدا نکرے اسرار احکام اسلام کو پہنچ نہین سکتا اور اہل علوم کی نسبت وہ عامی ہونے سے باہر نہین ہوتا۔

اور جس حال مین علوم دین مین لوگون کا تنزل آپکو پہنچے اس قدر بال ہے کہ عربی لیٹریچر کو تنزل ہے اور نیز مشاہدہ ظاہر حال سے ماننا پڑتا ہے تو ہمسے اکثر لوگون کا باوجود ریاضی و طبعی دانی کے علوم دین کی نسبت جاہل و عامی ہونا ہی واجب التسلیم ہے۔ اور امام غزالی کا اوپر لوگون کو عوام ٹھہراکر انکو دخل در معقولات دین سے روکنا نہایت صحیح ہے اگے ہٹ دھرمی کا کچھ علاج نہین ہے۔

بالجملہ امام صاحب کے قانون تاویل پر جو آنرایبل صاحب نے پانچ اعتراض کیے ہین وہ سب کے سب مغالطات و فاسد خیالات ہین اور امام صاحب کا قانون تاویل ایسا قانون ہے جسپر جہاں تک اہل مجاورہ کو اتفاق ہے اس قانون کے سوائے کسی کلام کا (خالق کا ہو خواہ مخلوق کا) ضبط و اعتبار نہین رہتا اور تاویل بلا قانون کے ذریعہ سے دن سے رات اور رات سے دن اور پانی سے بول اور پول سے پانی۔ اور بکری سے خنزیر اور خنزیر سے بکرے کا مراد لینا ممکن ہے جس سے سلسلہ دین و دنیا کا درہم برہم ہوجانا متصور ہے۔

اور جو آپنے **مقام تسلیم** فرمایا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ امام صاحب نے اہل اسلام کو باہمی تکفیر سے منع کیا ہے تو ہمسے آپکیا کیا؟ جسپر آپ خوش ہوتے ہین اور اسکی تعریف کرنے لگے امام غزالی کے اصول پر تو نہ آپ اہل اسلام ہین نہ کوئی خلافیات اہل اسلام ہین اسلئے اس قول کو تو آپسے کچھ تعلق ہی نہین ہے پھر آپکا یہ کہنا کہ یہ قول امام صاحب کا نہایت حق و صحیح ہے آپ کے منہ سے کب زیبا ہے۔

اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے بعض لوگ ایسے ہین جو بلا دلیل قطعی صرف غلبہ ظن سے تاویل کیطرف رجوع کرتے ہین (انکی نسبت تو علماء یہی چاہتا ہے کہ انکی تکفیر واجب ہو)

ومن الناس من یبادر الی التاویل بعلمیات
الظنون من غیر برہان قاطع ولا ینبغی ان
یبادر الیہ الی تکفیرہ فی کل مقام بل ینظر
فیہ فان کان فی امر لا یتعلق باصول العقائد
ومہماتہا فلا تکفر وذلک کقول بعض الصوفیۃ
ان المراد بروبۃ الخلیل ع الکوکب والشمس
والقمر قولہ ہذا ربی بغیر ظاہرہ بل ہی جواہر
نورانیۃ ملکیۃ نورانیتہا عقلیۃ لا حسیۃ

مگر انکی تکفیر ہر جگہ واجب نہیں ہے بلکہ
انکے محل تاویل کو دیکھنا ضروری ہے اگر وہ محل
جسمیں وہ تاویل کرتے ہیں اصول عقائد مقصودہ
سے نہو تو اس تاویل بلا دلیل کے سبب انکی تکفیر
کیجاوے اسکی مثال بعض صوفیوں کا قول ہے
کہ حضرت ابراہیم نے جو چاند سورج کو کہا تہا
کہ یہ میرا رب ہے اس سے مراد ظاہر چاند سورج نہیں ہے
بلکہ عالم ملکوت کی انوار نیر جنکی نورانیت عقلی ہوتی ہے

پھر امام صاحب نے ان صوفیہ کی اسی وجہ تاویل کو نقل کیا پھر اسکو بوجہ معقول ذکر کیا ہے انکی
وجہ تاویل اور اسکو ذکر کرنے کی ضرورت سمجھکر نقل نہیں کیا۔ پھر امام صاحب نے فرمایا اگر وہ محل جسمیں
کوئی بلا دلیل تاویل کرتا ہے اصول عقائد مقصودہ سے ہو اور وہ پھر اسکے ظاہری معنے کو بلا دلیل بدلتا ہے

وکذا یقال فی من ہذا الجنس فی اصول العقائد
المہمۃ فیجب تکفیرہ من غیر النظر بغیر برہان
قاطع کالذی ینکر حشر الاجساد وینکر العقوبات
المعتبرۃ فی الاخرۃ المعلومۃ وجودہا بالتواتر
من غیر برہان قاطع فیجب تکفیرہ قطعا لانہ لا
برہان علی استحالۃ رد الارواح الی
الاجساد وذکر ذلک بعض الفرق الملحدین
فیجب تکفیر من نطق بہ۔ وہو مذہب اکثر
الفلاسفۃ وکذلک یکفر من قال ان اللہ
تعالی لا یعلم الا نفسہ ولا یعلم الا الکلیات

تو ایسے شخص کی تکفیر واجب ہے جیسے منکرین
حشر عقوبات اخروی (دوزخ کے سزا
وجہنم) کہ وہ محض بے طبون اور وہموں
سے بلا دلیل قطعی ہم حشر و عذاب کو محال
وبعید سمجھتے ہیں انکی تکفیر البتہ واجب ہے
اسلئے کہ ارواح کے جسم کیطرف پھر آنے
کے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے
اور اس بات کا ذکر کرنا کہ وہاں صرف حشر ارواح
ہے نہ حشر اجسام اور لذات جنت و عذاب
دوزخ کا وجود ذاتی و خارجی نہیں ہے)

فاما الامور الجزوية المتعلقة بالاشخاص فلا يعلمها۔

دین مین نقصان ڈالتا ہے۔ پس جو کوئی یہہ بات زبان پر لاوے اسکی

تکفیر واجب ہے اسیطرح اس شخص کی تکفیر واجب ہے جو کہتا ہے کہ خدا تعالے بجز ذاتی صفات کے اور کچھ نہین جانتا اور بجز کلیات اون خبر ہائے کے جو اور اشخاص کے متعلق ہین نہین جانتا اس شخص کی تکفیر ہم لیے واجب ہے کہ ہر قول مین رسول کی یقیناً تکذیب پائی جاتی

لانه تكذيب للرسول قطعا وليس من تفاصيل الدرجات التي ذكرنا في التاويل اذا دلة القرآن والاخبار على تفهيم حشر الاجساد وتفهيم† علم الله تفصيل كل جزئي على الاشخاص تجاوز حدا يقبل التاويل وهم يعترفون ان هذا ليس من التاويل ولكن قالوا انها كان صلاح الخلق في ان يعتقدوا حشر الاجساد وقصور فهمهم عن درك المعاد العقلي وكان صلاحهم في ان يعتقدوا ان الله تعالى عالم بالجزئيات عليهم ورقيب عليهم يورث ذلك رغبة ورهبة فجاز للرسول ان يفهمهم ذلك وليس بكاذب من افهم

ہے۔ اور یہہ اون درجات مختلفہ تاویل مین داخل نہین ہے جنکا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے۔ اسلیے کہ دلیل قرآن سے ثابت ہے جسمین اجسام کا اٹھایا جانا۔ اور خدا تعالے کا ظاہر شخص کو بتفصیل جانتا سمجھا گیا ہے اس حد سے متجاوز ہین جسمین تاویل کی گنجایش ہے۔ اور وہ لوگ خود اقراری ہین کہ ہمارا یہہ کہنا تاویل نہین ہے۔ بلکہ قول رسول کو (دروغ مصلحت آمیز کا مصداق بناتا ہے) اور کہتے ہین کہ حشر اجسام کے اعتقاد کرنے مین لوگون کی بہتری ہی کیونکہ حشر کلی و روحانی کے سمجھنے کے انکو عقل نہین اسلیے اس حشر روحانی کو حشر جسمانی بتاکر سمجھایا

† لفظ تفہیم کو اسنے تعمیم بنایا ہے اور اسی کے موافق ترجمہ کیا ہے اسمین وہی کام لیا ہے جسکا ذکر حاشیہ صفحہ ۲۰۶ مین گذرا۔

غیر منقول بانیہ صلاحہ ان یکون کما
قالہ ہذا القول باطل قطعا لانہ تصریح بالکذب
ثم طلب عذر فی انہ لم کذب ویجیب ابطال
منصب النبوۃ من جہۃ ان الرذیلۃ تنقص الصدق
واصبح الخلق بہ مذمومۃ من الکذب
وہذا دل درجات الزندقۃ وہی نتیجۃ
مین الاعتزال والزندقۃ المطلقۃ ان
المعتزلۃ لیقربہا جہم من منہج الفرقۃ
الاتی ہذا الامر الواحد وہو ان المعتزلی
لا یجوز الکذب علی الرسل بمثل ہذا التعلیل
یقول الظاہر قبحہ لظہور المفسدۃ بخلافہ
والفلسفی لا یقصر تجاوزہ علی الظاہر علی ما
یقبل التاویل علی قرب او علی بعد والزندقۃ
المطلقۃ فہی ان ینکر اصل المعاد عقلیا وحسیا
وینکر الصانع للعالم اصلا اما اثبات المعاد بنوعیہ
عقلی مع نفی الآلام واللذات الحسیۃ واثبات
الصانع مع نفی علمہ بتفاصیل الامور فہی زندقۃ
مقیدہ بنوع من اعتراف الصدق۔

اسیطرح اس اعتقاد میں (کہ جو کچھ ہو رہا ہے
خدا تعالیٰ سے ہو جانتا ہے اور خدا تعالیٰ ہر وقت
اپنی نگاہ رکھتا ہے) انکی بہتری ہے اسلئے
انکو یہ سمجھانا کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں خدا جانتا ہے
رسول کے لئے کہنا جائز ہو گیا اور جن باتوں
کے بیان میں لوگوں کا فائدہ ہونے کے بیان
کرنے والا جو ظاہری نہیں ہے اگرچہ واقعہ
میں ان باتوں کا وجود ہو اور یہ کہنا
باطل ہے کیونکہ
پھر اس جھوٹ کا سبب
اسلئے بولا ہے
ثبوت کا بڑا سمجھنا
کہنے اور اسی پر ہے
جھوٹ سے استغفار
کرنا زندیق (جسکی
ہے اور یہ رتبہ معتزلیوں اور
ہیں کی بیچا پہچ ہیں ہے۔
اس لئے کہ معتزلہ کا طریق طریق فلاسفہ کے قریب

† آنریبل صاحب نے لفظ جلال کو جو جیم سے ہے افضال جانکر سمجھا ہے اور ترجمہ غلط کیا ہے مگر ساتھ ہی لفظ عجب
فقرہ بعد کے فرمانے سے یہ معلوم ہوتا ہے جس پر بھی یہ معنی حاصل ہو جاتے ہیں یہی ترجمہ کہا ہے۔

ہے بجز ایک اس بات کے کہ معتزلے آنحضرت کو ایسے عذر کے سبب جھوٹا کہنا جائز نہیں سمجھتے - بلکہ ظاہر قول رسول کے (جب انکو بدلیل اسکا خلاف ثابت ہو) تاویل کر دیتے ہیں اور فلسفی ظاہر قول رسول کے ترک کرنے کو کسی تاویل قریب یا بعید پر منحصر نہیں رکھتا بلکہ جہاں تاویل نہ سکے وہاں رسول کا جھوٹا بولنا تجویز کر دیتا ہے - اور مطلق زندیق پن یہی ہے کہ سرے سے معاد کو عقلی ہو خواہ روحانی نہ مانیں اور وجود خدا سے بھی انکاری ہو جاویں - مگر معاد عقلی کو ماننا ولذات وآلام حسی کو نہ ماننا اور وجود خدا کو ماننا اور اسکے علم تفصیلی متعلق بجزئیات کے نفی کرنا یہ عقید زندیق پن ہے جسمیں ایک نوع اقرار کا پایا جاتا ہے -

اس قول پر آنریبل صاحب بہادر نے چار اعتراض کئے ہیں اول جو انہی کے الفاظ سے منقول ہوتا ہے یہ ہے کہ یہی مقام ہے جہاں امام صاحب اپنی تقلیدی وتبعیتی بیڑی کو توڑ نہیں سکے اور اپنی کلام کو اختلاف کو بھی خیال میں نہ لا سکے - اور انہوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص مہمات عقاید میں بغیر برہان قاطع تاویل کرے اسکی تکفیر واجب اور اسکی متاول حضرت اور عقوبات کو ظاہری معنوں کی تاویل کی دی ہے - برہان قاطع انہوں نے اس مقام پر یہی شرط لگائی ہے - اور خود دکھلائی نہیں کہ برہان کو برہان قرار دینے میں بہت سے اختلاف رائے ہو سکتا ہے اور برہان کی غلطی کے سبب تکفیر نہیں چاہیئے یہ سوال ہے اگرچہ امام صاحب کی نزدیک اعادہ ارواح اجسام میں محال نہو مگر جس شخص کے نزدیک اسکا محال ہونا برہان سے ثابت ہوا ہو اور گو کہ برہان میں اس سے غلطی ہو اسکی تکفیر کیوں واجب ہے

اعتراض دوم کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب نے حشر اجسام پر بحث کرنے میں دین کا ضرر بتایا اور درحقیقت حشر اجسام پر بحث نکرنے میں دین کا ضرر ہے جسکے دلوں میں حشر اجسام وآلام ولذات معاد کی نسبت شبہات پیدا ہو گئی ہیں اور وہ امام صاحب کو اجسام میں حال جانتے ہیں انکے لئے ان امور پر مباحثہ کرنے اور انکی حقیقت کو بیان کرنے میں دین کا ضرر ہے - یہ کفر علماء نہیں ہوتا ہے بشرطیکہ اسکو سمجھا ہو کہ اسلام میں حشر اجسام وغیرہ

وآلام بہشت و دوزخ وارد ہین یہہ کیونکر ہو سکتی ہین یا ایک مسلمان اسلام کو ترک کرتا ہے اسلیئے کہ اسلام مین حشر اجسام وحسی نعیم وآلام وارد ہین - اور انکا وجود محال ہے ایسے لوگون کو امام صاحب تو یہہ فرماتے ہین کہ چپ رہو یہہ بحث مت کرو ہمین دین کا ضرر ہے - اور سید احمد کہتا ہے کہ ہمین امر مین بلکہ دین کے کسی مسئلہ مین بحث کرنے مین کچھہ اندیشہ نہین ہے - اور حشر اجسام وحسی نعیم وآلام کی حقیقت سمجھانے کو مستعد ہوتا ہے ان دونون مین کون شخص دین کو نفع رسان ہے اور کون ضرر رسان -

اعتراض سوم کا حاصل یہہ ہے کہ جن آیات واحادیث سے خدا کا جزئیات اشیاء کو جانتا ثابت ہوتا ہے اگر ان آیات سے یہہ امر منکر کے نزدیک ثابت نہین ہے تو وہ مکذب آیات کیونکر ہو سکتا ہے +

اعتراض چہارم کا محصل یہہ ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ رسول نے مصلحۃ ترغیباً وترہیباً معاد عقلی کو معاد جسمانی کے پیرایہ مین بتایا ہے - اور علم کلی خدا تعالی کو علم تفصیلی کے پیرایہ مین ظاہر فرمایا ہے - اور یہہ کہنا جھوٹ بھی نہین ہے اسلیئے کہ جس بات مین لوگون کی بہتری ہو اسکا بیان کرنا اگرچہ خلاف واقعہ ہو جھوٹ نہین ہوتا وہ شخص پیغمبر کو کیونکر کہلا توجھوٹا نہین بنا تا پھر اسکو صاف صاف رسول کی تکذیب کرنے والا کیون ٹھہرایا گیا -

اس اعتراض اور اعتراض سوم کی **تائید یا تقریر** مین آپنے فرمایا ہے اصل یہہ ہے کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ پر یقین کیا اسنے ذات باری کو جامع جمیع صفات وبری جمیع نقصانات سے یقین کیا ہے اور جس شخص نے محمد رسول اللہ پر یقین کیا اسنے نبی صادق کو تسلیم کیا اور ما جاء بہ کو حق مانا ہے پس اسکے کسی قول سے اپنے قیاس کے مطابق ایک امر کا استنباط کرنا اور کہنا کہ اس سے تکذیب رسول لازم آتی ہے تفسیر القول بما لا یرضے بہ قائلہ ہے اور اس تفسیر سے جسکو خود قائل قبول نہین کرتا اسکی تکفیر بہت بڑی غلطی اور نادانی ہے - ممکن ہے کہ اسکی تمام تاویلون کو اور تمام دلیلون اور براہین کو ملن دو ہم سقیط

کہا جاوے مگر اسکو کافر نہین کہا جا سکتا پس کلمہ گو کو کافر کہنا سخت گمراہی ہے لانکفر احدا من اہل القبلۃ صحیح اور ٹھیک مذہب ہے ۔

راقم کہتا ہے جواب اعتراض اول یہہ ہے کہ قول سابق مین جو امام صاحب نے برہان کو قائم کرنے اور اسکو قطعی قرار دینے مین اختلاف اور غلطی کا ممکن ہونا تجویز کیا ہے اور اسکے سبب تکفیر سے منع کیا ہے تو وہ ایسے محل (ظاہر آیۃ یا حدیث) کی نسبت ہے جو اپنے ظاہری معنی پر قطعی الدلالۃ نہین ہے۔ اور اسمین تاویل کی گنجائش ہے اور جو اس قول مین منکرین حشر اجسام پر فتوی کفر لگایا ہے تو یہہ ایسے محل (نص قطعی) مین تاویل کرنے والہ کی نسبت ہے جو قابل تاویل نہین اور وہ اپنے معنے منصوص پر قطعی الدلالۃ ہے۔ یہہ بات آپ نے اس کلام مین (جسپر معترض نے اعتراض کیا ہے) کہو لکر فرما دی ہے اور آپکے قول آیندہ مین بھی اسکی تشریح موجود ہے† پر جناب معترض نے اسکی طرف توجہ نہین کی۔ پس امام صاحب کا قول سابق اس قول کے مخالف نہوا اور معترض کا اعتراض تخالف و تناقض مندفع ہوا ۔

رہا آپکا یہہ **اعتراض** ۔ کہ تمہارے نزدیک اس محل کا قابل تاویل ہونا اور اسکی ظاہر معنی کا بدلیل قطعی محال ہونا مسلم نہ سہی خصم (منکر و مؤل) کے نزدیک تو وہ مسلم ہے پھر اسکی تکفیر کیونکر واجب ہے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ اگر تکفیر کے باب مین زعم و عندیہ مخالف کا (جسکی تکفیر کیجاوے) لحاظ ضروری ہو تو دنیا مین کسی کافر کو (جب تک وہ اپنے نزدیک کافر نہوا اور خود کافر نہ کہلاوے) کافر کہنا صحیح نہو۔ حالانکہ باتفاق کل بہت ایسے لوگون کو کافر کہا گیا ہے جنہون نے اپنے تئین کافر نہین سمجھا۔

لامحالہ اس امر کا فیصلہ کہ منکر یا مؤل اپنے انکار و تاویل مین قطعیات کا انکاری ہے اور اسکے انکار و تاویل کے ان قطعیات مین گنجائش نہین ہے اسلئے وہ کافر ہے ہر شخص اپنے ہی تحقیق و عقد سے کرتا ہے جس حکم یا آیت کو وہ اپنے نزدیک قطعی اور واجب التسلیم جانتا ہے اور اسمین تاویل و انکار کی گنجائش نہین دیکھتا اسکے منکر و مؤل کو کافر کہہ دیتا ہے اسمین زعم

† دیکھو نمبر سابق صـ۲۲۲ ‡ یہہ جو نمبر آیندہ مین آویگا

وعندیہ حضم کی موافقت واجازت کا منتظر نہین رہتا۔

دور کیون جائین آپ ہی کے فتوی تکفیر کو کیون ندیکھین۔ جن لوگون **آپنے** زبانی **کافر** کہا ہے (گو دل مین آپکے کسیکے کافر ہونیکا اعتقاد نہین ہے چنانچہ مضمون تہذیب ماہ ذیقعدہ ۹۶ھ اسپر شاہد ہے) اون لوگون کی تکفیر مین اپنے انکے زعم وعندیہ کا لحاظ نہین فرمایا۔ کیا جنکو کافر مطلق کہا ہے† وہ سب اپنے تئین دیک کافر ہین؟ اور اپنے اعتقاد یا عمل کو کفر سمجھکر اسکے مرتکب ہین؟ اور جنکو مشرک بتایا ہے‡ وہ سب اپنے خیال مین مشرک ہین؟ اور اپنے فعل یا اعتقاد کو شرک حقیقی سمجھتے ہین؟ اور اسمین خدا تعالی کی ناراضگی کا یقین رکھتے ہین؟

کفار ومشرکین مکہ کا حال تو قرآن وحدیث سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھہ کفر یا شرک

---

† دیکھو تہذیب ماہ محرم ۹۷ھ صفحہ ۱۱ جسکی عبارت اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ۳ مین صفحہ ۱۳۱ گذری ہے۔

‡ دیکھو تہذیب ماہ صفر ۹۷ھ صفحہ ۱۳۷ جسمین آپ فرماتے ہین کہ تاریخی واقعات سے ثابت ہے کہ ہر قوم مین کوئی نکوئی رفارفرما پیغمبر گذرا ہے جسکی تعلیم کی بنیاد وحدہ لاشریک باری پر قائم ہوئی ہے گو کہ بعد کو لوگون نے ہر زمانہ وعہد کے ماسوا کی پرستش اختیار کی ہو اور کسی دوسری شے مین الوہیت کا یقین کیا ہو جو شرک حقیقی کے لوازم ذاتی مین سے ہو تو ایسے فرقہ کو مین خدا کی رحمت مین باوجود ویکہ اسکی بے انتہا وسیع آغوش لوگون مین رہ لوگ بھی داخل ہین جنکی قوت مدرکہ بچپن سے اور ابتدا عمر سے ایسی تعلیم وتربیت کی پرورش مین گئی ہو یا معاشرت کی بندشون مین زندگی ہو جو ایمان باللہ اور اسکی توحید فی الذات وفی الصفات وفی العبادات کی منافی ہو۔ اور اسکے سبب سے انکے دل مین اس معلوم وجود کے بتانیوالے کی یا اسکو ایجاد دلانیوالے کی بات نہین سماتی یا سماتی ہو پر مانی نہین جاتی یا لاعلمی وناسمجھی کے سبب سے اسکو سمجھنے کی اور جو سمجھتے ہین اسکے بوجھنے کی اور جو کرتے ہین اسکے کہنے کی جانی کی معذرت کیجاتی ہے۔ × × × × × اس فرقے کو بھی مین خدا کی رحمت مین باوجود اسکے بے انتہا وسیع ہونے کی جگہہ نہین دی سکتا۔"

یا فسق وہ لوگ کرتے اسکو کفر و شرک و فسق نہ سمجھتے بلکہ سراسر عبادت و اطاعت و قربت خدا خیال کرتے اور اس سے روکنے والوں (آنحضرؐ اور اونکے اصحاب) کو خارج از دین و مخالف

† والذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی ان اللہ یحکم بینہم فی ما ہم فیہ یختلفون ان اللہ لا یہدی من ہو کاذب کفار - زمر ع ۱ -

جنہوں نے خدا کو سوائے اور کارساز بنائی ہیں وہ یہہ کہتے ہیں کہ ہم تو انکو اسواسطے پوجتے ہیں کہ یہہ ہمکو خدا سے نزدیک کردیں اللہ تعالیٰ انمیں فیصلہ کریگا جسمیں وہ اختلاف کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ جھوٹے ناشکر یکو راہ نہیں دکھاتا۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنکو وہ پوجتے ہیں اور پکارتے انکو اصلی معبود نہ سمجھتے - بلکہ اصلی معبود خدا تعالیٰ کو سمجھتے اور انکو محض وسیلہ خیال کرتے اور اس تجویز سے وہ بزعم خود حقیقی شرک نہ کرتے - یہہ خدا تعالیٰ نے برخلاف انکے خیال کے انکے فعل کو شرک ٹھہرایا اور اونکو کفار یعنے بڑے کافر بتایا۔

ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرہم ولا ینفعہم ویقولون ہؤلاء شفعاؤنا عند اللہ قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السموات ولا فی الارض سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون یونس ع ۲ -

اور خدا کو سوائے انکو پوجتے جو نہ انکو نقصان پہنچاتے نہ نفع پہنچاتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ یہہ لوگ ہمارے اللہ کے پاس سفارشی ہیں تو کہدو تم خدا کو بتاتے ہو جو خدا آسمانوں اور زمینوں میں نہیں جانتا - وہ پاک ہے اس سے جسکو اسکا شریک بناتے ہیں

یہہ آیت بھی صاف ناطق ہے کہ جنکو وہ پوجتے تھے اسکو خدا یا خدا کی مثل نہ سمجھتے بلکہ خدا کی جناب میں سفارشی بناتے تبھی خدا نے انکو مشرک کہا اور انکے خیال و اعتقاد کا لحاظ نہ فرمایا۔

واذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیہا آباءنا واللہ امرنا بہا قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون

اور جب وہ کوئی بے حیائی (بت پرستی یا طواف بحالت برہنگی) کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمنے اپنے بزرگوں کو اسپر پایا اور یہی خدا نے حکم دیا ہے تو کہدے خدا تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا کیا تم خدا پر افترا کرتے ہو جسکا علم نہیں رکھتے۔

الحاعت رب العالمین خیال کرتے - باینہمہ خدا تعالے انکو کافر و مشرک ٹہرایا اور اور انکے زعم و خیال کا لحاظ نفرمایا اور آپنے بہی ایسے لوگون کا کافر و مشرک مخلد فی النار

وقال الذین اشرکوا لوشاء اللہ ما عبدنا — مشرکون نے کہا خدا کی مرضی نہوتی تو ہم
من دونہ من شیء نحن ولا آباؤنا ولا حرمنا — اسکے سوائے کسیکو نہ پوجتے اور نہ کچھہ حرام
من دونہ من شیء کذلک فعل الذین من قبلہم — کرتے انکو کہدو تمہارے پاس اسکی کچھہ سند ہے؟
قل ہل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون — کہ تم اسکو پیش کرو - تم تو اپنے ظن و خیال ہی
الا الظن وان انتم الا تخرصون انعام ۱۸۶ — کے پیرو ہو اور تم اٹکلین ہی دوڑاتے ہو
ما لہم بذلک من علم ان ہم الا یخرصون - زخرف ۲۴ — تم کو اس امر کا علم نہین یہہ آپس ہی میں جھوٹ

ناطق ہین کہ جو کچھہ وہ شرک وغیرہ کرتے اسمین وہ بزعم خود حکم و رضاء الہی کی تابع ہتے تبہی خدا نے مشرک کہا اور انکے عندیہ و خیال کا کچھہ لحاظ نفرمایا -

اور سورہ یونس ع ۴ - بنی اسرائیل ع ۷ - نحل ع ۵ - عنکبوت ع ۷ - لقمان ع ۴ - زخرف ع ۱ و ۷ زمر ع ۴ - وغیرہ مقامات مین مشرکین کے صاف صاف اعتراف منقول ہین کہ عالم مین جو کچھہ پیدائش و تدبیر مین جلانا مارنا رزق دینا سننا برسانا چاند سورج کو چلانا رات دن کا نکالنا ڈوبتون کو بچانا سبہی خدا کی قدرت مین ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ اصل معبود خدا ہے کون جانتے انکو سوائے جبکو بنائے بزعم خود برائے خدا ماننے اور اسکی عبادت کو عبادت خدا کیطرح اصلی و حقیقی عبادت نہ جانتے بلکہ عبادت و تقرب خدا کا وسیلہ خیال کرتے باینہمہ خدا و رسول نے انکو مشرک قرار دیا - اور انکے خیالی خانہ ساز اعتقاد کا کچھہ لحاظ نکیا - اور صحیح مسلم مین حضرت ابن عباس سے حدیث ہے کہ مشرکین

عن ابن عباس قال کان المشرکون یقولون — کہ طواف کرتے تو اسمین یہہ کلمات کہتے اے خدا ہم
لبیک لا شریک لک فیقول رسول اللہ قد قد فیقولون الا شریکا — تیری عبادت کو حاضر ہین تیرا کوئی شریک نہین
ہو لک تملکہ وما ملک یقولون ہذا وہم یطوفون بالبیت — ہے پر ایک شریک ہے سو بہی ایسا ہے کہ تو اسکا مالک

ہونا تسلیم کرلیا ہے - پس اگر ایسا ہی امام غزالی نے منکرین حشر اجسام و اخروی نعیم و آلام اپنی تحقیق سے بلا لحاظ زعم و عندیہ اون منکرین کے کہا تو کیا بُرا -

کفر یا شرک وغیرہ مذہبی جرائم کی تجویز پر کیا حصر ہے عقلی اور دنیاوی جرائم کی کسی شخص میں ثابت کرنے وقت بھی ایسے ہی قانون پر فیصلہ ہوتا ہے کہ جہاں کسی شخص میں کوئی امر خلاف

ہے وہ خود مالک نہیں ہے یا جسکا وہ مالک ہے وہ بھی تیرے ملک ہے انکی یہہ کلمات بھی صاف تقصیر دلاتی ہیں کہ وہ کسی معبود کو خدا کی برابر نہ سمجھتے اور بزعم خود شرک حقیقی کے مرتکب نہ تھے آنحضرت نے انکو نجھوڑا اور اس لفظ سے جسمیں لوگوں نے ایک معبود پر لفظ شریک کا اطلاق کیا تھا منع کیا اور انکی خیال کا کچھ لحاظ نہ فرمایا بالجملہ ان آیات و احادیث سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین عرب بزعم خیال میں مشرک نہ تھے پھر خدا و رسول نے انکو مشرک کہا اور انکی مذہبی کا اعتبار نہ فرمایا اور اس مضمون کی آیات و احادیث بہت ہیں کہ از انجملہ بعض آیات جو قبل سابق بصفحہ (۲۱۳) ہی نقل ہو چکے ہیں -

یہاں شاید کوئی نیچری یا کوئی اور ملحد خدا و رسول پر یہہ اعتراض کرے کہ جیسا التہ میں مشرکین کو خدا اور دوسرے معبودوں کی نسبت یہہ اعتقاد تھا جو قرآن و حدیث سے بیان ہوا تو پھر خدا و رسول نے انکی عبادت غیر اللہ کو شرک حقیقی کیوں ٹھہرایا - یہہ غلطی اور سراسر نا انصافی - **اسکا جواب** یہہ ہے کہ بعض صورتوں اور بتوں اور قالبوں کو (جیسے سر پھکانا - گڑگڑانا وامثال ذلک) خدا نے عبادت حقیقی ٹھہرا کر اپنے لئے مخصوص کیا ہوا ہے اور اپنے سوا اوروں کے لئے انکو بجالانیکو گو کسی نیت و خیال سے ہو حقیقی شرک ٹھہرا دیا اگر اوہنوں نے بغرض مذکور شامل کرلیا اور اس فعل سے اپنی جس ادعائی اعتقاد کو جھوٹا کر دیا اسلئے خدا نے انکو مشرک ٹھہرایا اور اونکے اعتقاد کو کان لم یکن سمجھکر اسکا اعتبار نکیا اور بنوت اس امر کا کہ جب عمل اعتقاد کا مکذب و مخالف ہوتا ہے تو وہ لائق اعتبار نہیں رہتا عنقریب بصفحہ (۲۳۲) آتا ہے جہاں مخاطب کی اس کلام کا جواب ہے جو اعتراض سوم و چہارم کی تائید یا تقریع میں اوسنے کہا ہے -

عقل یا خلاف اصول معاشرت کوئی تجویز کرتا ہے تو اسمین اپنے ہی تحقیق کے بھروسے اس شخص پر وہ جرم جما دیتا ہی اسمین مجرم کی عندیہ کا لحاظ نہین کرتا۔

حضور پر نور ہی کو دیکھو جب عہدہ مجسٹریٹی پر مامور ہتے تو جس شخص کا اپنی تحقیق سے چور ہونا ثابت کرتے اسکو جیلخانہ مین بھیجدیتے اسمین مجرم کی زعم و عندیہ کی رعایت نکرتے اور جسکو قتل عمدی کا مرتکب قرار دیتے اسکو بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ اپنے زعم مین قاتل ہی یا نہین پھانسی کے لئے حاکم بالادست کے پاس بھیجدیتے اور اب بھی جس منصب پر ہین اسمین بھی یہی کارروائی کر رہے ہین۔ جسکو اپنی تحقیق و خیال سے غیر مہذب یا غیر محقق یا بے عقل یا خطا پر سمجھتے ہین اسپر اپنے خیال کے موافق یہی احکام لگاتے ہین اسمین زعم مخالف کا لحاظ نہین فرماتے

بالجملہ تکفیر یا تخطیہ یا تضلیل مین زعم مخالف کا لحاظ کرنا ایسا امر ہے جسپر نہ خدا کا عمل ہے نہ کسی رسول کا نہ کسی مذہب و ملت کے علما، کا نہ کافہ انام و عامہ عقلا، کا حتے کہ خود جناب آنریبل صاحب کو بھی اسکی پابندی نہین ہے۔ پھر امام غزالی پر اسکے خلاف کا الزام لگانا خدا اور رسول و کافہ خلائق پر الزام لگانا ہے اور اپنے آپ کو خود ہی جھٹلانا ہے اور یہ بہادری بجز آنریبل صاحب کس سے ہو سکتی ہے۔

این کار از تو آید مردان چنین کنند

جواب اعتراض اول پورا ہوا اور یہ اس انداز سے لکھا گیا ہے کہ جواب اعتراض سوم و چہارم بھی اسمین ادا ہو اسکا خلاصہ یہ ہے کہ گو منکر کے نزدیک علم باری متعلق جزئیات آیات و احادیث سے ثابت نہو، اور گو بنا، علیہ وہ اپنے زعم مین منکر و مکذب آیات نہو مگر نفس الامر مین اور خدا و رسول و مسلمانون کے نزدیک تو وہ علم آیات و احادیث سے اس صاحت سے ثابت ہی کہ ان مین تاویل کی گنجائش نہین ہے اسلئے وہ نفس الامر مین اور خدا و رسول و مسلمانون کے نزدیک ان آیات و احادیث کا مکذب ہے۔ اور اسباب مین اسکے زعم

وخیال کا کچھہ لحاظ و اعتبار نہین ہے - بحکم ان آیات کے خبکا بیان ابھی گذرا ہے - ایسا ہی جو شخص رسول کی نسبت کہتا ہے کہ واقعہ مین حشر اجسام محال ہے اور اسکا ہونا ناممکن ہے ایسا ہی خدا کا خرقیات کو جاننا ناممکن وغیر واقعی ہے مگر رسول نے ان باتون کو مصلحۃ بیان کردیا ہے یہہ شخص نفس الامر اور واقع مین رسول کو جھوٹ بولنے والہ قرار دیتا ہے گو اپنے زعم مین اس جھوٹ کو جھوٹ نہین سمجھتا یا سمجھتا ہے پر اسکا نام نہین لیتا -

پس اگر شق اول ہے تو بحکم آیات سابقہ اسکی سمجھہ کا اعتبار نہین ہے اور وہ واقعی کذب رسول کا مجوز ہے - اور اگر شق ثانی ہے تو وہ اور شریر و مکار ہے اس جھوٹ کو جھوٹ نہ کہنے مین اور اسکی شرارت و زعم خود حکمت عملی ہے جسکے ذریعہ سے وہ مسلمانون کو دام مین لاتا ہے اور انسے نبیؐ کی تعلیمات و اعتقادات کا انقیاد چھوڑاتا ہے - اگر وہ نبیؐ کی بات کو صاف جھوٹ کہے تو مسلمان لوگ اسکو کافر و منکر سمجھکر اسکی بات نہ سنین اسلئے وہ نبیؐ کو صاف جھوٹا نہین کہتا بلکہ نبیؐ پہ ایسی بات جماتا ہے جس سے احمق و بے سمجھہ ایک نہ ایک دن خود ہی نبی کو جھوٹا کہنے لگین اور اسلام کو سلام کرین -

ایسا شخص ظاہری منکر و کھلے کافر سے بڑھکر اسلام کا دشمن ہے اور اسکی عداوت و عداوت شیطان کے ہمرنگ ہے جسکی نسبت خدا نے قرآن مین فرمایا ہے کہ وہ شیطان اور اسکی جماعت تمکو دیکھتے ہین جہانسے تم انکو نہین دیکھتے

انہ یراکم ہو وقبیلہ من حیث لاترونہم اعراف ۳۶ -
قال مالک بن دینار ان عدوًا یراک ولا تراہ لشدید المؤنۃ الا من عصمہ اللہ (معالم التنزیل)

مالک بن دینار کا قول ہے کہ جو دشمن تجھہ دیکھے اور تو اسکو نہ دیکھے وہ سخت مصیبت مین ڈالتا ہے

اور جو اعتراض سوم (چہارم کی تائید مین (گویا ہمارے اس تقریر کی جواب مین) آپنے فرمایا ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ پر یقین کیا اسنے خدا کو سب نقصانون سے بری جانا اور رسولؐ کو صادق و برحق مانا پھر اسکے قول سے تکذیب رسولؐ نکالنا اور بدست آویز اسکے اسکو

کافر قرار دینا غلطی و نادانی ہے اور کلمہ گو کو کافر کہنا سخت گمراہی ہے اور اہل قبلہ کی تکفیر سے بچنا نہایت صحیح و درست مذہب ہے اسکا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے قول یا فعل سے یقیناً رسول کی تکذیب نکلتی ہے اسکا دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا کب مسلم ہے اگر وہ دل سے اس کلمہ پر یقین رکھتا تو اپنے قول و عمل سے رسول کی تکذیب نکرتا اسکا قول و عمل جو یقیناً رسول کو جھٹلاتے ہیں صاف یقین دلاتے ہیں کہ وہ کلمہ صرف زبان سے منافقانہ طور پر کہتا ہے اسکے دل میں اسکا کچھ اثر و یقین نہیں ہے اور اس زبانی اقرار سے اسکا مقصود دفع مضرت ہے یا جلب منفعت ہے اور اس زمانہ میں کفرین کو کفر کے اظہار و اشاعت میں چنداں ضرر نہیں ہے مگر اسکے چھپانے میں منفعت یہ ہے کہ اس پیرایہ میں اسلام کی تکذیب و تخریب اور ملحدانہ عقائد کی اشاعت و ترویج بآسانی ممکن ہے جو کہ ہم کہا کافر ہو کر ابطال اصول اسلام کا لکچر سنا دے تو اسکو لکچر میں کوئی دیندار نہ آوے مسلمان بن کر جو کچھ چاہے لوگوں کو سنا دے اس قسم کے لوگ ہر زمانہ میں چلے آئے ہیں اور انپر خدا اور رسول اور علماء اسلام نے یہی فتوی لگائے ہیں کہ انکی کلمہ گوئی دفع مضرت یا جلب منفعت کے لئے ہے اور حقیقت میں یہ اس کلمہ کے منکر اور منافق اور زندیق دہریے چھپے مرتد ہیں۔

کتب فقہ میں ان لوگوں کے احکام کے بیان میں مستقل ابواب مقرر و منعقد ہیں اور کتاب و سنت میں بہت جگہہ انکا ذکر موجود ہے۔ منافقین عصر نبوی کا حال سورہ بقرہ میں بیان فرمایا ہے کہ بعضے ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم خدا پر اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور درحقیقت مومن نہیں ہیں

ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الاخر وما ہم بمومنین۔ بقرہ۔ ع ۱۔

اور سورہ نساء میں فرمایا ہے کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو اپنے خیال میں اس کتاب پر جو تجھ پر نازل ہوئی ہے اور اس پر جو تجھ سے پہلے نازل ہوئی ایمان لائے ہیں پھر اپنے مقدمات کا فیصلہ ایک بڑے سرکش

الم تر الی الذین یزعمون انہم امنوا بما انزل

انیک وما انزل من قبلک یریدون ان
یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا
بہ ویرید الشیطن ان یضلہم ضلالاً بعیدا
واذا قیل لہم تعالوا الی ما انزل اللہ والی
الرسول رایت المنفقین یصدون عنک
صدودا فکیف اذا اصابتہم مصیبۃ بما قدمت
ایدیہم ثم جاؤک یحلفون باللہ ان اردنا
الا احسانا وتوفیقا۔ اولئک الذین یعلم
اللہ ما فی قلوبہم فاعرض عنہم وعظہم
وقل لہم فی انفسہم قولا بلیغا۔ وما ارسلنا
من رسول الا لیطاع باذن اللہ ولو انہم
اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر
لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔
فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر
بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت
ویسلموا تسلیما۔ سورہ نسا ع ۹۔

سے چاہتے ہین حالانکہ اس شخص کا انکار
ہے وہ منکر ہونے کے امور ہین۔ اور شیطان
چاہتا ہے کہ انکو دور بہلا دے جب انکو کہا
جاتا ہے کہ اس حکم کی طرف جو خدا نے اوتارا ہے
اور رسول کیطرف آؤ تو اسوقت منافقین کو
تو دیکھتا ہے کہ اس سے رکتے ہین کیا
حال ہوگا جب انکو مصیبت پہنچیگی بسبب ان
عملون کے جو انکے ہاتھون نے آگے بھیجا پھر
تیرے پاس آوینگے اور قسمین کہاوینگے کہ ہمارا قصد
اس سرکشی کے پاس جانے سے بجز بھلائی
و ملاپ اور کچھ نہین چاہا۔ خدا جانتا ہے
جو انکے دلون مین ہے انکی اسبات کو جانے
دے اور انکو نصیحت کر اور ایسی بات کہہ
جو انکے دل لگے۔ ہمنے جو رسول بھیجا ہے
سو اسلیے بھیجا کہ لوگ خدا کے حکم سے اسکی اطاعت
کرین اور جب وہ اپنی جانون پر ظلم کرتے ہے
تیرے پاس آتے اور اللہ سے بخشش چاہتے تو خدا کو متوجہ اور مہربان پاتے تیرے خدا کو اپنی
قسم ہے کہ یہہ ہرگز مومن نہونگے جب تک کہ اپنے جھگڑون مین تجھے حاکم نہ بناوین اور جو تو فیصلہ
کردے اس سے جی مین تنگی نہ لاوین اور اسکو مان جاوین۔

یہہ آیات اون منافقون کے حق مین اتری ہین جنہون نے بعض مقدمات مین آنحضرت کے
فیصلہ سے ناخوش ہوکر اور دون سے فیصلہ چاہا تھا انمین سے ایک منافق نے جب حضرت

عمر کے پاس آنحضرت کے فیصلہ پر ناراضگی کا اظہار کیا اور اُنسے فیصلہ کرانا چاہا تو انہوں نے اسکو قبل توغل وحی و اعلام نبوی منافق قرار دیا اور اس نے مرتدین فتنہ انداز دن کا سا معاملہ کیا۔ دیکھو تفسیر کبیر صفحہ ۳۶۱ جلد ۳ و تفسیر جلالین و فتح البیان وغیرہ۔

اور نیز سورہ نساء میں فرمایا ہے خدا منافقوں اور کافروں کو دوزخ میں اکٹھا کریگا

ان اللہ جامع المنافقین والکفرین فی جہنم جمیعا الذین یتربصون بکم فان کان لکم فتح من اللہ قالوا الم نکن معکم وان کان للکفرین نصیب قالوا الم نستحوذ علیکم ونمنعکم من المومنین فاللہ یحکم بینہم یوم القیمۃ ولن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا۔ ان المنفقین یخدعون اللہ وہو خادعہم واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا مذبذبین بین ذلک لا الی ہولاء ولا الی ہولاء ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا۔ سورہ نساء ۱۴ ع ۲۱۔

جو تمہارے (حال کے) منتظر رہتے ہیں پس اگر تمہارے جیت ہو تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر جیت تمہارے مخالفوں کے حصہ میں آوے تو انکو کہتے ہیں کیا ہم نے تم پر غلبہ پا کر تمکو مومنوں سے نہیں بچایا۔ اللہ قیامت کو انمیں فیصلہ کریگا۔ خدا کافروں کو مومنوں کے مٹا دینے کی راہ نہ دیگا۔ منافق (بزعم خود) خدا کو فریب دیتے ہیں اور خدا اُنکو فریب کا بدلہ دیتا ہے (اور انکے پردہ کھولتا ہے) اور جب وہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھاتے ہیں اور خدا کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ ان دونوں کے بیچ میں ڈانوا ڈول ہیں نہ ان کی طرف نہ ان کی طرف اور جسکو خدا بہکاوے اسکے لئے تو ہرگز راہ نہ پاویگا۔

اور سورہ توبہ میں فرمایا ہے منافق ڈرتے ہیں کہ انکے شان میں کوئی سورت نازل ہو

یحذر المنفقون ان تنزل علیہم سورۃ تنبئہم بما فی قلوبہم قل استہزوا ان اللہ

جو انکے دلوں کی بات بتادے تو کہدو تم ہنسی کرتے جاؤ۔ خدا ظاہر کریگا جس سے تم ڈرتے ہو۔

† یہ وہی منافقانہ طریق ہے جس سے آج کل مسلمان مبتلا ہیں اگرچہ نبوت کا یقین نہیں تاہم تفسیر کبیر۔

مخرج ما تحذرون ولئن سالتہم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل ابا اللہ وآیتہ ورسولہ کنتم تستہزؤن - لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم ان نعف عن طائفۃ منکم نعذب طائفۃ بانہم کانوا مجرمین - سورہ توبہ ع ۸ -

اور اگر اونسے پوچھے (کہ تم بتوک راستہ مین اسلام واہل اسلام کی اہانت کیون کرتے تھے) تو یہی جواب دینگے کہ ہم کھیلتے (اور سفر کاٹنے کو) باتین کرتے - تو کہدے کہ کیا اللہ اور اور اوسکی آیتون اور اسکے رسول سے تم ہنسی کرتے تھے تم یہہ عذر نہ کرو تم (ایسے باتون کے سبب) کافر ہو چکے اس ایمان کے پیچھے (جسکا زبان سے اظہار کیا تھا) اگر تم مین سے ایک فرقہ کو ہم معافی دینگے تو دوسرے کو عذاب مین پکڑینگے اسلئے کہ وہ بھی مجرم تھے -

کتب تفاسیر - فتح البیان - معالم - جلالین - تفسیر کبیر - وغیرہ مین بیان کیا ہے کہ

ان رجلا من المنافقین قال فی غزوۃ تبوک ما رایت مثل قرائنا ہؤلاء اقوم اعب قلوبا ولا اکذب السنۃ ولا اجبن عند اللقاء یعنی رسول اللہ والمومنین فقال رجل من الصحابۃ کذبت ولکنک منافق ثم ذہب لیخبر رسول اللہ فوجد القرآن قد سبقہ فجاء ذلک الرجل رسول اللہ وکان قد رکب ناقتہ فقال یا رسول اللہ انما کنا نخوض ونلعب ورسول اللہ یقول ابا اللہ وآیتہ کنتم تستہزؤن ولا یلتفت الیہ وما یزید علیہ (تفسیر کبیر صفحہ ۶۱۷ جلد ۴)

منافقون مین سے ایک شخص نے بتوک کے جنگ مین کہا کہ رسول اللہ اور مومنون سے بڑھکر ڈرنے والا اور جھوٹ بولنے والا اور بزدل اپنے کوئی نہین دیکھا ایک اصحابی نے سنکر کہا ہے کہ قسم ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور تو منافق ہے - یہہ کہکر وہ آنحضرت کے پاس گیا تو آگے اس شخص کے حق مین قرآن نازل ہو چکا تھا پھر وہ شخص بھی آیا اور عذر کرنے لگا کہ یا رسول اللہ ہم تو سفر کاٹنے کو دل لگی کرتے اور کہلتے آنحضرت اسکے جواب مین یہی فرماتے کہ کیا تم خدا اور اسکی آیتون سے ہنسی کرتے ہو اور اس شخص

کیطرف التفات نکرے۔

اور سورہ منافقون مین ہے جب منافق تیرے پاس (اے رسول) آتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم

اذا جاءک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشهد ان المنفقین لکذبون اتخذوا ایمانہم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ انہم ساء ما کانوا یعملون ۔ × × × × × × × ہم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا واللہ خزائن السموات والارض ولکن المنفقین لا یفقہون یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل ولله العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنفقین لا یعلمون ۔	اسبات کی شہادت دیتے ہین کہ تو خدا کا رسول ہے اور یہ بات خدا جانتا ہے کہ تو اسکا رسول ہے مگر خدا شہادت دیتا ہے کہ منافق جھوٹے بولتے ہین یعنے دل سے تجھے رسول نہین مانتے ۔ اپنی قسمون کو انہون نے سپر بنایا ہے یعنے جس سے وہ اپنے مال و جان بچاتے ہین اور وہ خدا کے راہ سے روکتے ہین ۔ بُرا ہی جو وہ کرتے ہین ۔ × × × × × × وہ کہتے ہین جو لوگ رسول کے پاس ہین انکو کچھ نہ دو جب تک کہ وہ یہان سے چلے جائین اور اللہ

آسمان و زمین کے خزانے خدا کے لئے ہین پر منافق نہین سمجھتے وہ کہتے ہین ہم (اس جنگ سے) پھر کر مدینہ پہنچے تو (ہم) عزت والے لوگ ان ذلیل مومنون کو نکال دینگے حالانکہ عزت خدا ہی کے لئے ہے اور رسول اور مومنون کے لئے پر منافق نہین جانتے۔

اور جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ اسی سفر مین ایک مہاجر نے انصاری کو طمانچہ

عن جابر بن عبد اللہ قال کنا فی غزاۃ فکسع رجل من المہاجرین رجلا من الانصار فقال الانصاری یا آل الانصار وقال المہاجری یا آل المہاجرین فسمع ذلک	مارا تو انصاری نے اپنے قبیلہ کو پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو پکارا آنحضرت نے اس پکار کو سنا تو فرمایا کہ یہ کیسے کافرون کی سی پکار ہے۔ اسکو

رسول اللہ صلعم فقال ایاک وعوی جاہلیۃ
فاتوا یا رسول اللہ صلعم کسح رجل من المہاجرین
رجلاً من الانصار فقال دعوہ فانہا
منتنۃ فسمع بذلک عبداللہ بن ابی فقال
فعلوع اما واللہ لئن رجعنا الی المدینۃ
لیخرجن الاعز منہا الاذل فبلغ ذلک
النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقام عمر فقال
یا رسول اللہ دعنی اضرب عنق ہذا المنافق
فقال النبی صلعم دعہ لا یتحدث الناس
ان محمداً یقتل اصحابہ ۔ رواہ البخاری

چھوڑ دو یہہ بدبو دار ہے ۔ یہہ قصہ عبداللہ نے
سنا تو کہا کہ اگر ہم مدینہ پہنچے تو ان ذلیل
مسلمانوں کو وہاں سے نکال دینگے ۔ یہہ قول
اسکا آنحضرت کو پہنچا تو وہاں حضرت عمرؓ نے
کہڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ مجھ کو اجازت
دیں کہ میں اس منافق کی گردن مارلوں
آن حضرت نے فرمایا ۔ جانے دو
لوگ یہہ نکہیں کہ محمدؐ اپنے
ساتھیوں کو مارتا ہے ۔

ان آیات میں خدا تعالے نے صاف طور پر منافقین کا اظہار کلمۃ الاسلام و ادا و احکام میں
جھوٹا و ریاکار ہونا بتلایا ہے اور انکے نفاق و جھوٹ پر ان ہی کے اقوال و افعال مکذبہ اسلام
کو دلیل ٹھہرایا ہے جس سے ہمکو صاف قانون بتا دیا ہے کہ جس شخص کا فعل و قول ایمان و اسلام کا
یقیناً مخالف و مکذب ہو اسکا دعوی ایمان بے اعتبار ہے اور وہ شخص جھوٹا و مکار ہے گو منہ
لا الہ الا اللہ محمد رسول کہتا ہے پر دل سے اسکو جھوٹ جانتا ہے ہی بے مبالاۃ اس کلمہ کے مکذبہ افعال
و اقوال کا مرتکب ہے ۔ شاید کوئی نیچری یا کوئی اور مسلمان ہماری اس تقریر و استدلال پر یہہ

† یہہ کہنا اسکا بعوض اس شخص کے ارادہ ضرر رسانی کے تہا جو باتفاق کل اہل سیاست و ریاست مذہب جو
خواہ غیر مذہب مسلمان ہوں خواہ غیر مسلم جائز ہے ۔ صرف کفر و نفاق کے سزاوار نہ تہا بلکہ وہ
منافق اور کافر تو اور بہت آن حضرت کے امن میں رہتے تہے جسکے مال و جان سے آپ تعرض نہ
کرتے تہے وہ اقتراض مخالفین مذہب اسلام کا اہل اسلام پر کہ مسلمان صرف مخالفت مذہب کے سب لوگوں کے مال و جان سے
تعرض کرتے ہیں دفع ہوا اور مسلمانوں کے عمل درآمد کا انصاف و انتصاف پر مبنی ہونا ثابت ہوا ۔

اختلاف کرنے کا منافقین عصر نبوی کا اظہار کلمۃ الاسلام میں جھوٹا ہونا تو وحی سے معلوم ہوا تھا۔ صرف انکے اقوال افعال سے آنحضرت صلعم اور انکے اصحاب نے استنباط نہیں کیا اور چونکہ بعد وقت وحی منقطع ہے لہذا انکے خبر اقوال و افعال سے اسکا اظہار کلمہ میں جھوٹا ہونے کا یقین کیونکر ہو سکتا ہے۔

اسکا جواب نیچریوں کے لئے تو یہ ہے کہ تمہارے مذہب کے رو سے وحی کی حقیقت† بجز اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ قانون قدرت زمینی دنیا اور دنیا والوں کے حالات جنمیں منافقین کے اقوال و افعال بھی داخل ہیں میں غور کریں اور جو امور ان سے نتائج پیدا ہو سکیں وہ نتائج نکال کر انپر یقین کریں۔ اور اون سے کوئی نتیجہ نہیں ہے جسے ان حضرت کے وقت میں تھا وہی اب بھی ہے اور آئندہ بھی ہمیشہ کے لئے رہیگا پس تمہارے مذہب کے رو سے ہر عصر اور ہر زمان آخر الزمان ہے اور ہر شخص جو اس وقت کے حالات کو غور سے دیکھے اور انکے نتائج پر یقین کرے وہ صاحب

† چونکہ جنوری ماہ ۱۹۰۰ء میں بعض مخلصین (الوحی والالہام) کے کہنے سے میں نے بھی اول میں چند روز اس بات کو سوچا اور دوسرے کے حالات کو دیکھا اور ایک امر کو ملہم پایا جس سے دونوں بات ثابت ہوئیں اور سوسائٹی اثر وحی ظاہر پایا اس لئے میں پڑھنے والے کو الہام اور وحی کی حقیقت میں اگر وحی والہام نہ تھا تو اور کیا تھا جسنے کانوں اور دل کو ہر آن رستہ سے پھیرا اور ہماری ہی زبان میں اس قابل تعظیم و ادب شخص یا کتب چند سین کو دلکو خدائی واحد کیطرف موڑا اور واعظ و مانند مرسلی کے دل کو موروثی پوجا سے پھیرا۔ وحی اور الہام اس بھیجنے والی کی ایسی فیض ہے جو نہ منقطع ہوئی ہے نہ منقطع ہوگا اگر وہ کسی زمانہ میں کسی سے ہمکلام ہوا ہے تو وہ اب بھی ہمکلام ہونیکو موجود ہے اور اگر اسنے کسیکو اپنا دیدار کہا تا تو اب بھی دکھانیکو حاضر ہے اگر وہ آگ کیصورت یا آدمی کی مورت بننا جانتا تھا تو اب بھی وہ جانتا ہے اگر وہ شخص چاہئے جس سے وہ ہمکلام ہوا اور جسکو وہ اپنا دیدار دکھا ہے۔

وکالو صاحب ولو تہر صاحب) کے لئے ان معنی کر وحی تجویز کی ہے اور ہمیشہ کے لئے سکے جاری رہنے کی بطور پیشین گوئی خبر دی ہے جس سے در پردہ اپنے لئے منصب پیغمبر یکا اثبات آپکا مقصود ہے۔ بنا بر علیہ آنحضرت صلعم نے بھی ان ہی حالات اقوال و افعال منافقین سے انکا اظہار اسلام مین جھوٹا ہونا استنباط کیا تہا اور اسی سے انکے منافق ہونیکا نتیجہ نکالا تہا اسکے سوائے کوئی اور پیغام خاص خداوندی غیب سے انکو نہ پہنچا تہا کہ فلان شخص کے دل مین ایمان نہین ہے ویسا ہی آپ بھی انکے اقوال و افعال سے انکا منافق ہونا نکل سکتا ہے اور اسپر یقین کرنا ممکن ہے۔ اور مسلمانونکو لئے اسکا جواب یہہ ہے کہ بے شک منافقین عصر نبوی کا حال آنحضرت کو وحی سے) جو اہل اسلام کے نزدیک القاء غیبی سے عبارت ہے جسمین فکر و غور و عقل کو دخل نہین ہے) معلوم ہوا۔ اور بعد ختم رسالت محمدیہ اسکا انقطاع ہو چکا ہے مگر اسی وحی نے ہمکو شناخت حال منافقین کا ایسا قانون بتا دیا ہے جسکے ذریعہ سے ہر وقت اور ہر شخص کو جو اسی وحی پر مطلع ہو منافقین کا پہچاننا ممکن ہے۔

وحی نے بلا دلیل بیان حال منافقین پر اکتفا نہین کیا بلکہ اسکے ساتہہ انکے نفاق کے ظاہری دلائل کو بھی بتا دیا اور عام مسلمانون کو یہہ جتا دیا کہ ان منافقون کا مسلمانون کی غیبو بت مین اسلام و احکام و آیات کی اہانت کرنا اور اپنے معقدات و معاملات مین آنحضرت صلعم کے فیصلہ سے ناخوش ہونا اور آیات و رسول کی ہنسی اوڑانا اور نماز وغیرہ احکام سے جی چرانا انکے نفاق پر دلیل ہے جس سے یہہ تعلیم عام ہدایت نام منظور ہے کہ جسکو ایسے حال پر پاؤ اسکو منافق سمجھو اور جسکے قول یا فعل کو مکذب ایمان و اسلام مشاہدہ کرو اسکو دعوی اسلام مین جھوٹا سمجھ لو۔

اسی نظر سے آنحضرت کے اصحاب جو مشاہدین وحی تہے جس شخص کے اقوال و افعال مین تکذیب دین اسلام کا مشاہدہ کرتے اسکو اظہار کلمہ الاسلام مین جھوٹا اور منافق سمجھتے اور آنحضرت صلعم ہی انکی فہم و عقل کو رد نکرتے بلکہ اسکی تقریر و تصدیق فرماتے پہر اس محل کے جسکو خصوصیت وحی و نزول

نبوت سے اس عام قاعدہ سے مخصوص مستثنیٰ جانتے ہیں۔

دیکھو اسی واقعہ تبوک میں جب ایک صحابی نے عبد اللہ ابن ابی کو جو درمیان علمائے امت کے سبب منافق کہا تو آن حضرت اسکو یہ فرمایا کہ تو نے صرف ان کلمات کے سبب سے قبل نزول وحی اسکو منافق کیوں کہدیا بلکہ وحی نے اسکو تو کل تصدیق کیا اور جب عبد اللہ کا بیٹا کہنا کہ ہم مدینہ پہنچینگے تو وہاں سے ان ذلیل مسلمانوں کو نکال دینگے ثابت ہوا تو اسپر حضرت عمر نے دعنی اضرب عنق ہذا المنافق کہا تو انکو آنحضرت نے یہی دعہ لا یتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ فرمایا انکے فہم و استنباط کو رد کیا۔

اور بعد رحلت حضرت رسالت جو کچھ حضرت ابو بکر نے منکرین وجوب زکوۃ سے معاملہ کیا وہ بھی اسی قانون استنباط پر مبنی تھا کہ آپ نے ان لوگوں کو انکار حکم قطعی کے سبب مرتد سمجھ لیا۔ حضرت عمر نے پہلے تو اسے خلاف کیا اور انکو بظاہر کلمہ پڑھنے کو سند بتایا آخر وہی حق جو حضرت ابو بکر کو سوجھا تھا انکو سمجھ میں آگیا اور اسی بنا پر ان کی تالیف قلب کی۔

اسکے نظائر و تمثیلات کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں یہاں نقل و تفصیل کی گنجائش نہیں ہے اسی ہدایت وحی و تعلیم الٰہی و تقریر عصر نبوی کی دست آویز سے علماء اعلام و فقہائے عظام نے ان کلمہ پڑھنے والوں کو جنکے اقوال و افعال مکذب و مخالف اس کلمہ کے ہوں زندیق و مرتد کہا ہے اور دائرہ اسلام سے انکو خارج کیا ہے۔ کتاب منح الازہر شرح فقہ اکبر میں کہا ہے

ومنہا ان استحلال المعصیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر اذا ثبت کونہا معصیۃ بدلالۃ	اگر گناہ کو مباح جانتا ہے جو بھی گناہ ہو خواہ چھوٹا گناہ ہو خواہ بڑا اگر ہو اگر اس گناہ کا گناہ ہونا بدلیل قطعی ثابت ہے

† جیسے ابن الاشرف یا خالد بن سفیان ہذلی وغیرہ نے ایسے امور کا قصد کیا ہو اور حضرت عمر وغیرہ نے انکو منافق کہا تو آنحضرت نے نور نبوت سے انکی ایمان کا مشاہدہ کرکے اونکو محفوظ و مستثنیٰ کر دیا اور حضرت عمر کے تمام قانون استنباط کو رد فرمایا۔ دیکھو صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث۔ اور چونکہ یہ وحی منقطع ہو

قطعیۃ وکذا الاستہانۃ بہا کفر بان یعدہ
ہینۃ سہلۃ دیر تکبہا من غیر مبالاۃ بہا
ویجری مجری المباحات فی ارتکابہا وکذا
الاستہزاء علی الشریعۃ الغراء کفر لان
ذلک من امارات تکذیب الانبیاء علیہم
قال ابن الہمام وبالجملۃ فقد ضم الی التحقق
الایمان اثبات الامور الاخلال بہا اخلال
بالایمان اتفاقا کترک السجود لصنم وقتل
نبی او الاستخفاف بہ او بالمصحف
والکعبۃ وکذا مخالفۃ ما اجمع علیہ وانکارہ
بعد العلم بہ یعنی من امور الدین فان من
انکر جود حاتم او شجاعۃ علی لا یکفر
قال ابن الہمام وقد کفر الحنفیۃ من
واظب علی ترک السنۃ استخفافا بہا
بسبب انہا افعالہا النبی صلی اللہ علیہ
وسلم زیادۃ او استخفافا بہا کمن استقبح
من اخر جعل بعض العامۃ تحت حلقہ
او احتقر شاربہ۔

قلت ولذا روی ان ابا یوسف رح ذکر
انہ عد کان یحب الدباء فقال رجل انا
ما احبہا فحکم بارتدادہ علی ہذا الاصل

ایسا ہی گناہ کو ہلکا جاننا کفر ہے اسکی صورت
یہ ہے کہ اسکو سہل جانے اور بے پروائی
سے اسکا ارتکاب کرے اور اسکو ایسی عبادات
عمل میں لاوے۔ ایسا ہی شریعت سے ہنسی کرنا
کفر ہے اسلئے کہ یہ سب انبیاء کو جھوٹا جاننے کی علامتیں ہیں
شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ ایمان کے
ثابت ہونے کے ساتھ کوئی ایسے امور کے اثبات
کا ضمیمہ لگ رہے جو حقیقت خلل انداز ہو یا الفاظ
ایمان میں خلل انداز ہے جیسے بت کے
آگے سجدہ کرنے اور نبی کی قتل یا بے حرمت
کرنے یا قرآن شریف یا کعبہ شریف کی اہانت
کرنے سے بچنا ایسا ہی دین کے اتفاقی
امور سے دیدہ و دانستہ انکار ہے ہنسی سے غیر
دین ہونے کی قید سے لگتا ہے کہ دنیاوی
امور (اتفاقی) ہی کیوں نہ ہو جیسے حاتم کی
سخاوت اور حضرت علی رض کی شجاعت)
انسے انکار کفر نہیں ہے۔

شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ حنفیہ نے اس
شخص کو کافر کہا ہے جسنے سنت کو ہلکا
سمجھکر ترک کر رکھا ہو آنحضرت کا زائد
و معمول فعل سمجھکر یا برا جانکر جیسے کدو کی

تبتنی الفروع التی ذکرہا فی الفتاوی من
انہ اذا اعتقد الحرام حلالا فان کان حرمتہ
لعینہ وقد ثبت بدلیل قطعی یکفر والا فلا
بان یکون حرمتہ لغیرہ او ثبت بدلیل ظنی
وبعضہم لم یفرق بین الحرام لعینہ ولغیرہ
فقال من استحل حراما قد علم فی دین النبی
تحریمہ کنکاح ذوات المحارم او شرب الخمر
او اکل میتۃ او دم او لحم خنزیر من غیر ضرورۃ
فکافر ومن استحل شرب النبیذ الی
سکر کفر الی الخ الیق المراجعۃ۔

کسیکے زیر حلق شملہ چھوڑنے یا مونچھیں
کترانے کو برا جانے۔

میں اصحاب کتاب منح الازہر کہتا ہوں
اسی واسطے امام ابو یوسف سے روایت
ہوا کہ انہوں نے ذکر کیا کہ آنحضرت کدو کو
پسند فرماتے تو ایک شخص نے اسکے مقابلہ
میں کہا کہ مجھے تو کدو اچھا نہیں لگتا
اسپر امام ابو یوسف نے اسی شخص پر مرتد
ہونے کا حکم لگا دیا۔ ان ہی اصول پر
وہ فروعات مبنی ہیں جو شخص حرام کو حلال

سمجھ لے اگر اس حرام کی حرمت ذاتی ہے اور دلیل قطعی سے ثابت ہے تو وہ شخص کافر ہے
اور اگر حرمت لغیرہ ہے اور دلیل ظنی سے ثابت ہے تو کافر نہیں ہے اور بعض علماء
نے حرمت ذاتی ولغیرہ میں فرق نہیں کیا اور یہ کہدیا کہ جسنے اسچیز کو حلال جانا جسکا
حرام ہونا آنحضرت کے دین میں یقیناً معلوم ہے جیسے ماں بہن وغیرہ محرمات سے
نکاح کرنا یا شراب پینا یا مردار یا لہو یا خنزیر کا گوشت بدون حالت ضرورت
وانتظار اسکے کہا نا وہ کافر ہے اور جو شخص شیرہ انگور یا کھجور کو جو حد نشہ کو پہنچ جاوے
حلال سمجھے وہ بھی کافر ہے۔ تا آخر عبارت جو یہاں دیکھنے کے لائق ہے۔ اور کتاب

باب المرتد ہو لغۃ الراجع مطلقا شرعا
الراجع عن دین الاسلام ویطلق ایضا
کلمۃ الکفر علی اللسان بعد الایمان او بعمل
او تصدیق محمد صلعم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ

وفتحات میں ہے پھر باب احکام مرتد کے
بیان میں ہے مرتد لغت میں پھرنے والے
کو کہا جاتا ہے اور شرع میں اسکو کہتے ہیں
جو مسلمان ہو کر اسلام سے پھر جاوے

تعالے فی ما علم مجیئہ ضرورۃً وہل ہو
لفظ او ہو مع الاقرار قولان۔
واکثر الحنفیۃ علے الثانی والمحققون
علے الاول والاقرار شرط لاجراء
الاحکام الدنیویۃ بعد الاتفاق علے انہ
حتے طولب بہ اتی بہ فان طولب بہ فلم
یقر فہو کفر عناد قال المصنف وفی الفتح
من نزل † لفظ کفر ارتد وان لم یعتقد
للاستخفاف فبو کفر العناد۔ والکفر فتہ
اسم وشرعاً تکذیب صلعم فی شیء مما جاء
بہ من الدین ضرورۃ والالفاظ تعرف فی
الفتاوے بل اذ دت بالتالیف مع
انہ لا یفتی بالکفر بشیء منہا الا فیما اتفق
المشائخ علیہ۔

اس ارتداد کا رکن یہ ہے کہ بعد ایمان کلمہ کفر زبان پر لاوے۔ اور ایمان کی تعریف یہ ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کیطرف سے لائے ہیں اور وہ بطور بداہۃ و یقین آنحضرت سے ثابت ہوا ہے اسکو مانا جاوے۔
× × × × × مصنف نے ذکر کیا ہے کہ فتح القدیر میں ہے کہ جو شخص کلمہ کفر ہنسی سے کہے وہ بھی مرتد ہو جاتا ہے اگرچہ دل سے کفر کا معتقد نہو یہ اسلئے کہ اس شخص نے شریعت کو ہلکا سمجھنا پایا جاتا ہے اور یہ بھی ایسا کفر ہے جیسے دانستہ کفر کرنا۔ کفر کے معنے لغت میں ڈھانکنا ہے اور شرع میں آنحضرت کو جھٹلانا کسی چیز میں جو آنحضرت لائے ہیں اور وہ آنحضرت سے یقیناً و ضرورۃً ثابت ہے اس کفر کے الفاظ مشہور ہیں جو کتب فتاوے میں پائے جاتے ہیں بلکہ اسباب میں مستقل تالیفات بھی ہیں مگر ساتھ اسکے یہ بھی لحاظ ضروری ہے کہ ان سبھی الفاظ پر فتوی کفر نہ لگانا چاہیے بلکہ صرف ان ہی الفاظ پر لگانا چاہیے جنسے بالاتفاق کفر ثابت ہوتا ہے۔

ناقل کہتا ہے ان الفاظ کی تفصیل عالمگیری وغیرہ کتب فتاوی میں موجود ہے جو چاہے ان کتابوں کا مطالعہ کرے مگر اسباب میں خوب تثبت و تحقیق مدنظر رکھے ان سبھی الفاظ پر فتوی کفر نہ لگا دے بلکہ صرف ان ہی الفاظ پر جنمیں قطعیات و ضروریات دین کا انکار

† اصل مدرک وہ حدیث مرفوع ہے جو ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے قال رسول اللہ صلعم ثلث جدہن جد وہزلہن جد النکاح والطلاق والرجعۃ۔

یا یا جاوے - چنانچہ امام غزالی کا دعوی ہے اور اُسکی تائید میں یہ بحث ہو رہی ہے -
اور جو فقہاء و علماء و کلام نے لانکفر احداً من اہل القبلہ کہہ رکھا ہے وہ اس تکفیر
مرتدین کے مخالف نہیں ہے اور باوجود صحیح و درست ہونے کے اس مدعا کا معاند
و مناقض نہیں ہے اور قول معترض کا مصدق و مؤید نہیں - آپ اپنی ہی خوش میں
بیٹھے ہیں اور بلا فائدہ اسکو صحیح و درست فرما رہے ہیں وہ قول ایسا عام نہیں ہے کہ جسنے
ایک دفعہ لا الہ الا اللہ کہا اور قبلہ کیطرف منہ پھیر لیا خواہ وہ مرتد ہو گیا یا مرے ہی سے
زندیق و منافق رہا وہ اسمیں شامل ہو گیا اور اہل قبلہ میں داخل ہوا - اور باوجود ارتکاب
کفر اتفاقی کے تکفیر سے بچنے کا مستحق ہو گیا بلکہ وہ قول تو خاص اون لوگوں کے حق میں
ہے جو ضروریات و قطعیات و اتفاقیات دین کے اقراری ہیں اور نفاق و کفر قطعی سے
بری و انکاری ہیں اور بعض ایسے امور کے معتقد ہیں جنکو صرف بدعت کہا جاتا ہے
اتفاقی کفر سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا اور جو ان امور کو کفر کہے اسکے پاس میں کوئی دلیل
قطعی نہیں ہے -
ایسے لوگوں کی نسبت علماء اہل سنت نے کہہ رکھا ہے کہ اہل اسلام کو ایسے امر کے لفظ
سے باہمی تکفیر مناسب نہیں ہے - چنانچہ برطبق سے تصنیف رہ مصنف نیک کنندہ ان
اپنی اس قول کا مطلب انہوں نے خود ہی لکھدیا ہے اور اعتراض ناقص و تام اسکو
جو احتمال معترض کے خیال میں گذرنے کا احتمال رکھتا تھا دفع کر دیا ہے - جس فقرہ کا انہوں

ثم اعلم ان المراد باہل القبلۃ الذین	کہا ہے - پھر جان لو کہ اہل قبلہ سے وہ
اتفقوا علی ما وجد من ضروریات الدین	لوگ مراد ہیں جو اُن اصول پر جو دین کے
حدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ	ضروری یعنی بداہۃ و یقیناً ثابت ہیں اتفاق
تعالی بالکلیات والجزئیات ونحو ذلک	رکھتے ہیں جیسے اعتقاد عالم کے حادث
من مسائل المہمات فمن ذہب	ہونیکا اور اعتقاد جسموں کے اوٹھانے

† یعنے ہم کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے -

طول عمرہ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر او نفی علمہ سبحانہ بالجزئیات لا یکون من اہل القبلۃ وان المراد بعدم تکفیر احد من اہل القبلۃ عند اہل السنۃ انہ لا یکفر بما لم یوجد شیئ من امارات الکفر و علاماتہ ولم یصدر عنہ شیئ من موجباتہ۔

جانے کا اور یہ اعتقاد کہ خدا تعالیٰ کو سب کلیات و جزئیات کا علم ہے ایسے ہی اور مسائل جو مہمات دین سے ہیں۔ پس جو شخص عمر بھر ظاہری طاعات و عبادات پر مواظبت (ہمیشگی) کرے اور ساتھ اسکے یہ بھی اعتقاد رکھے کہ عالم قدیم ہے یا حشر اجسام نہ ہوگا یا خدا تعالیٰ کو جزئیات معلومات کا علم نہیں ہے وہ شخص اہل قبلہ سے نہیں ہے۔

اور اس قول سے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کیجاوے، یہی مراد ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کریں جب تک کہ انمیں علامات و نشان تکذیب نہ پائی جاویں اور موجبات تکذیب صادر نہ ہوں یعنی جب انسے موجبات تکذیب سرزد ہوں پھر خواہ وہ عالم اہل قبلہ چھوڑ خاص اہل سنت ہی کیوں نہ کہلاتے ہوں جیسے کسی بت کے آگے سجدہ کرنا یا نماز میں قیام یا شراب یا خنزیر کو حلال کہنا یا فرائض و نصوص قطعیہ سے انکار کرنا تو انکی تکفیر واجب ہے اسوقت وہ اہل قبلہ نہیں ہیں۔ اس مسئلہ عدم تکفیر اہل قبلہ کی جو وہ مصداق ہو سکتی ہیں یہی مطلب

شرح مواقف سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ اسمیں باوجود یکہ اہل قبلہ کو کفر سے بچایا ہے پھر علامت تکذیب پر صاف کفر کا حکم لگایا ہے اور اجماع کا منعقد ہونا تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ خاتمہ کتاب میں فرمایا ہے۔ مقصد ثالث کفر کا بیان ہے کفر ایمان کا خلاف ہے

المقصد الثالث فی الکفر وہو خلاف الایمان فہو عند عدم تصدیق الرسول فی بعض ما علم مجیئہ ضرورۃ فان قیل فما الزنار ولابس الصنار بالاختیار لا یکون

پس ہمارے نزدیک اسکی تعریف یہ ٹھہری کہ آنحضرت کی کوئی بات جو بطور ضرورت دین ہدایت آنیسے ثابت ہے نہ مانیں۔ اسپر کوئی شبہ کرے کہ اس تعریف کی رو سے تو زنار

کافرًا اذا کان معصدقًا فی الکل وھو
باطل اجماعًا فلنا جعلنا الشیٔ الصادر
باختیارہ علامۃ التکذیب فحکمنا علیہ بذالک

اور عنادًا یہ بھی زنار کیطرح کفار کی علامت
ہے پھر وہ اگر کافر ہوا گر وہ دل سے ان
حضرت کی ساری باتیں مانتا ہو تو بالاتفاق
امر (اسکو کافر نکہنا) بالاتفاق باطل ہے اسکے جواب میں اور اسکو کافر و مکذب ہونے
کے ثبوت میں ہم کہتے ہیں کہ جسنے اس فعل کو جو اوس سے باختیار خود صادر ہوا ہے تکذیب کی
علامت قرار دیا ہے پس اس فعل سے اسپر کافر غیر معصدق ہونیکا حکم لگایا ہے۔

عبارت مقتاد اس جواب کی اس عبارت سے بحث کی ہے کہ اسمیں اس جواب کی بھی
تائید ہے اور اصل کلام امام غزالی کی (جسپر معترض نے اعتراض کیا ہے) حرف بحرف تصدیق
باری جاتی ہے۔ چنانچہ شرح مقاصد میں آپ فرماتے ہیں

قال المبحث السادس فی الکفر عدم الایمان
عما من شانہ بدا ای عدم تصدیق النبی
صلعم فی بعض ما علم مجیئہ بہ بالضرورۃ والظاہر
ان بدا علم من تکذیبہ صلعم فی شیٔ مما علم
مجیئہ بہ علی ما ذکرہ الامام الغزالی لشمولہ
الکافر الذالی عند التصدیق والتکذیب
واعتذر الامام الرازی بان من جملۃ
ما جاء بہ النبی صلعم ان التصدیق واجب
فی کل ما جاء بہ فمن لم یصدق فقد کذبہ
فی ذالک ضعیف لظہور المنع۔ فان قیل
من استخف بالشرع والمصحف ملقی القاذورات ارتد
الزنار باختیارہ کافرا اجماعًا وان کان

کفر کی تعریف یہ ہے کہ جو امور بطور ضرورت
دین سے ثابت ہیں انکو کوئی
نہ مانے۔ اسپر کوئی اعتراض کرے کہ جو شخص شرع
یا شارع کی اہانت کرے یا قرآن مجید کو نجاست
میں ڈال دے یا باختیار خود زنار پہنے
وہ بالاتفاق کافر ہے اگرچہ آنحضرت
کی ساری باتوں کو مانتا ہو مگر اس تعریف
اور دوسری تعریف کفر یہ جسمیں تصدیق کا
ہونا اعتبار کیا گیا ہے یہ اعتراض وارد
ہوتا ہے کہ یہ دونوں تعریفیں اپنے افراد کو
جامع نہیں رہتیں۔ یعنی ان کفار کو جنمیں
علامات تکذیب تو پائی جاتی ہیں پر بظاہر

وان كان مرصداً للنبي صلعم فمن جميع ما جاء به
وحينئذٍ يبطل عكس التعريفين وان حصلت ترك
المامور به او ارتكاب المنهي عنه علامة
التكذيب وعدم التصديق لبطل طردهما
بغير الكفرة من الفساق قاطبة او سلم اجماع
التصديق المعتبر في الايمان مع تلك الامور
التي هي كفر دفاقاً فيجوز ان يجعل الشارع
بعض محظورات الشرع علامة التكذيب
فيحكم بكفر من ارتكبه مع وجود التكذيب فيه
وانتفاء التصديق عنه كما لا استخفاف
بالشرع مثلاً في الزنا وشرب الخمر ونحوهما لا كالزنا
وشرب الخمر ونحوهما من ذلك الذي يتفق
عليه ويختلف فيه منصوص عليه ومستنبط
من الدليل وتفاصيله في كتب الفروع
وهذا يندفع اشكال آخر هو ان صاحب
التاويل في الاصل اما ان يجعل من الملة فيلزم
تكفير كثير من الفرق الاسلامية كالهل
البدع والاهواء بل المختلفين من اهل
الحق واما ان لا يجعل فيلزم عدم تكفير
المنكرين لحشر الاجساد وعموم علم الباري
وعلمه بالجزئيات على ما نص به ائمتنا

مصدق ہین شامل نہین ہوتین - اور
اگر حکم کی خلاف اور گناہ کے ارتکاب کو علامت
تکذیب ٹہرایا جاوے تو دونو تعریفین
افراد غیر کو مانع نہین ہوتین - یعنے
جو من فاسق جو حکم کا خلاف اور گناہ
کا ارتکاب کرتے ہین تعریف کفر مین
داخل ہوتے ہین تو اسکے جواب مین ہم کہینگے یہ
کہ اگر ہم مان لین کہ جو امور مکذبہ بالاتفاق
منافی ایمان ہین انکے ساتھہ تصدیق کا
پایا جانا ممکن ہے تو یہہ بھی جایز ہے
کہ مقارنہ بعض ممنوعات کو علامت تکذیب
ٹہرادے جسکو مرتکب پر حکم کفر لگایا جاوے
اور اسمین تکذیب کا پایا جانا اور تصدیق کا نہونا
تجویز کیا جاوے - ان ممنوعات کی مثال
شرع کی اہانت کرنا ہے اور زنار پہن لینا
اور بعض ممنوعات کو جیسے زنا کرنا اور شراب
پینا مقارنے علامت تکذیب نہ ٹہرادے -
یہ قسم ہر مختلف ہے بعض ممنوعات ہیں
قسم سے متفق علیہ ہین یعنے اختلافی نہیں
منتفی ہین بعض مختلف ہیں جنکی تفصیل کتب
فروعات مین ہے اس جواب سے ایک اور شبہہ بھی

* یعنی ان باتون کی تصدیق جنکے ساتھہ تصدیق کا پایا جانا ممکن ہے - حاشیہ

ضمیمہ اشاعۃ السنۃ

نمبر ۸ جلد ۳

متضمن ضروریات متفرقہ

مضامین مندرجہ ذیل مدت سے متقاضی اندراج تھے مگر تنگی عرصہ قرطاس وطوالت مضامین معمولی اس سے مانع رہے۔ اب ضرورۃً معمولی مضمون کو ناتمام چھوڑ کر بجائے اسکے ان مضامین کو درج کیا جاتا ہے۔

عذر وتسکین

تحریر مضامین اشاعۃ السنۃ میں دلائل ونقول کے سبب تطویل ہو جاتی ہے اور یہ طرز ان لوگوں کو جو بکلم کل جدید لذیذ عمیقہ نئے مضامین کے طالب رہتے ہیں اور بروش زمانہ حال مجرد اظہار خیال بلا استدلال کو پسند کرتے ہیں غالباً ناپسند ہوگی اور اسی بنا پر جو تطویل مضمون حال (تفرقہ بین الاسلام والزندقہ) میں ہو رہی ہے انپر بہت شاق گذرتی ہوگی مگر ہم معذور ہیں کہ ہکو انگریزی طور پر صرف اظہار اپنے خیال کا منظور نہیں ہے بلکہ اس خیال کا خدا اور رسول وسلف امت کے اقوال سے مستند کرنا اور متعلقان دین کے خیال میں اسکی صداقت جمانا مدنظر ہے جو بدون تطویل وتفصیل ادلہ وتاویل ممکن نہیں ہے اور علاوہ بران اسمیں یہ بھی فائدہ ہے کہ ایک مبحث کے ضمن میں کئی مسایل منکلمہ اور دقائق معضلہ دین پر لوگوں کو اطلاع ہوتی ہے اور اصول وفروع دین میں انکی بصیرت وعلمیت روز بروز بڑھتی ہے پس ناظرین سے امید ہے کہ ان مباحث کو غنیمت کبری سمجھکر بجائے شکایت باطنی اظہار شکریہ الٰہی کریں اور ہکو انگریزی طرز اظہار کرنے سے معذور سمجھکر معانی دین ولسان قوم یفقہون مذاہب اور مضمون تفرقہ بین الاسلام والزندقہ تقریب الاختتام ہے انشاء اللہ نمبر آیندہ میں ختم ہوگا اسکے بعد اسی طرز سے مباحث سابقہ کو پورا کیا جاویگا آیندہ جو خدا کی مشیت ہے وہ سب پر غالب ہے۔ واللہ غالب علی امرہ۔

شکریہ ومعذرت

خدا تعالے کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اب اہل فضل

وکمال کو اشاعۃ السنۃ کی طرف توجہ ہوئی ہے
اور بار سال مضامین اسکی معاونت موجبی ہے
چنانچہ ایک صاحب فضل نے ضلع انبالہ الہ آباد
سے ایک طولانی مضمون بجواب تہذیب الاخلاق کے
مضمون (الاسلام ہو الفطرۃ والفطرۃ ہی الاسلام)
کے ارسال فرمایا ہے اور ایک صاحب نے سوہدہ
سے سات مضمون مختصر بجواب تہذیب الاخلاق
وتفسیر نیچر ارسال فرمائے ہیں از انجملہ ایک
مضمون میں نیچری سید احمد خانی کا ابطال ہے۔ دوسرے
مضمون میں نیچری خانصاحب بہادر بالقابہ کی
انکار نسخ قرانی کا جواب ہے۔ تیسرے میں انکار
جواز استرقاق کا جواب ہے۔ چوتھے میں ایکے ہی
افترا کا جواب ہے کہ آنحضرت نے بسم اللہ کتاب پہلی
سے لیکر قرآن میں درج کیا ہے۔ پانچویں میں
انکے اس افترا کا جواب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
یوسف نجار کا بیٹا ہے۔ چھٹے میں انکے مخففہ کو
حلال کہنے کا جواب ہے۔ ساتویں میں ایک انکار
معجزہ کا جواب ہے۔ اور ایک فاضل محقق نے
دہلی سے ارسال مضامین کا وعدہ کیا ہے۔
مگر افسوس صد افسوس ہمارے پرچہ میں ان مضامین
کے اندراج کی جگہ نہیں ہے مؤلفین فاضل الہ آبادی
تین مہینے سے ہمارے پاس پڑے ہیں جنکے اندراج کا
ابتک موقع نہیں ملا لہذا ان حضرات کی خدمات
میں ہم بڑے شکر گذاری کے بعد معذرت کرتے ہیں
کہ اس دفعہ ان مضامین کو درج کرنے میں ہمکو معذور
سمجھیں آیندہ ان مضامین کو نوبتاً فوبتاً ہم درج
کرینگے۔ اور جناب باری میں صمیم قلب و نیاز سے یہ
دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے خریداران پرچہ کو ادائے
قیمت پرچہ کی توفیق عطا کرے سبھی خریدار پوری
قیمت ادا کردیا کریں تو رسالہ معمولی مقدار دو جزو
سے زیادہ اجزا میں نکل سکے۔ یا وہ خداوند اپنی قدرت
وکرمت سے بطور خرق عادت (علی رغم انف المنکرین) ان
دو جزو رسالہ کو ایسی وسعت و برکت دے کہ بہت
سے مضامین ان میں آجایا کریں۔
خریداران کو اختیار ہے اپنے لئے ادائے قیمت کی
توفیق چاہیں یا ان انہی دو جزو کے بطور خرق
عادت بڑھ جانے کی منتظر و امیدوار رہیں۔

ندہبی اشاعت

ذاتی کام (جو) کسی خاص شخص سے متعلق ہو،
گو ایک شخص اپنی ہی ذات سے کر سکتا ہے
مگر جمہوری کام کا اتمام بدون جمہوری اجتماع

و معاونت کے ممکن نہین ہے مثلاً ایک شخص
اپنی ذات سے عابد یا زاہد بننا چاہے تو
کسی مسجد کے حجرہ مین وہ معتکف ہوکر عابد
یا زاہد بن سکتا ہے مگر کسی قوم کا ہادی یا مربی
بننا چاہے تو اس امر کے لئے صرف اور اسکی ذات کافی نہین
ہے بلکہ اور انصار و اعوان کا محتاج ہوتا ہے
یہہ بادی النظر کا فتوی ہے اور اگر نظر غایر سے
دیکھا جاتا ہے تو تین کامون کو ذاتی خیال کہا جاتا
ہے انکا اتمام و حسن انجام بھی بدون جمہوری
معاونت کے ممکن نہین ہے -

اسی عابد یا زاہد کو مسجد کا حجرہ مین دوسرا
شخص کھانا نہ پہنچائے تو چند روز مین اسکو
اعتکاف توڑنا پڑے اسکی عبادت کے لئے کپڑا
بو ریا کوزہ کوئی بہم نہ پہنچائے تو عبادت کا
قافیہ تنگ ہوجاوے - ستر امکان یہہ ہے کہ انسان
مدنی الطبع ہے اسلئے یہہ اپنی ہر کمال مین (ذاتی
ہو خواہ جمہوری) جمہوری معاونت کا جو عدن
کے لوازم سے محتاج ہے -

اور منجملہ جمہوری کامون کے اشاعت مذہبی ہے جو بدون
جمہوری معاونت وجود مین آنے ناممکن ہے
یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب کو جب تک جمہوری معاونت
پہونچتی ہے اسکی ترقی ہوتی گئی اور جب
وہ معاونت منقطع ہوئی تو اس مین سستی واقع ہوئی
مذہب اسلام ہی کو دیکھو جب تک اسکو انصار
و جمہوری مدد گار سلاطین والا تبار و علماء
خیار ہوون بدان ترقی پذیر رہا - اور جب سے
اس سلسلہ کا انقطاع ہوا روز بروز مذہب اسلام
مین تنزل شروع ہوگیا - اسوقت کہ عیسائی
مذہب کہ لوگون کو مذہب کی اشاعت کیطرف
توجہ ہے اور اسپر انکا جمہوری اتفاق و اجتماع
موجود ہے - امریکہ و افریقہ انگلنڈ و غیرہ بلاد مین
جا بجا مذہب کی اشاعت کے لئے انکی کمپنیان
و سوسائٹیان قایم ہین اور ادنی سے اعلی تک
ان کمپنیون مین چندہ دیتے ہین جس سے لاکھون
روپیہ مشن مین جمع ہوتا ہے اور اسکے ذریعہ سے
دیہات اور پہاڑون اور جنگلون مین انکی
منادی و واعظین پہونچتے ہین اور جا بجا انکے
مدرسہ قایم ہین اور اکثر شہرون مین انکے
مطبع جاری ہین جنمین انکی مذہبی کتابین تصنیف
اور مترجم ہوکر چھپتی ہین اور لگی کو چون مین
مفت بٹتی ہین اور انکو مذہبی اخبار شائع
ہین - جنمین انکے خیالات عام لوگون مین

پہلتے ہین تو اس صورت سے یو بالفیوض کچھ نہ کچھ
انکے مذہب کو ترقی ہے۔

مگر کمال افسوس کا مقام ہے کہ اہل اسلام سے اب
یہہ خیال بالکل اٹھہ گیا ہے۔ اور اونہون نے اس
جمہوری اتفاق و تعاون کو کافرون کا شعار
سمجھکر اسکو ان ہی مخالفین مذہب کے سپرد کردیا ہے
و نیا رعلیہ مذہبی اشاعت کا چارج بھی ان ہی کو
دیدیا ہے۔ اور خود دین سے فارغ ہوکر اپنا
اپنا دال پسند کام اختیار کیا ہے۔

امرا کا کام رات دن کا عیش و آرام ہے اور
علما کو مسجدون کو حلوے مانڈے سے کام۔
رہے فقرا و کافہ انام سو انکا کیا ذکر و نام ہے پس
اب اشاعت اسلام کا کام تمام ہے۔

اگر مسلمانان ہند وغیرہ بلاد فی کس بحساب فی روپیہ ایک پیسہ
ماہوار اشاعت مذہبی کے لئے بطور چندہ جمع کرین
تو کروڑون روپیہ جمع ہوجاوے اور نہین تو
اگر عام مسلمانان پنجاب دہلی سے پسند در تک فی
کس ایک پیسہ ایک پیسہ گرہ سے نکالین تو بھی لاکھون
روپیہ ہوجاوے۔ اور نہین تو اگر خاص فرقہ
موحدین متبعین سنت سید المرسلین ہی یہ عہد
اختیار کرین تو بھی ہزارون روپیہ سے تو کم نہو

پھر دیکھین جو کام پادری سو روپیہ مین نکالتے
یہان وہ دس مین کس خوبصورتی سے ہوتا ہے؟
اور تھوڑے دنون مین اسلام کیا رونق پکڑتا ہے؟

پس اہل اسلام کو لازم ہے کہ ہماری اس بات کو
خیال مین لاوین اور اسلام کی رونق قدیم کو تازہ
کر دکھاوین۔ ہمین اپنے اسلاف امرا مومنین و سلاطین
مسلمین کا اقتدا کرین۔ یا اپنے مخالفین مذہب
دشمکو ناری بتاتے ہین اور ترجمون التسلا پر جون کا
مصداق ٹھہراتے ہین، ہی کی سرگرمی و جوش مذہبی
پر رشک کہاوین اور شرم کو کام مین لاوین۔

پس ہر شہر و قریہ مین اشاعت مذہب کے لئے
جماعتین یعنے کمیٹیان قایم کرین اور انکی استعانت
سے چندہ کی فراہمی مین کوشش کرین پھر بعد
فراہمی چندہ جا بجا مدرسہ قایم کرین۔ اور علما کو
تصانیف و ترجمہ و وعظ کے لئے مقرر کرین اور
مذہبی اخبار و رسایل جاری کرین اور جن سے
خود اس امر کا سرانجام نہو سکے وہ دوسرے کی پیشرفت
و معاونت کرین اور تھوڑی یا بہت اسوقت کہین
کہین کوشش ہو رہی ہے اسمین شریک ہوجاوین۔

اس تھوڑی بہت کوشش کی ایک مثال
اخبار منشور محمدی ہے جو مدت سے

پادریون کے مقابلہ مین جاری ہے مگر عام
عام مسلمانون سے اسکی پوری معاونت
نہین ہوتی صرف بعض عالی ہمتون کی اعانت
سے وہ جاری ہے - ایسا ہی اخبار مہر
درخشان و نصرت الاسلام
اسکی مثالین ہوسکتی ہین یہ اور ایک مثال
اسکی مدرسۃ القرآن دہلی ہے جو جناب
بقیۃ السلف و حجۃ الخلف شیخنا و مولانا سید
محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اور انکے
احباب و اصحاب کی توجہ سے جاری ہے
جسکا ذکر ہمنے نمبر چہارم جلد ۳ کے اخیر مین کیا ہے
اور ایک مثال اسکی براہین احمدیہ ہے
جسکا اشتہار ہمنے ضمیمہ نمبر ۴ جلد ۳ مین شایع
کیا تھا پھر نمبر ششم مین دوبارہ اسکی معاونت
کا شوق دلایا - اور ایک مثال اسکی
مدرسۃ العلوم مقام آرہ ضلع شاہ آباد
ہے - یہہ دونون مثالین آخر الذکر
ترقی اسلام کے لئے عمدہ ذریعے ہین اسلئے
انکا ذکر کسقدر تفصیل سے اس مقام مین
مناسب ہے بلکہ جو کچھہ اوپر ذکر کیا گیا ہے
وہ سب ان ہی دو مثالون کے ذکر خیر

کی تمہید مین کیا گیا ہے مثال اول (براہین احمدیہ)
کی پوری تفصیل تو اس کتاب کے دیباچہ مین ہے - اور اسکا
خلاصہ اشتہار سابق الذکر مین شایع ہوا -
اسکا خلاصہ اس مقام مین ذکر کیا جاتا ہے کہ یہہ کتاب
کل فرقہ ہای مخالفین اسلام کے مقابلہ مین تصنیف ہوئی
ہے جسمین یہود و نصاریٰ و براہمہ اور برہم سماج وغیرہ
منکرین دین محمدی سے مقابلہ مین عمدگی کے ساتھہ بحث
کی ہے اور ایسے پر زور دلایل سے انکا مقابلہ کیا ہے
کہ ان دلایل کے توڑ دینے پر اسکے مصنف (اخی و محبی
میرزا غلام احمد رئیس قادیان) نے دس ہزار روپیہ نقد انعام
کا وعدہ دیا ہے - عام لوگون کو ان دلایل کا
زور اسی وعدہ مصنف سے معلوم ہوسکتا ہے اور
خواص کو جو شک آتا ہے کہ خود بوجہ نکتہ عطا نہ ہونے
کے گردیدہ ہین اصل کتاب کو دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے
یہہ کتاب بچیس حصہ مین ہے جسکا ہر ایک حصہ (۵)
جزو مین ہے - از انجملہ دو حصہ طبع ہوچکے ہین اور باقی
حصے طبع ہین مگر اہل اسلام کی عدم توجہی سے
ابتک کافی روپیہ بہم نہین پہنچا اور سر دست کتابت
جو سابقا فی نسخہ پانچ روپیہ قرار پایا اور اسکا
پیشگی ارسال فرمانا خریداروں سے چاہا گیا تھا
اکثر خریداروں نے نہین بھیجا - اسوجہ سے مرمت

ان ہی دو حصون کے طبع سے چھ سو روپیہ کے
زیر بار ہو گئے ہین و نباء علیہ باقی حصون کے
چھاپنے سے متوقف ہو بیٹھے ہین۔ لہذا مین
بعرض اصل حال دلی جوش کے ساتھہ اہل اسلام
کو رغبت دلاتا ہون کہ بارسال زر قیمت اس
کتاب کو جھپوائین اور باختیار استطاعت اس عمدہ
ذریعہ ترقی اسلام کے سلسلہ کو توڑ نہ دین۔
مگر یہہ امر ملحوظ خاطر رکھین کہ اب حجم کتاب
بہ نسبت سابق بہت بڑھ گیا ہے
اور اسکا انطباع بھی ایسے مطبع (سفیر ہند امرتسر)
مین ہوتا ہے جسکا اور مطابع کی نسبت ڈبل
چارج ہے اسلئے قیمت کتاب اب بجای پانچ روپیہ
فی نسخہ دس روپیہ قرار پائی ہے پس جن صاحبون
نے پہلے نرخ سے قیمت پیشگی ارسال فرمای ہوئی
ہے انکو بہ نظر عقد سابق اسی نرخ سے کتاب لینے
کا استحقاق ہے۔ ہان بنظر رعایت
حج مرزا صاحب بھی بجای پانچ روپیہ کے وہی روپیہ
دین تو انکی عالی ہمتی ہے) اور جو صاحب آیندہ
خریدار ہونگے انسے فی نسخہ دس روپیہ سے کم
نہ لیے جاوینگے۔ خبکو اسباب مین خط و کتابت
یا ارسال زر منظور ہو وہ براہ بہت مرزا صاحب کو

کو بہ نشان بمقام قادیان ضلع گورداسپور مخاطب
کرین۔ اسمین مجھے واسطہ نہ بناوین کہ اس توسط مین
میرا بھی حرج ہے اور انکے کام مین بھی توقف
ہوتا ہے۔

دوسری مثال (مدرسۃ العلوم آرہ) کے
اصول و اغراض کے بیان مین اسکے بانی (راجی
و مجبی مولوی محمد ابراہیم صاحب) نے ایک اپیل
جاری کیا ہے اس مقام مین اسکا خلاصہ نقل کرنا کافی
ہے اور بعضے احباب (جو مذہبی جوش مین سرگرم
ہین) کی خدمات مین اصل اپیل بھی بھیجی
جائیگا۔ آپ فرماتے ہین میرے فتوی بھاولپور
کے بہ نسبت کے لئے یہہ تجویز کی ہے کہ مدرسین
واسطے درس تفسیر و حدیث و ترجمہ قرآن مجید
حدیث و فقہ و فرائض معانی و صرف و نحو و غیرہ
آلات علوم دینیہ کے اور واعظین کے لئے ہر
شہرون مین واسطے وعظ و نصیحت کرنے کے
اور مولفین رسالجات مخالفین کے رد لکھنے
کے لئے اور مترجمین کتب عربیہ مفید علوم کا
ترجمہ کرنے کے لئے مقرر ہون اور یہہ کتابین
چھپین۔ × × × × بھایون کو لازم ہے کہ اس
انتظام اہتمام کی بزرگی اور اسکا خیر خیال

لاوین اور غور و تامل کرین کہ ہرگاہ جمیع طرق
ہدایت عام و خاص اس انتظام مین احاطہ
ہوئی تو انشاء اللہ ہدایت عام کس ہوم
دھوم سے رونق پذیر ہوگی ×× ×× مومنو
اس گوہر گران مایہ کو جلد خرید و کچھہ نہ کچھہ
ماہوار مقرر کرو ×× ×× اگر ہر شخص اپنی آمدنی
سے چوسٹھوان حصہ یعنے فی روپیہ ایک
پاوا ماہانہ بھی ٹھہرالین تو بھی کم نہین اور
اہل ہمت تو بہت کچھہ کر دکھا تے ہین ۔"
پس مین اس مدرسہ کے لئے بھی اخوان مسلمین
کو عموماً اور فرقہ موحدین کو خصوصاً بڑی
گرمجوشی سے رغبت دلاتا ہون کہ اس
مدرسہ کی اعانت کو بھی اپنا فرض مذہبی
سمجھین اور ہر شہر و قریہ مین اسکے لئے
چندہ جمع کرکے بانی مدرسہ کے پاس براہ
راست بہ نشان آرہ ضلع شاہ آباد محلہ
چوک مسجد بھیجتے رہین ۔
اور ایک مثال اس اشاعت (جسکی نظیر
مسلمانون مین نہ زمانہ سابق مین گذری
ہو ۔ نہ زمانہ حال مین نظر آتی ہے) وہ ہی جو
ابھی وجود مین نہین آئی صرف میرے اور میرے

چند احباب کے خیال مین ہے وہ یہہ
کہ مثل عیسائیون سے بڑھکر ایک اعلے کمیٹی
یعنے بڑی انجمن اسلامی مقرر کی جاوے
جسکے ماتحت بہت سی سب کمیٹیان یعنے چھوٹی
انجمین اکثر اضلاع پنجاب و ہندوستان
مین مقرر ہون اور اسمین عام مسلمانون
یا خاص موحدین سے کرونا کس سے بعینیت
چندہ لیا جاوے ۔ و ہنار علیہ جا بجا مدرسے
قائم ہون ۔ اور رسائل تصنیف ہون اور
اخبار جاری ہون اور واعظین و منادی
کرنے والے مقرر ہون ۔ اور لاوارث لڑکے
و مساکین مسلمین تربیت پاوین ۔ اس
تجویز نے ظہور پایا تو سب کوئی دیکھیگا اسلام
کیسی رونق پکڑتا ہے ۔
اس تجویز کی بنا اسی مہینے مین رکھی جاویگی
اور اسکی کیفیت نمبر آیندہ کے ساتھہ شائع
ہوگی ۔ اب مین اس مضمون کو دعا
پر ختم کرتا ہون اور مسلمان بھایون
کے لئے خدا سے توفیق چاہتا ہون ۔
اللہ تعالے مومنون کی پست ہمتی کو دور
کرے اور انکو اپنے دین کی نصرت و اشاعت

ریویو

جناب مولوی سید الف حسین صاحب

نارمل سکول ہلی کے رسایل ردنیچر یہ پر۔

اس عالی ہمت و صاحب خبرت منصف مزاج
نصف امتزاج کو متعدد رسایل اکتشاف راز
تادیب مدعیان تہذیب۔ تہذیب نیچر وغیرہ
کو مین نے دیکھا اور انسے نفع اٹھایا۔
مؤلف عالی ہمت نے جواب حضرت نیچر یہ
مین اس طرز ظریف و سخن ظریف کو اختیار
کیا ہے جو آج کل لوگون کو پسند ہے۔
جواب ترکی بترکی وسیح ذلک مختصر مصداق
خیر الکلام ماقل و دل مین انکو جوابات کو پسند
کرتا ہوا اور مؤلف علام کا دل سے شکر و ستایش
بجالاتا ہون۔

ایک بڑی عالی ہمتی و نیک نیتی مؤلف کی اس
تالیف مین یہ ہے کہ ان رسایل کے اجرا سے
کوئی ذاتی منفعت آنکو مدنظر نہین ہے۔
غالبًا جس لاگت مین وہ رسایل تیار ہوتے ہین
اسی قدر قیمت کے عوض مین فروخت کئے جاتے ہین
مگر افسوس کہ ہماری قوم انکو رسایل کی قیمت ادا کرنے

بھی ان ہی اصول پست ہمتی و نادہندگی پر عمل کرتے ہین ہمت
لوگون کیطرف سے قیمت رسایل جناب مؤلف کو نہین پہنچتی
گویا یہہ نادہندگی و پست ہمتی ہماری قوم کا شیوہ
ہوگیا ہے جو کہین اور کسی معاملہ دنیوی مین اسی نہین ہوتا
اگر لوگ ہمت و حوصلہ کو بڑہاوین اور کم سے کم سو خریدار
ماہواری رسالہ کے میسر ہوجاوین تو جناب ممدوح رد
نیچر یہ مین ماہواری رسالہ جاری کردین اور قیمت بھی
نہایت مختصر لین جو فی جزو ۰ر سے زیادہ نہو۔ پس
مین اپنے مسلمان بہایئو سے اس امر کی رغبت دلاتا
ہون اور خدا سے چاہتا ہون کہ جیسے اتنا تہ سستہ اور
اخبار تیرہوین صدی تہذیب الاخلاق کی جو عین
جاری ہین ویسے ہی یہہ رسالہ بھی بالاستقلال جاری ہو
اور اگر لوگون سے یہہ جرات نہوسکی تو ہر ہفتہ وار یا پندرہ روزہ
کہ جسے کبھی حسب اتفاق کوئی رسالہ جناب ممدوح جاری کر
کسی کے پاس بھیجین تو اسکی قیمت بلا طلب تقاضا بھیجدیا کرین
جنکو رسایل مذکورہ بالا مطلوب ہون وہ طلبی
مطبع یوسفی کے پتہ سے جناب ممدوح سے طلب کرین
اور بعض احباب کو بعض رسایل اس پرچہ کے ساتھ بھیجے
جاوینگے وہ ان رسایل کی قیمت ہی حساب سے میرے
پاس بھیجدین۔ تین اسباب مین اور بھی کچھہ
لکھتا اور نیز آیندہ ان رسایل پر جو شیعہ دسنی کے

... یاد رہے وہ اس کتاب کی جناب ممدوح سے درخواست کرین اور آپکے حق مین ترقی دارین کی دعا کرین۔ اللہم یدہ بروح القدس

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر نہم و دہم — بابت رمضان شوال ۱۳۰۶ھ مطابق ستمبر و اکتوبر ۱۸۸۹ء — جلد ۳

درجات و مراتب قیمت	شرح قیمت رسالہ تفصیل خریداران بشرح مراتب	رقم سالانہ
(۱) اخص قیمت	اسلامی ریاستوں کے نواب اور رئیس۔	کم از کم روپیہ ۵
(۲) خاص قیمت	گورنمنٹ انگریزی کے معزز عہدہ داران اعیان و اشراف و سوسائٹی ہا	کم سے کم روپیہ ۵
(۳) عام قیمت	متوسط اہل وسعت۔	۴
(۴) رعایتی قیمت	کم وسعت لوگ جنکی آمدنی دس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں۔	۲
(۵) ملاہی قیمت	بیوجود دس روپیہ ماہوار کی آمدنی نہیں رکھتے مگر علمی بضاعت رکھتے ہیں اور اس رسالہ کی اشاعت کرتے ہیں	ثواب آخرت

ضروری اشتہار و اعلانات و مفید مطالب

۱۔ اشاعۃ السنۃ نمبر گزشتہ و ضمیمہ جات نمبر ۱ (جنمیں تقلید و عمل بالحدیث سے بحث ہی) کے پورے اور باترتیب پرچے اب ہمارے پاس بجز ایک فائل کے باقی نہیں رہے جسقدر تھے سب کے سب فروخت ہو گئے۔ اس فائل باقیماندہ میں اگست ۱۸۸۸ء سے دسمبر ۱۸۸۹ء تک کے پورے اور باترتیب پرچے موجود ہیں جونی ماہ ایکروپیہ کے حساب سے مل سکتے ہیں۔

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

اسکے سوا پرچہا ۱۲۷۵ھ تو غنقا ہو گئے ہین اور پرچہا ۱۲۷۸ھ کے دو فایل پورے ہین جو اُسی حساب سے مل سکتے ہین باقی سب غیر مکمل ہین۔ ضمیمجات ۱۲۷۸ھ نمبر ہفتم سے پانزدہم تک ہین۔ اشاعۃ السنہ جلد اول نمبر چہارم سے دہم تک اشاعۃ السنہ جلد ۲ بجز نمبر ۳ اور سب ہین۔

یہہ سب پرچے نا مکمل ہونیکے سبب عام لوگون کو بحساب فی ماہ ۴ جسمین محصول ڈاک بہی شامل ہے مل سکتے ہین اور مساکین کو مفت بلا قیمت صرف محصول ڈاک جو سال بھر کے پرچون کیلئے ۲ سے زیادہ نہ ہوگا بہیجدیئے پرل سکتے ہین۔

یہہ سبہی پرچے فروخت یا فی سبیل اللہ تقسیم ہوجاوین تو دوبارہ سبہی بہ ترتیب مرغوب و طرز محبوب چہپوائے جاسکین۔ پس اہل ہمت اُن کامل فایلون کو غنیمت سمجہکر خرید فرماوین اور باقیماندہ پرچون کو باقی شایق حسب توفیق و حیثیت خود طلب فرماکر تمام کراوین پہر دیکہین کل پرچہا سنین ماضیہ کس خوبصورتی سے چہپوائے جاتے ہین۔

۴۔ قیمت اشاعۃ السنۃ کی نسبت جو صاحب آجتک اغماض کئے جاتے ہین اور باوجود مکرر تذکیر یاد دہانی و اشارات کے متنبہ نہین ہوتے خواب غفلت سے بیدار ہو جائین اور اس امر کے منتظر ہین کہ ہم انکو نام بنام آوازین دیکر جگائین زیادہ افسوس اُن لوگون پر ہے جو جواب خطوط تین سطر نہین اُٹہاتے اور ہم مہینے ہمارے اوقات ور محصول خطوط کا خون کرتے ہین اگر وہ حضرات بہیجے ارسال زر ہی لکہدین کہ ہم کچہہ نہ دینگے تو بہی ہم اُنکے شکر گزار ہوتے سب سے زیادہ افسوس حضرات علماء پر ہے جو ثواب اشاعت و اعانت حق و ایفاء وعدہ و حقوق عباد کے مسایل سے واقف ہین پہر انکو نہ وعدہ کا لحاظ ہے نہ ادائے حق کا خیال ہے۔ ایسا ہی اُن رؤسا و اُمرا پر جنمین ایسے ایسے ثواب و تعلقہ دار و مالگذار ہین جو اکیلے جیب خاص سے کل مصارف اشاعۃ السنۃ کے متحمل ہو سکتے ہین ایسے لوگ جو دو روپیہ ایکروپیہ یا آٹہ آنہ ماہوار مدون مطالبہ نہ بہیجین اور مطالبہ پر بہی دو دو تین تین خطوط تک کا جواب تک نہ دین تو

پھر دنیا مین ہم افسوس کس پر کرین - میرے ان اشارات کو اُنہون نے نہ سمجھا تو نا چار کسی
کسی صاحب کا بطور مثال نام لینا پڑیگا ؎

۳ - مصباح الادلہ جواب ادلہ کاملہ کے جسقدر نسخے دہلی وڈوبہ دان مین تھے وہ سب فروخت
ہو گئے ہین اب جسقدر نسخے باقی ہین وہ سب لاہور مین ہمارے پاس ہین جو ہمنے مالک کتاب سے
قیمتہً خرید لئے ہین سو یہی دن بدن فروخت ہوتے جاتے ہین تھوڑے سے نسخے باقی رہگئے ہین
پس جنکو خریداری اس کتاب کی منظور ہو وہ تاخیر و توقف نہ کرین جلد زر قیمت ارسال فرماکر
راقم سے کتاب طلب فرماوین عام قیمت مد محصول ارسال ہمنے مسکینون کے لئے ۶ مقرر کی تھی
مگر جبکہ دیکھا کہ غنی لوگ بھی مسکین بنکر چھہ آنہ کو بھی مانگتے ہین اسلئے قیمت کو عام کر دیا تاہم رعایت مساکین
ہاتھہ سے نہ جاویگی مگر وہ رعایت حسب موقع و مشاہدہ عمل مین آویگی -

۴ براہین احمدیہ کی معاونت کی نسبت ہم نمبر سابق مین بہت کچھہ ترغیب دے چکے ہین جس سے
مسلمان حامیان اسلام متاثر ہونیکی امید قوی ہے - اب ہم اس کتاب کے مولف مرزا غلام احمد
صاحب کا ایک تدبیر فراہمی چندہ یا قیمت کتاب پر آگاہ کرتے ہین وہ یہہ کہ مرزا صاحب اس باب
مین اُن اعیان و رؤسا اسلام کیطرف سے مراجعت کرین جنمین اکثر ایسے اہل وسعت ہین کہ
اگر انمین سے کوئی صاحب توجہہ کرین تو صرف اپنی ہمت سے بلا شرکت غیر کتاب کو چھپا سکتے ہین
آگے اس تدبیر کا کارگر ہونا خدا کے اختیار ہے جسکی عظمت شان ہے اللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا
اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ حکایت ہے - آن حضرات کے نام نامی یہہ ہین -

(۱) نواب والا جاہ امیر الملک مولوی سید محمد صدیق حسن خانصاحب بہادر امیر ریاست بھوپال
(۲) نواب محمود علیخان صاحب بہادر رئیس پہتاری ضلع بلند شہر -
(۳) نواب محمد ابراہیم علیخان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ -
(۴) نواب محمد داؤد خان صاحب رئیس کرنول ضلع مدراس -
(۵) جناب خلیفہ محمد حسن صاحب وزیر ریاست پٹیالہ دام اقبالہم -

(۶) آغا کلب عابد بیگ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر ضلع امرتسر۔

(۷) سید ہدایت علی صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر ضلع گورداسپور۔

(۸) جناب جامع معقول و منقول ماہر فروع و اصول معدن فیض عام۔ ناصر اسلام بررد تصنیف کلام حضرت مولوی حاجی سید امداد العلی صاحب ڈپٹی کلکٹر مراد آباد۔

(۹) خانصاحب محمد امام خان صاحب مالگذار کانواڑہ ضلع سیونی۔

(۱۰) خانصاحب محمد امام خان صاحب مالگذار آرئی ضلع سیونی۔

قیمت براہین احمدیہ جو بہزخ جدید فی نسخہ دس روپیہ مقرر ہوئی ہے وہ صرف اہل اسلام کے لئے ہے جنکی جانب سے علاوہ از قیمت کتاب اور نوع سے بھی مدد پہنچنے کی توقع ہے۔ ان کے سوا اور مذہب (عیسائی آریہ وغیرہ) والوں سے اسکی قیمت پچیس روپیہ لیجاویگی اور ایکروپیہ نذرانہ محصول ڈاک علاوہ برآن۔

اطلاع

لاہور میں کاتب لیق کے میسر نہ آنیکے سبب رسالہ مدت سے خراب ہو رہا تھا اب کی دفعہ اسکا چھپوانا امرتسر میں تجویز ہوا ہے وہاں اچھا چھاپا تو ہمیشہ وہیں سے چھپوایا جاویگا مگر لین دین و خط و کتابت متعلق رسالہ مہتمم رسالہ سے حسب عنوان و نشان قدیم ہونا چاہئے مطبع امرتسر کو بجز طبع رسالہ اور کچھ تعلق و اختیار نہیں ہے۔

راقم

ابو سعید محمد حسین مہتمم اشاعۃ السنۃ

ازلاہور محلہ سید مٹھہ۔

فان تاويلاتهم ليست بأبعد من
تاويلات اهل الحق للنصوص
الظاهرة في خلاف مذهبهم
ذلك لان من النصوص ما علم
قطعا من الدين انه على ظاهره
فتاويله تكذيب معنى مخالف لما

مندفع ہوا جسکی تقریر یہہ ہو کہ جو شخص اصول و اعتقادیات
مین تاویل کرتا ہے اگر اسکو مکذب شریعت ٹہرایا
جاوے تو بہت سے فرقون اہل اسلام (جیسے اہلبدعت
بلکہ باہمی مختلف الحق) کی تکفیر لازم آتی ہے اگر اسکو
مکذب شریعت نہ ٹہرایا جاوے تو منکرین حشر اجسام و حدوث
عالم و علم خداوندی متعلق جزئیات کی تکفیر بہی ثابت

نہین ہوتی اسلیے کہ اُن لوگون کی تاویلین بہ نسبت تاویلات الحق جو وہ اپنے مذہب کی مخالف نصون
مین کرتے ہین بعید نہین۔

اس شبہہ کے دفع ہونیکی وجہ یہہ ہو کہ بعض نصوص (آیات قطعی الدلالۃ) دین مین ایسے ہین
جنکا ظاہری معنی کا مراد ہونا یقیناً معلوم ہو چکا ہی (جیسی آیات حشر و نشر و حدوث عالم جنمین منکرین
تاویلین کرتے ہین) پہر انکی تاویل یقیناً رسول کی تکذیب ہی اور بعض نصوص (آیات ظاہرۃ الدلالۃ)
ان نصوص قسم اول کی مخالف ہین یعنی انکے ظاہر معنی کا مراد ہونا یقیناً ثابت نہین ہے جیسی آیۃ
ید اللہ فوق ایدیہم جنمین معتزلہ وغیرہ تاویل کرتے ہین انمین تاویل یقیناً آنحضرت کی تکذیب نہین ہے۔

فان ظهران الكافر اسم لمن لا ايمان
له فان اظهر الايمان خص باسم
المنافق وان طرء كفره بعد الاسلام
خص باسم المرتد لرجوعه عن الاسلام
وان قال بالهين او اكثر خص باسم
المشرك لاثباته الشرك في الالهية و
ان كان متدينا ببعض الاديان
والكتب المنسوخة خص باسم الكتابي

یہہ ظاہر ہو چکا کہ کافر وہ ہی جسکا ایمان نہ ہو پہر اگر وہ
بظاہر اسلام کا دعوی کرتا ہی تو وہ منافق ہے اور اگر اسلام
کے بعد اسپر کفر طاری ہو گیا ہی تو وہ مُرتد کے نام سے مخصوص
ہی اور اگر وہ دو معبودون کا قایل ہے تو وہ مشرک کہلاتا ہے
اور اگر وہ سوائے دین اسلام اور دین سماوی یا کتاب منسوخ
کا قایل ہے تو اسکو کتابی کافر کہا جاتا ہی جیسے یہود
و نصاری ہین۔ اور اگر وہ زمانہ کو قدیم سمجھکر حوادث
عالم کو زمانہ کیطرف منسوب کرتا ہی (یعنی جو ہوتا ہے

کالیہودی والنصرانی وان کان یقول
بتقدم الدھر واسناد الحوادث الیہ خص
باسم الدھری وان کان لایثبت الباری
تعالیٰ خص باسم المعطل وان کان مع
اعترافہ بنبوۃ النبی صلعم واظہارہ
شعائر الاسلام یبطن عقائد ھی کفر
بالاتفاق خص باسم الزندیق - وھو
فی الاصل منسوب الی الزند اسم کتاب
المجوس ومن ذلک فی ایامنا فیادو زعم انہ
تاویل کتاب المجوس الذی جاء بہ
زرادشت الذی یزعمون انہ نبیھم

سو زمانہ کرتا ہی) تو اسکو دہریہ کہا جاتا ہی اور اگر وہ
کسی خالق کا قایل نہیں ہے تو وہ معطل کے نام سے مشہور
ہی اور اگر وہ آنحضرت کی نبوت کا اقراری ہی اور شعایر
اسلام نماز روزہ وغیرہ کو ظاہر عمل میں لاتا ہے
(جیسے آجکل کے بعضے نیچری) پر دل میں ایسے اعتقاد
رکھتا ہے جو بالاتفاق کفر ہیں (جیسے حضرات
نیچریہ کے اعتقادات کہ دوزخ وبہشت جن و ملک
بوجود خارجی موجود نہیں اور حشر ونشر وحساب
وکتاب ہی ظاہری معنی مراد نہیں ہے اور قرآن میں
الفاظ ونظم غیب الغیب ہی بوسیلہ جبرئیل میں خارج ازذات
نبوی آنحضرت پر نازل نہیں ہوا بلکہ آنحضرت نے
طبیعت سے بنالیا اور بعض آیات کو اور مذہب الیون کی کتاب سے لیلیا ہے وامثال ذالک) تو ایسا شخص
باسم زندیق مخصوص ہی جسکی در اصلی نسبت زند کی طرف ہی اور وہ ایک کتاب کا نام ہی جسکو مزدک نے زمانہ
قباد میں ظاہر کیا اور دیسا کہا کہ اس میں اس کتاب مجوسیوں کا بیان ہے جو انکی زعم میں انجانی زردشت لایا ہی -

† بعضے کے قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر بیباک تو اسنے مذہب میں داخل ہوتے ہی نماز روزہ وغیرہ احکام اسلام سے استعفا
داخل کرتے ہیں جسکو اس مذہب کے بانی یا مجدد (آقا اسمٰعیل صاحب بہادر) بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور اُن لوگوں
کو ان الفاظ کہ جو کسی حکم مذہبی کو نہ مانے وہ بلاشبہ مسلمان ذاجی ہے) آزادی دیسا کی کا سارٹیفکٹ دیتے ہیں
دیکھو پرچہ تہذیب ماہ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ -

‡ دیکھو اشاعۃ السنۃ نمبر ۱ جلد ۳ صفحہ ۱۰ جسمیں ان اعتقادات کے مواضع تفصیل کا ذکر ہے -

†† دیکھو تہذیب ماہ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ وتفسیر ثنا ویر صفحہ ۱۲ جگی عبارتیں عنقریب منقول ہونگی -

دیکھو تفسیر ثنا ویر اپنے یہ مانا ہے کہ بسم اللہ مجوس کی کتاب سے آنحضرت نے لے لی ہے -

قال الاشعری الرابع فی حکم مخالف الحق
من اهل القبلة فی باب الکفر والایمان
ومعناه ان الذین اتفقوا علی ما هو
من ضروریات الاسلام کحدوث
العالم وحشر الاجسام وما اشبه ذلک
واختلفوا فی اصول سواها کمسئلة الصفات
وخلق الاعمال وعموم الارادة وقدم
الکلام وجواز الرویة ونحو ذلک مما
الانزاع فی ان الحق فیها واحد هل یکفر
المخالف للحق بذلک الاعتقاد وبالقول
به ام لا والاقل الانزاع فی کفر اهل
القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات
باعتقاد قدم العالم ونفی الحشر ونفی
العلم بالجزئیات ونحو ذلک وکذا بعد
شیئ من موجبات الکفر عنده - اھ ملخصا

بحث ہفتم اُن لوگوں کے حکم میں ہے جو اہل قبلہ ہوکر حق کے
مخالف ہیں کہ آیا وہ لوگ کافر ہیں یا مومن - اس بحث
کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ضروریات اسلام (اعتقادی
حدوث عالم وحشر اجسام اور اُسکے نظایر) پر اتفاق
رکھتے ہیں اور انکے سوا، اور اصول میں الجھے ہوئے
مخالف ہیں (جیسے مسئلہ صفات باری اُسکا عرش
پر ہونا دیکھنا سُننا بولنا وغیرہ) اور مسئلہ خلق اعمال
اور خدا کی ارادہ کا عام ہونا اور خدا کی کلام کا قدیم
ہونا اور خدا کی دیدار کا جایز ہونا اور مثل اُنکی اور مسایل
جنمیں اہل سنت کی نزدیک بالاتفاق حق صرف (یہی)
بات ہے جو اہلسنت کے نزدیک ثابت ومقرر ہے اُن لوگوں
کی نسبت یہ بحث ہے کہ آیا یہ مومن ہیں یا کافر ہیں
ورنہ ایسے شخص کے کفر میں کوئی بحث ونزاع نہیں
جو اہل قبلہ کہلاوے اور عمر بھر طاعات (نماز
روزہ وغیرہ) پر مداومت کرے ومع ذالک عالم
کو قدیم جانے اور حشر اجسام کی نفی کرے یا علم خدا متعلق جزئیات کو مٹاوے یا مثل اُسکے
اور اعتقاد رکھتا ہو جو بالاتفاق کفر ہیں ایسا ہی اُس شخص کے کفر میں بحث ونزاع نہیں جس
سے ایسا فعل یا قول سرزد ہو جو بالاتفاق کفر کا موجب ہو جیسے کوئی خدا اور رسول کو گالی دے یا
نبی کو قتل کرے یا اور وجہ سے اُسکی اہانت کرے یا مسجد کو گرادے (یا اس کی سمت کو قبلہ نہ سمجھے گا)
اور بجائے اُسکی کوئی بتخانہ یا پاخانہ یا کوئی اور عمارت کسی صاحب کی یادگار بنادے یا کسی فرض قطعی
سے انکار کرے یا حرام قطعی کو جیسے خنزیر حلال بتاکر نوشجان کرے یا بُت کے آگے سجدہ کرے یا خود

ایسے افعال اقوال اعتقادات والی اشخاص بالاتفاق کافر ہین اگرچہ کلمہ گو ہون اور معہ ذالک نماز روزہ وغیرہا ظاہری طاعات کی بھی ملتزم ہون شرح مقاصد کا مطلب بزیادۃ تشریح وتمثیل تمام ہوا ایسا ہی اور کتب عقاید مین مرقوم ہے۔

ان شہادات وتصریحات اکابر اہلسنت سے خوب **ثابت** ہوا کہ جو اہلسنت نے لانکفر احدا من اہل القبلۃ کہہ کر کہا ہے یہہ خاصکر انہی اسلامی فرقون کی نسبت کہا ہوا ہے جن کو اصول اسلام پر اتفاق ہے یہہ قول انکا ایسا عام وغیر محدود نہین ہے جسمین ہر کلمہ گو منافق ہو خواہ زندیق یا متکب کفر یا ملتزم امور مستلزمہ کفر کا داخل وشامل ہونا ممکن ہوا سکو ایسا عام سمجھنا پرلے درجہ کی غلط فہمی ہے اور اسکے اصلی معنے سمجھکر اس عموم پر اسکو حمل کرنا ابلہ فریبی اور دھوکہ دہی ہے۔

پہتائید اعتراض سوم وچہارم کے متعلق اخیر کلام ہی جسکی اتمام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو کچھہ آپنے اعتراض اول وسوم وچہارم کیا ہی وہ سراسر دھوکہ ومغالطہ ہے۔ اب رہا **جواب** آپکے **اعتراض دوم** کا سو یہہ ہے کہ امام صاحب نے تو صرف انکار حشر اجسام مین دین کا ضرر بتایا ہے مطلق بحث حشر اجسام کو جسمین حشر اجسام کا اثبات اور اسکی حقیقت ذاتی اور وجود اصلی کا بیان ہو مضر دین نہین فرمایا آپ کا مطلق بحث سے مخالفت اور اسمین تجویز مضرت کو امام صاحب کی طرف نسبت کرنا **طرفہ افترا**۔ اور پھر اس **طرفہ** پر یہہ **طرفہ** کہ امام صاحب تو بحث حشر ونعیم وآلام بہشت ودوزخ سے منع کرتے ہین اور ہم (خود بدولت جناب سید احمد) اس قسم کی بحثین کرتے ہین اور منکرین ومنکرین دین کو ان اشیاء کی حقیقت سمجھا کر انکو اسلام پر قایم کرتے ہین پھر ہم دونون مین کون شخص دین کا نافع رسان ہے اور کون ضرر رسان ہے؟ پرلے درجہ کی دلیری ہے جو یہہ مصرع یاد دلاتی ہے

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد؟ آپ کوئی ایسی بحث کرتے جسمین اسلام کی کسی بات کی اصلی حقیقت جو شارع کے نزدیک مقرر ہے بیان کرتے تو یہہ دعوی کرتے ہوئے زیب دیتا **آپ نے** تو اسلام کی کسی ایک بات کی اصلی حقیقت کو قایم نہین رہنے دیا جو بات پائی اسکو اڑا دیا اسی کی حقیقت کو تمیست ونابود کر دیا اور اس کو تبادیل وتحریف غیر حقیقت پر

مجہول کیا - تس پر یہ دعوی آپ کے مونہہ سے کب زیب دیتا ہے - اس امر کی تفصیل خدا نے چاہا تو اشاعۃ السنۃ کی دو چار جلدون مین ہوگی - اسمقام مین اسکی تمثیل پر اکتفا کرتا ہون اور آپ کے معتقدین اور عامہ ناظرین کو آپ کے حقایق بیانی و سبق اسلام نفع رسانی پر آگاہ کرتا ہون -

پس واضح ہو کہ اصول اسلام و امہات عقاید و ایمان یہہ ہین کہ (۱) خدا کو بجمیع صفات کمال ماننا اور (۲) رسول کو برحق جاننا (۳) خدا کی کتابون پر ایمان لانا اور (۴) اُسکے ملایکہ کو ماننا (۵) مرنیکے بعد اُٹھنے پر یقین رکھنا -

اِن عقاید کا اصول اسلام سے ہونا نصوص قطعیہ کتاب و سنت سے ثابت ہے اور لڑکون تک جو اُستانی جی سے صفت ایمان مجمل و مفصل سیکھی ہون معلوم ہے -

پس اب دیکھنا چاہیئے کہ اِن اصول مین آپ نے کیا حقیقت بیان کی ہے - اسی سے بقیہ اسلام مین آپ کی حقیقت بیانی و سبق اسلام نفع رسانی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے بحکم ؎

قیاس کن زگلستان من بہار مرا + ہمارا تو یہہ خیال ہے کہ اِن اصول مین سے جس اصل کو آپنے ہاتھہ مارا ہے اُسکی حقیقت کو نیست و نابود کر دیا ہے اور بجاے اسکے اپنی خانہ ساز حقیقت کو کھڑا کر دیکھایا ہے - آیندہ ناظرین کو اِس خیال کا صحیح یا غلط ہونا تفصیل ذیل سے معلوم ہو سکتا ہے

ایمان باللہ کی نسبت آپکی حقیقت بیانی

حقیقت ذات باری تعالی آپ نے ایسی بیان کی ہے کہ اسکا ذہن کا ہاتھی بنا دیا ہے جیسے اندھون کے ہاتھی مین سے جو کچھہ کسی اندھے کے ٹٹولنے مین آتا ہے وہی ہاتھی قرار پاتا ہے ویسے ہی جو کچھہ خدا کی نسبت کسی کے خیال مین آوے (کہ وہ بیچون بے چگون ہے یا بڑے سر کا یا میکڑون سر کا یا بہت بڑے

† دیکھو خاتمہ سورہ بقر مین امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل آمن باللہ و ملایکتہ ۶ اور سورہ ۴۰ سورہ نسا مین و من یکفر باللہ و ملایکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الاخر ۶ - ‡ دیکھو تہذیب ماہ رجب ۱۳۰۲ھ صفحہ ۵۲ و ۵۳ جسکے بعض فقرات اشاعۃ السنۃ نمبر ۲ جلد ۳ مین نقل ہو چکے ہین اور بعض فقرات اسمقام مین نقل کیے جاتے ہین - اسمین آپ فرماتے ہین اسمین شک

پیٹ کا یا بہت سی ہجا کا یا نہایت ہیبت ناک خونخوار بدشکل دیو یا نہایت خوبصورت دلہن وغیرہ آپ کے نزدیک خدا کی حقیقت ہے اسلئے کہ آپ کے زعم مین ان خیالات مختلف کیطرف انسان کو طبیعت (یعنی نیچر) رہنمائی کرتا ہے اور نیچر کی رہنمائی عین خدا کی رہنمائی ہے - پس جو کچھ کسیکو خدا کی نسبت سوجھا ہے وہ آپ کے نزدیک خدا کی طرف سے سوجھا ہے اور وہی خدا کی حقیقت ہے - پس آپ کے نزدیک اس خیال کا ماننا خدا کا ماننا ہے اور اس صورت خیال کا پوجنا خدا کا پوجنا ہے بلکہ اس خیالی صورت کا بت یا کوئی نقشہ بنا لینا اور اسکی پرستش کرنا عین پرستش خدا ہے اور جو خدا پرستون (انبیا) نے قبلہ بنایا ہے یا کوئی نشان کھڑا کیا ہے وہ یہی کام کیا ہے اور اسی خیال پر مبنی ہے اس بیان حقیقت ذات الٰہی کے ضمن مین آپنے حقیقت عبادت جو نبیون سے وقوع مین آئی اور اسکی جہات و مکانات کی تقریر ہوئی ہے نیز بتادی ہے اور یہ بات جتادی ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی بت پرست تھے جو بنام بنہا و خدا پتھرون کی پرستش کرتے رہے - سبحان اللہ حقیقت بیانی اسی کا نام ہے - اور بیشک اسلام نفع رسانی اسمین تمام ہے -

---

نہین کہ ایک اعلیٰ قوت کے موجود ہونیکا خیال جسکو کچھ ہی تعبیر کرو (یعنی خدا کہو یا نرنکار) انسان مین ایک امر فطری ہے یہ بھی ایک لازمی امر ہے - کہ اس اعلیٰ قوت کے قرار دینے مین اختلاف واقع ہوا کوئی قوتون ہی موجودات اور مخلوقات مین سے کسی کو وہ اعلیٰ قوت سمجھا اور کوئی کسی خیالی وجود کو جسکا نقشہ خود اس نے اپنے خیال مین بنایا ہو وہ قوت اعلیٰ قرار دے اور کوئی ایسے لامعلوم اور بیچون و بے چگون قوت کو جو ان سب کی علت العلل ہے وہ قوت اعلیٰ سمجھے - * * * * * * یہی خیال رفتہ رفتہ مذہب بنجاتا ہے - * * * یہ بھی انسان کا ایک امر طبعی ہے کہ صرف خیالی چیز سے نہ اسکو محبت ہوتی ہے نہ اسکی طرف توجہ ہوتی ہے پوری توجہ تب ہوتی ہے جبکہ اس خیالی شے کا کوئی نشان اصلی یا فرضی اسکے ساتھ ہو - اس فقرہ کا اخیر انشاء اللہ السنۃ نمبر ۲ جلد ہذا مین منقول ہے جسمین خوب وضاحت سے حضرات انبیا ابراہیم و اسحق و یعقوب و محمد الرسول اللہ سلام اللہ علیہم اجمعین کا بنام بنہا و خدا پتھرون کو پوجنا آپنے بیان کیا ہے -

حقیقت صفات باری تعالیٰ آپ نے ایسی بیان کی ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپکے نزدیک خدا تعالیٰ ایک حاکم معزول کی مانند (جیسے غدر سے پہلے دہلی کا بادشاہ تھا اور اسوقت ٹونک کا معزول نواب ہے - جو برائے نام بادشاہ نواب کہلاتا اور حکمرانی میں جو لوازم بادشاہی سے ہے دخل نہ رکھتا ہے) محض معطّل و بیکار ہے و منصب خداوندی (تصرف عالم نیچر کے سپرد ہے آپ کی تحقیق کے رو سے صدور عالم (اجسام و طبایع) تو ایک دفعہ خدا سے (جبراً لا اختیاراً) ہو چکا ہے مگر اب خدا تعالیٰ کو اس عالم میں تصرف و تبدل کا اختیار نہیں رہا - مثلاً† خدا نے آگ کو جلانیوالی اور پانی کو بجھانیوالا پیدا تو کر دیا مگر اب اگر وہ آگ سے پانی کا اور پانی سے آگ کا کام لینا چاہے تو اُسپر اسکو قدرت و اختیار نہیں ہے یا مثلاً خدا نے آدم کے بعد انسان کی پیدایش نطفہ سے کی ہے - اسمیں اگر خدا تعالیٰ یہ تصرف کرنا چاہے کہ بے نطفہ نر ایک کنواری کے پیٹ سے بچہ پیدا کرے (جیسے بزعم اہل اسلام و اہل کتاب مریم علیہا السلام سے عیسیٰ‡ علیہ السلام ہوئے) یا مٹی میں روح پھونک کر اُسکو انسان بنا دے (جیسے آدم علیہ السلام ہوئے) یا بنات کیطرح زمین کو پھاڑ کر اُسمیں سے انسانوں کو نکال دے (جیسے بزعم اہل ایمان قیامت کو ہوگا) تو خدا اسپر قادر نہیں ہے -

یہ تحقیق معزولی و بیکاری باری تعالیٰ آپکے جملہ تحقیقات کا اصل اصول ہے - اور آپکے مذہب نیچری و تفسیر نیچری از سر تا پا اسی تحقیق پر مبنی ہے -

---

† تہذیب پارہ ۳۰ صفحہ ۱۵ میں بعنوان بیان اصول قدیم و جدید کی آپنے فرمایا ہے اصول قدیم یہ ہے کہ خدا کی عظمت و قدرت اسمیں کر دہ ہے اگ کا اور اگ سے پانی کا کام لیسکتا ہے - جدید اصول یہ ہے کہ اسمیں خدا کی قدرت اور عظمت و صنعت میں بٹہ لگتا ہے - یہ کلام باعلیٰ ندا منادی ہے کہ سلسلہ حوادث و کائنات نیچر کی سپرد ہے - اور خدا کو اسمیں تغیر و تبدل کا اختیار نہیں ہے یا یوں کہو کہ تغیر و تبدل خدا کی

‡ آپکے پرائیوٹ و تحریروں سے جو بنام بعض حوالہ میں صادر ہوئی ہیں مجھکو معلوم ہوا کہ آپنے مسیح کی پیدائش کو سورۃ تحریم کے نطفہ سے تجویز کی ہے اور یہ بات تفسیر پر تفریر میں لکھدی ہے - مگر ابھی تک وہ جلد تفسیر جسمیں آپنے مریم علیہا السلام پر یہ بہتان لگایا ہے ہمارے پاس نہیں پہنچی پہنچی تو دیکھیں اسمیں کیا کیا گل کھلائے ہیں -

اور حقیقت ایمان باللہ آپ نے یہ ٹھہرائی ہے کہ جو ہر کسی کے دل میں خدا کی وجود (جسطرح پر کہ اُس نے ٹھہرالیا ہو بیچون و بے مثل یا بت کی شکل) کا خیال ہے وہی خیال ثبوت ایمان کے لئے کافی ہے۔ گو مونہہ سے اس خیال کا بھی اقرار نہ ہو بلکہ برملا اُس سے انکار اور اُس انکار پر اصرار پایا جاوے اور اگر اس خیال کا کوئی زبان سے اقرار کرے اور لا الہ الا اللہ کہدے تو پھر تو وہ جو جی چاہے سو کرے۔ خدا کی تکذیب کرے رسول کی توہین کرے مسجد کو گرادے مُصحف کو جلادے زنار پہن لے بُت کے آگے سجدہ کرے خنزیر کو حلال بتادے حلال کو حرام ٹھہراوے اسکی ایمان اور نجات میں کوئی شک و شُبہ نہیں ہے۔

---

† یہ بات آپ کے اقوال اور اصول میں جا بجا موجود ہے اسی مضمون الناظر فی التفرقہ بین الاسلام والزندقہ (جسکی جواب میں آپ جلا اطم جاری ہے) کی اس عبارت کو دیکھو جو دلیل تائید اعتراض سیوم و چہارم نمبر ۳ میں بصفحہ ۴۴۵ منقول ہو چکی ہے۔ اور اسی مضمون کی دوسری عبارت نمبر ۴ میں بصفحہ ۴۵۹ آوے گی۔

مگر کمال افسوس و تعجب کا مقام ہے کہ آپ نے مضمون واقع البہتان میں (جسکو میں بہر بہتان سمجھتا ہوں اور اسکی تفصیل و بیان کا ارادہ کرتا ہوں) اس سے انکار کیا ہے اور ان باتوں کے قائل و معتقد پر لعنتوں کا مینہہ برسایا ہے چنانچہ تہذیب الاخلاق ۹ نمبر ۱ جلد ۵ میں کتاب تائید الاسلام تالیف جناب مرزا سید علی بخش خان صاحب سے اپنی نسبت یہ الزام نقل کیا ہے کہ سید احمد خان باوجودیکہ مذہب میں کوئی فعل اگرچہ شمار کفر میں سے کیوں نہ ہو مثلاً انکار کرنا ثبوت انبیاء سابقین کا یا کتب سماویہ سابقہ کا باوجود ملائکہ کا یا معاد اللہ قرآن شریف کا عمداً بول کر یا لکھ کر یا اشارہ میں الودہ کرنا یا پیشاب دینا یا حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانا یا کسی نبی کو معاذ اللہ گالی دینا یا بہشت و دوزخ اور قیامت آنیکا منکر ہونا یا ضروریات دین کا انکار کرنا کسی آدمی کو کافر نہیں جانتا پھر اسکے جواب میں بدلیل ایک الزام کے خدا اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ فرمایا ہے اور آٹھ دفعہ یہ کلمہ حوالہ قلم کیا اور تعجب پر تعجب یہ کہ اسی مقام میں یہ بھی فرمادیا ہے کہ بُت کے آگے سجدہ کرنا اور زنار پہن لینا ایسا نزدیک کفر نہیں ہے اور یہ نہیں سوچا کہ ان افعال میں جنکے قائل و معتقد پر ہمنے لعنتوں کا مینہہ برسایا ہے اور بت کے آگے سجدہ کرنے اور زنار پہن لینے میں کیا فرق ہے جسکے رو سے اُن افعال کے مستلزم کفر ہونے سے انکار ظاہر کیا ہے اور بت کے آگے سجدہ کرنیکا مستلزم کفر نہ ہونا تسلیم کر لیا معلوم نہیں۔

تحقیق رسول اور وحی و نبوت آپنے ایسی بیان کی ہے کہ اسمین نہی کو بن پڑے شاعر اور بے پیکے سکھائے گانے ناچنے والی رنڈی - اور مادرزاد مسخری رنڈلی اور چیلی خونخوار فاحشہ مونہی

† تہذیب ماہ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ مین آپ فرماتے ہین جسطرح کہ انسان مین اور قوائے ہین اسیطرح بلکہ وحی والہام بھی ایک قوت ہے - × × × یہہ ملکہ ایک آلہ انکشاف علوم وحقایق اشیا کا بھی ہے - اور اسلئے اسکا تعلق کسی خاص علم یا فن سے منحصر نہین ہے بلکہ ہر ایک سے جداگانہ اور مستقل تعلق رکھتا ہے اور بلحاظ اپنے تعلق کے اسی علم یا فن کے ساتھ وہ ملکہ منسوب یا موسوم ہوتا ہے جیسے بلکہ حکمت یا ملکہ طب ملکہ شاعری ملکہ عدالتی ملکہ موسیقی ملکہ قضا وعلی ہذا القیاس انسان جبکہ انسان کی نیچر پر غور کرتا ہے تو اسکی چار حالتین پاتا ہے ایک وہ حالت جو اسکو تربیت وصحبت وتمدن واخلاق سے حاصل ہوتی ہے جسکو **کمال شمس** کہتے ہین دوسری وہ حالت جو اسکو کسی علم یا ہنر مین ترقی کرنیسے حاصل ہوتی ہے جو اس علم کے ملکہ سے تعبیر کیجاتی ہے - تیسری حالت یہہ ہے جب کسی علم یا ہنر مین فکر کرتا ہے اور کوئی مسئلہ حل کرنا چاہتا ہے اور اسکی علمی وا کتسابی قوت اسکے حل سے عاجز رہتی ہے تو اسکے دل مین دفعتہ ایک بات آجاتی ہے جسکو وہ نہین جانتا کہ کہان سے آئی اسطرح دل مین آنی والی بات کو **وحی والہام** کہتے ہین (یہہ تینون حالتین انکی کلام سے بالمعنی نقل ہوئی ہین) چوتھے حالت انسان مین ہم پاتے ہین جسکی بنا اکتسابی علوم پر قیاس نہین ہوسکتی بلکہ اس شخص کے نیچر پر قیاس ہے - ایک جاہل شخص کو جو علم سے واقف ہی نہ ہو عروض سے نہایت عمدہ شاعر پاتے ہین بڑا ادیب دیکھتے ہین ان پڑھ اور بے علم لوگون نے ایسے دقیق مسایل اخلاق بیان کیے ہین جنکو حال کی ترقی یافتہ دنیا کے بھی تعجب سے دیکھتے ہین × × × × × × ×

پس اسطرح دلمین پڑنیوالی بات کو ہم وحی والہام کہتے ہین اسمین کچھ شک نہین کہ وہ پڑتی نہین بلکہ اُچھلتی ہے مگر جب اُسکے اچھلنے کے اسباب ہم نہین پاتے اسکو **القا** کہتے ہین - ہمنے الہام کو خالی نلی مین پانی بہرا نہین مانا بلکہ فوارہ کیطرح اُسمین سے اُچھلنا مانا ہے کوکرا کے لئے خفیف تحریک ہوئی ہو ایسے لوگ ہی ہوئے ہین جنہون نے اپنی حالت کو سوچا اور دوسرون کی حالت کو دیکھا اور ایک بات کو دلمین پڑا جسمین اُنہون نے ترتیب اور سوشیلی اثرون پر غلبہ پایا - اس دلمین پڑنے والی شے کو ہی ہم **الہام** اور **وحی** کہتے ہین اگر وحی اور الہام نہ تھا تو اور کیا تھا جسنے کالون اور لوتھر کے دل کو اس پرانے راستہ سے پھیرا اس نقد کا اسپر

اور دیوانہ آدمی کا ہمسر و ہمجنس قرار دیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ وحی و رسالت کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ خاص خاص اوقات اور مواقع پر خاص خاص

نمبر ششم میں بصفحہ ۳۹۹ تقریر چکا ہے) خدا تو ایسا فیاض ہے کہ کبھی کسی کے دل میں بھی وحی ڈالتا ہے پھر انسان کے دل میں وحی یا الہام ڈالنے سے اسکو کبھی نہیں موڑا۔ ۔ ۔ ۔ الہام یا کتاب الہامی کا پڑھنا (یعنی جیسا پڑھنے والا) خود اسکا دل ہے جس پر الہام ہوا اسکا دل اسکی تمام اوراق کا خزانہ ہے۔ اسکا دل وہ شخص ہے جس سے اس نے اعتباری طور پر اسکی تصنیف کا دل ظاہر کیا ہے۔ جب یہ خیال کہ وحی والہام اوپر سے آتا ہے نکالدیا جاوے اور یہ سمجھا جاوے کہ وہ آتا نہیں بلکہ جاتا ہے اور پلٹ کر پڑتا ہے اور خاص خاص علوم اور انکشاف سے علاقہ رکھتا ہے تو کتب الہامی کی نسبت بھی یہ خیال صاف ہو جاتا ہے۔ ۔ ۔ اور تفسیر ثنوی میں فرمایا ہے وحی تو وہی ہوتی ہے جو خدا اپنے پیغمبروں کو دی جاتی ہے مگر اگلے مفسروں نے اسکا بیان کہ وہ کیونکر دی جاتی ہے ٹھیک طور پر نہیں کیا انہوں نے خدا اور رسول کو دنیا کا بادشاہ اور وزیر کی مانند اور وحی کو بادشاہ کی کلام یا حکم یا پیام کی تشبیہ دی ہے اور جبرئیل کو ایک مجسم قرستادہ بادشاہ و وزیر میں پیغام لیجانے والا قرار دیا ہے امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ آسمان پر جبرئیل خدا کا کلام سنکر آنحضرت پر اترتے تھے اور وہ پیغام کہدیتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ مگر میری سمجھ میں نبوت کو ایک فطری چیز سمجھنا چاہیئے۔ جو انبیاء میں مقتضائے انکی فطرت کے مثل دیگر انسانی کے ہوتی ہے جس انسان میں وہ قوت ہوتی ہے وہ نبی ہوتا ہے اور جو نبی ہوتا ہے اسمیں وہ قوت ہوتی ہے جس طرح کہ تمام ملکات انسانی انکی ایک ایک کیفیت دل و دماغ و خلقت کی مناسبت سے علاقہ رکھتے ہیں۔

---

† اس بیان کو شاہ صاحب نے بصفحہ ۹ انتقیح کے بعض مبحث جبر و اختیار کے اس طرح بیان کیا ہے علم تشریح بدن انسان سے ثابت ہو گیا ہے کہ جس قسم کی بناوٹ انسان کی ہوتی ہے اسکے مناسبت افعال خواہ اختیاری ہوں خواہ غیر اختیاری ہوتے ہیں مثلاً بے رحم سفاک قاتلوں کی کھوپڑی میں ایک خاص قسم کی بناوٹ ہے اور تشریح سے ثابت ہوا ہے کہ ہر قاتل سفاک کی کھوپڑی اسی بناوٹ سے ہوتی ہے۔ پس جسکی کھوپڑی اس بناوٹ کی ہوگی وہ ضرور سفاک قاتل رحم ہوگا اور جسکی کھوپڑی ضرور اسی بناوٹ کی ہوگی اور خاصکر کنپٹی کی بناوٹ کو نمبر ۱ جلد ۶ [illegible]

پیغام یا احکام بواسطہ ملایکہ خارج از وجود انسان آدمی کیطرف بھیجتا ہے جیسے دنیا کے بادشاہ اپنے حکم احکام ایلچیوں کے ذریعہ سے اپنے وزیروں اور امیروں کی طرف بھیجتے ہیں۔ بلکہ رسالت

اسیطرح ملکہ نبوت بھی اسی سے علاقہ رکھتا ہے یہہ بات کچھہ ملکہ نبوت پر موقوف نہیں ہے ہزاروں قسم کے جو ملکات انسانی ہیں بعضی فرقہ کوئی خاص ملکہ کسی خاص انسان میں از روئے خلقت و فطرت کے ایسا قوی ہوتا ہے کہ وہ اسی کام کا امام یا پیغمبر کہلاتا ہے۔ لوہار اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے شاعر بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے۔ ایک طبیب بھی فن طب کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے مگر جو شخص روحانی امراض کا طبیب ہوتا ہے اور حسین اخلاق انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ مقتضائے اسکی فطرت کے خدا سے عنایت ہوتا ہے وہ پیغمبر کہلاتا ہے اور جسطرح کہ اور قوائے انسانی بمناسبت اُنکے اعضا کے قوی ہوتی ہیں اسیطرح یہہ ملکہ بھی قوی ہو جاتا ہے اور جب ایسی پوری قوت پر پہنچ جاتا ہے تو اُس سے وہ ظہور میں آتا ہے جو اسکا مقتضا ہوتا ہے جسکو عرف عام میں بعثت سے تعبیر کرتے ہیں۔ خدا اور پیغمبر میں بجز اس ملکہ نبوت کے جسکو ناموس اکبر کہتے ہیں اور زبان شرع میں جبرئیل کہتے ہیں اور کوئی ایلچی پیغام پہنچانیوالا نہیں ہوتا اسکا دل جو وہ آئینہ ہوتا ہے جسمیں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے اسکا دل ہی وہ ایلچی ہوتا ہے جو خدا پاس پیغام پہنچاتا ہے اور خدا کا پیغام لیکر آتا ہے وہ خود ہی عجب چیز ہوتا ہے جس میں سے خدا کی کلام کی آوازیں نکلتی ہیں وہ خود ہی کان ہوتا ہے جو خدا کی بے حرف و بے صوت کلام کو سنتا ہے خود اُسکی دل سے نوارہ کی مانند وحی اُٹھتی ہے اور خود اُسی پر نازل ہوتی ہے ایسا عکس اُسکے دل پر پڑتا ہے جسکو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اُسکو کوئی نہیں بلواتا بلکہ وہ خود بولتا ہے ہم اجلو تمثیل کے گو وہ کیسی ہی کم رتبہ خدا کا ثبوت دیتے ہیں ہزاروں شخص ہیں جنہوں نے مجنونوں کی حالت دیکھی ہوگی وہ بغیر سننے کے اپنے کانوں سے آوازیں سنتے ہیں تنہا ہوتے ہیں مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسیکو کھڑا

ف اس کامل ترقی پر ہوتی ہے جسمیں ملکہ خلق ہوتا ہے اور اسلئے جب وہ کسی ایسی بات پر غور کرتا ہے جو اخلاق سے یا یوں کہو کہ دین سے متعلق ہے اُسکے دل پر روشنی پڑتی ہے جو نہایت سچی اور سیدھی ہوتی ہے اور عین مرضی قانون قدرت کے بنا نیوالیکی ہے۔ اس اللہ کے مختلف طریقے قانون قدرت کے بموجب ہیں جنکو ہم دوسری زبان میں وحی اور الہام اور روح فی النفس کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ حاشیہ الحاشیہ

اور وحی ایک فطرتی اور جبلی امر ہے جسکی حقیقت یہہ ہو کہ خدا نے نبی کی جبلت و طبیعت اور دل و دماغ وغیرہ کی بناوٹ ایسی کر رکھی ہے کہ جب وہ کسی نیک یا بد امر مین غور و فکر کو کام مین لاتا ہے اور اسکے حسن و قبح کیطرف ادراک و عقل کو دوڑاتا ہے تو اسکے دل سے اُسکے دماغ سے اُسکی طبیعت سے اس امر کی نسبت ایسی بات اُٹھتی ہے جو سچی اور نیچر کے مطابق ہوتی ہے اور کبھی وہی دل سے اُٹھنے والی بات ایک کلام موزون و مرتب ہو کر اسکو سُنائی دیتی ہے اور کبھی وہی دل کی بات بصوت انسان وغیرہ متشکل ہو کر دکھائی دیتی ہے اور اسکے مُنہہ سے وہ آواز نکلتی معلوم ہوتی ہے - اور حقیقت مین نہ کوئی کلام ہے نہ کوئی متکلم ہے جو ہے اُسیکا دل ہے اُسیکی طبیعت ہے - اسبات کی دل سے اُٹھنے کو القا والہام کہتے ہین اس نظر سے کہ وہ دل سے اُٹھکر یہ اُلٹ کر اسی پر گرتی ہے اور اس کلام کو جو اسکے خیال نے بنائی ہے کلام الہی کہتے ہین اور اس صورت کو جو اسکے خیال نے دکھائی ہے فرشتہ کہتے ہین - اس کلام کی طبیعت سے بنا لینے کی قوت کو ملکہ نبوت کہتے ہین اور اس قوت کی حد کمال کو پہنچ جانیکا بعثت نام رکھتے ہین -

یہہ ملکہ نبوت بھی ہمیشہ ایسا ہے جیسے اس شاعر مین شعر کہنے کا اور اس رنڈی مین ناچنے اور گانے بجانے کا اس رنڈی مین رنڈی کا اس قاتل مین قتل کا اس دیوانہ مین خیالی صورتین دیکھنے اور خیالی آوازین سننے کا ملکہ موجود ہوتا ہے - پس جیسا اس قاتل خونخوار کی کہونپڑی کی بناوٹ مین قتل کا ملکہ ہے اور وہی ملکہ اس خونریزی کا حکم دیتا ہے اس خونریزی کی نسبت سوائے تقاضائے

ہوا باتین کرتا ہوا دیکھتے ہین وہ سب انہین کے خیالات ہین جو سب طرح سے جیتے ہو کر ایک طرف مصرف اور انہین متعرق ہین پس جس وہ چیز سے جسکو ملکہ نبوت پر بعثت کے ساتھ فیاض نے نقش کیا ہے وہ انتقاش علمی کبھی مثل ایک بولنے والی آواز کے انہی ظاہر کانون سنائی دیتا ہے اور کبھی وہی نقش علمی دوسری بولنے والی کی صورت مین دکھائی دیتا ہے مگر ہے اپنے ایک کان کوئی آواز ہے نہ بولنے والہ - وہی قوت ناموس اکبر ہے اور وہی قوت جبرئیل پیغامبر ہے بعینہ کلام آسمانی ہے جو بالانتقاش نقل ہوا اور جو الفاظ محذوف ہوئے وہ زیادہ تر اطناب تھا اسکے حذف سے اصل مطلب خلل واقع نہین ہوا جبکہ تک ہو وہ اصل کتاب کو دیکھیے اور نقل کو اصل سے مطابق کر لے —

اس ملکہ اور قوت کی کوئی خاص پیغام یا حکم خدا کا کسی خارجی فرشتہ کے ذریعہ سے اسکو نہیں پہنچتا اور علی ہذا القیاس ہر شاعر میں شعر کا ملکہ ہے اور وہی ملکہ اسکو شعر کہنے کا حکم دیتا ہے اسکے سوائے کوئی خاص پیغام خداوندی کے مضمون شاعرانہ کا متضمن بواسطہ خارجی فرشتہ اسکو نہیں پہنچتا۔ اور اس رنڈی نا آموختہ میں ناچنے اور گانے کا ملکہ ہے جو اسکو ان افعال پر باعث ہوتا ہے اس کے سوا کسی خاص ذریعہ سے خدا کی طرف سے اسکو گانے ناچنے کا حکم یا طریق القا نہیں ہوتا۔ اور ٹٹی میں ہر ٹٹل کا مادہ ہے جو اسکو ٹٹل سکھاتا ہے بلا واسطہ اس مادہ کے اور طریق سے خدا اسکو ٹٹل کا حکم نہیں بھیجتا۔

ایسا ہی بھینسے کا حال ہے کہ اسکے دل اور دماغ اور کھوپری کی بناوٹ میں اشیاء کے حلال و حرام کرنیکا ملکہ رکھا ہے اور وہی ملکہ اسکو حلال اور حرام بنانیکا حکم دیتا ہے کسی چیز کے حلال و حرام کرنیکے وقت کوئی خاص پیغام و یا حکم خداوندی کسی خارجی فرشتے کے ذریعہ سے اس کو نہیں پہنچتا۔ اور جیسا شعر کا ماخذ و مخزن بجز لوح طبیعت شاعر اور نہیں ہوتا اور بوقت نظم شعر شاعر اپنی ہی طبیعت کیطرف توجہ کرتا ہے اور مضامین سوچتا ہے تو اسکے دل ہی سے اسکے دلپر مضامین کا القا ہوتا ہے اور من حیث لاشعر خدا کی طرف سے بنا بنایا شعر کسی فرشتہ کے ذریعہ سے اسکو نہیں پہنچ جاتا اور راگ کا مخرج بجز طبیعت گانے والی کے اور نہیں ہوتا اور گانے کے وقت اسکی طبیعت ہی سے طرح طرح کی آوازیں نکلتی ہیں وہ آوازیں اور راگ ہی بنا کے خدا کیطرف سے کسی اور ذریعہ سے نہیں پہنچتی و قس علی ہذا ایسا ہی مذہبی احکام حلال و حرام کا مخرج و مخزن بجز لوح طبیعت نبی کے اور نہیں ہوتا اور جب نبی کسی چیز کے حلال یا حرام یا واجب یا صحیح غیر صحیح ہونیکی نسبت کچھ سوچتا ہے تو اسکا دل ہی ان اشیاء کا حلال یا حرام یا واجب و مباح ہونا بتا دیتا ہے اور یہ عبارتیں بنا دیتا ہے۔ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر یسئلونک عن الیتمیٰ قل اصلاح لھم خیر یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی

† لوگ تجھ سے شراب اور جوئے کا حال پوچھتے ہیں تو کہدے انمیں بڑا گناہ ہے۔

‡ تجھ سے یتیموں کے مال کی نسبت سوال کرتے ہیں تو کہدے انکی خیر خواہی بہتر ہے ۸ تجھ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں تو کہدے وہ

وعلی ہذا القیاس۔ اور جیسے شاعر کی شعر اور رنڈی کی رنڈل کے نسبت کہا جاتا ہے ان† ھذا الا قول الشاعر او الساحر ایسا ہی نبی کے اس کلام کو جسکو وہ خدا کیطرف سے بتاتا ہے کہنا کہ ہر ان‡ ھذا الا قول البشر اگرچہ خدا نے اُس کہنے والے کے حق مین یہہ کہہ کر کہا ہے سنصلیہ سقر وما ادریک ما سقر۔

اس کلام کی نسبت نبی کا یہہ کہنا کہ یہہ خدا کا کلام ہے جو جبرائیل امین خدا کی طرف سے لایا ہے بعینہٖ اُسی قوت سے سرسوے ایسا ہے جیسے وہ شاعر کہے کہ یہہ شعر خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے اور نازل کیا اسرافیل فرشتے نے (جو اس شاعر کے لکے سے عبارت ہے جیسے جبرئیل نبی کے لکے سے عبارت ہے) خدا کی طرف سے پہنچایا ہے اور وہ رنڈی کہے کہ یہہ راگ یا سُر اور آواز جو میرے منہہ سے نکلتی ہے خدا کی طرف سے میکائیل یا غونا ئیل فرشتے نے (جو اس رنڈی کے لکے سے عبارت ہے) خدا کی طرف پہنچائی ہے قس علی ہذا۔

پھر اس کلام خیالی کا جو کہ کلام خدا کہنا صرف اسی وجہہ سے ہے کہ جس دل و دماغ سے وہ کلام پیدا ہوا ہے اسکو خدا نے بنایا ہے اور اس کی بناوٹ کو ایسا کیا ہے جس سے وہ خود بخود یہہ کہتا ہے اس وجہہ شاعر اپنی طبعی شعر اور رنڈی اپنے طبعزاد راگ کی نسبت بیان کر سکتی ہے کہ خدا نے ہمارے دل و دماغ و طبیعت کو ایسا بنایا ہے جس سے خود بخود یہ راگ یہ شعر صادر ہوتا ہے۔

اور اس کلام کی نسبت نبی کا یہہ کہنا کہ یہہ کلام میں نے جبرئیل امین سے سُنا۔ اور اسکی عبارت کو انکے لکے سے لیا اور وہ بھی سے بجلکیر ہوا۔

---

† یہہ تو شاعر یا نبی کا قول ہے۔

‡ یہہ بجز شک کے کلام نہیں ہے۔

+ شاید نبی کہ وحی جبرئیل امین کے لکھ جاتے سے وہ کیا ہے۔

بعینہ بلا تفاوت سر مو کوئی ایسا ہے جیسا کوئی پاگل دیوانہ مجنون بغیر موجود ہونے کسی بولنے والے اور دکھائی دینے والے کے یہ کہدے کہ یہ اپنے محبوب یا عدو کو اپنے سامنے کھڑا ہوا بولتا ہی دیکھا اور اس نے مجھے محبت یا عداوت سے بخل میں دیا ہے۔

* یہ طعن و تشنیع کشاف حقایق اسلام آزاد اہل سنت حضرت سید احمد خان علیہ الرحمۃ کا جناب نبی اسلام محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد واجب الاتقیاد پر چوٹ ہے جو آن حضرت سے صحیح سندوں سے مروی ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غار حرا میں میرے پاس فرشتہ پہنچا اور اس نے مجھے دیکھی ہوئی چیز کو بار بار کہا کہ تو اسکو پڑھ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نے مجھے بخل میں دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا کہ اسکو پڑھ میں نے پھر کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نے مجھے تین بار کیا آخر کہا اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا وربک الاکرم اور آن حضرت نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ چلا جاتا تھا کہ آسمان میں کچھ آواز سنی جب آنکھ اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ حرا میں آیا تھا زمین و آسمان کے بیچ میں کرسی پر بیٹھا ہوا پھر میں اس سے ڈرا اور گھر پہنچ کر گھر میں آیا تو گھر والوں سے کہا زملونی زملونی یعنی مجھے کپڑا اوڑھا دو۔

عن عائشۃ ام المؤمنین انہا قالت اول ما بدی بہ رسول اللہ صلعم من الوحی الرویا الصالحۃ فی النوم فکان لا یری رویا الا جاءت مثل فلق الصبح ثم حبب الیہ الخلاء وکان یخلو بغار حرا فیتحنث فیہ واللتحنث التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اھلہ ویتزود لذلک ثم یرجع الی خدیجۃ فیتزود لمثلہا حتی جاءہ الحق وھو فی غار حرا فجاءہ الملک فقال اقرا قال ما انا بقاری قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرا قلت ما انا بقاری فاخذنی فغطنی الثانیۃ حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرا فقلت ما انا بقاری فاخذنی فغطنی الثالثۃ ثم ارسلنی فقال اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا وربک الاکرم۔

وعن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال وھو یحدث عن فترۃ الوحی فقال فی حدیثہ بینا

یعنی نبی اور مجنون دونون کا یہہ کہنا صرف اپنے خیال کو بتاتا ہے نفس الامر اور خارج مین نہ نبی کے پاس کوئی خارج سے آیا اور نہ اُس نے کوئی کلام سنا یا ہے نہ مجنون کے پاس کوئی آیا اور

بقیہ انا اشی اذا سمعت صوتا من السماء فرفعت بصری فاذا الملک الذی جاءنی بحراء جالس علی کرسی بین السماء والارض فرعبت منہ فرجعت فقلت زملونی زملونی۔

وعن عائشۃ ام المؤمنین رض ان الحارث بن ھشام سال رسول اللہ صلعم کیف یاتیک الوحی فقال رسول اللہ صلعم احیانا یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشدہ علی فیفصم عنی وقد وعیت عنہ ما قال واحیانا یتمثل لی الملک رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا ولقد رایتہ ینزل علیہ الوحی فی الیوم الشدید البرد فیفصم عنہ وان جبینہ لیتفصد عرقا۔

وعن ابن عباس رض فی قولہ تعالی لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ قال کان رسول اللہ صلعم یعالج من التنزیل شدۃ وکان مما یحرک شفتیہ فقال ابن عباس رض فانا احرکھما کما کان رسول اللہ صلعم یحرکھما فحرک شفتیہ فانزل اللہ تعالی لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرآنہ قال جمعہ لک فی صدرک وتقرأہ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ

اور آنحضرت صلعم نے بجواب اس سوال حارث بن ہشام کی آپکے پاس وحی کسطرح آتی ہے فرمایا ہے کبھی تو مجھے ایسی آواز کیطرح وحی آتی ہے جیسے گھنٹے کی آواز ہوتی ہے اور یہہ قسم وحی کی سی مجھ پر سخت شاق ہوتی ہے مگر جب یہہ ہو چکتی ہے تو جو کچھہ اس نے کہا ہوتا ہے مجھہ یاد ہو جاتا ہے اور کبھی فرشتہ بصورت انسان میرے سامنے متشکل ہوتا ہے اور بالمشافہ مجھسے کلام کرتا ہے پس وہ جو کہتا ہے مین یاد کر لیتا ہون

حضرت عایشہ نے نقل کیا ہے کہ مین آنحضرت کو بحالت نزول وحی سخت سردیون مین دیکھا تو آپ کی پیشانی کو شدت اور بوجہ وحی سے پسینے سے بھاری پایا۔

حضرت ابن عباس نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل سے قرآن سُنتے اور یکھنے کے وقت بڑی مشقت اُٹھاتے جب حضرت جبرئیل پڑھتے تو آپ ساتھہ پڑھنے لگ جاتے اور ہونٹ ہلاتے اسپر یہہ حکم نازل ہوا کہ تو بوقت نزول قرآن زبان کو نہ ہلا۔ اِسلئے کہ اس قرآن کا تیرے سینہ مین جمع کر دینا اور اسکو تیرا پڑھہ لینا ہمارے ذمہ ہے

تاس نے کچھ سُنایا ہے۔ اور نبی کا یہہ کہنا کہ مجھے خدا نے مبعوث کیا ہے اور بعثت کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے بعینہٖ بلاتفاوت سرمو ایسا ہے جیسے وہ شاعر کہے کہ مجھے خدا نے

فاستمع له وانصت ثم ان علينا بيانه ثم ان علينا ان تقرأه فكان رسول الله صلعم بعد ذلك اذا اتاه جبرئيل استمع فاذا انطلق جبرئيل قرأه النبي صلعم كما قرءه - اخرج هذه الاحاديث كلها الشيخان مسلم البخاري واللفظ له - وعن مسروق قال كنت متكئا عند عائشة فقالت يا ابا عائشة ثلث من تكلم بواحدة منهن فقد اعظم الفرية قلت ما هن قالت من زعم ان محمدا راى ربه فقد اعظم على الله الفرية وقال كنت متكئا فجلست فقلت يا ام المومنين انظريني ولا تعجليني الم يقل الله تعالى ولقد راه بالافق المبين ولقد راه نزلة اخرى فقالت انا اول من سال ذلك عن رسول الله فقال انما هو جبرئيل لم ار اره على صورته التي خلق عليها سادا عظم خلقه ما بين السماء الى الارض

اخرجه مسلم

وعن ابن مسعود قال [illegible] تعالى فكان قاب قوسين او ادنى فاوحى الله الى جبرئيل لك مما اوحى اليه وحى جبرئيل لك مما اوحى اليه - اخرجه الشيخان -

پس جب ہم یعنی ہمارا بھیجا ہوا جبرئیل اسکو پڑھ چکا ہو کر اسکو سُنا دے پھر اسکا تیری زبان سے بیان ہو جانا ہمارے ذمہ ہے اس حکم کے نازل ہونیکے بعد جب حضرت جبرئیل قرآن لیکر آتے تو آن حضرت چپکے ہو رہتے اور جب جبرئیل چلے جاتے تو آنحضرت اسکو پڑھ لیتے۔

اور آنحضرت سے بی بی عایشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ کیا آپ نے خدا تعالیٰ کو دیکھا ہے چنانچہ اس آیت میں ذکر ہے دلقد راٰہ نزلۃ اخری تو آپنے فرمایا کہ اسمیں جس دیکھنے کا ذکر ہے وہ جبرئیل ہے جسنے [illegible] چند بار اسکو پیدا کیا ہے وہی وہ فرشتہ ہے ایک دفعہ معراج میں اور ایک دفعہ اور جسکا اس آیت میں ذکر ہے۔ اور حضرت ابن مسعود نقل کیا ہے کہ اس موقع معراج پر آن حضرت نے حضرت جبرئیل کو اصلی صورت پر دیکھا ہے تو آپ کے چھ [illegible]

اس روایت جبرئیل کا قرآن مجید میں جی [illegible] نظم القرآن کر چنانچہ احادیث مذکورہ بالا میں [illegible] اسکا ذکر ہو چکا ہے بکی تفصیل تفسیر [illegible]

استفہام عرف اسی قسم [illegible] ہے جس [illegible] آنجناب نے ملعن کیا ہے ان باتوں کو خود جنابِ رسالمآب نے اپنی زبان سے فرمایا ہے آنجناب نے آنحضرت کی باتوں کو مجنونوں کیسی [illegible] نمود مانند

شعر سنانے کے لئے اور گانے والے کہی مجھے خدا نے راگ سکھانیکے لئے بھیجا ہے نبی کا دعوی بہشت صرف اس معنے کر ہی کہ خدا نے اسکی قوت و ملکہ نبوت کو اب کامل کر دیا ہے اور ان معنے کر شاعر اور گانے والی کو بھی بہشت کا دعوی پہنچتا ہے۔

الحاصل آپ کے نزدیک حقیقت نبوت و شاعری و موسیقی و ڈٹل بازی و حدادی مین سر مو فرق نہین ہے جیسے یہہ کمالات طبعی ہوتے ہین ایسی ہی نبوت بھی ایک طبعی امر ہے اس مین اور اُنمین فرق ہے تو صرف متعلقات کی نظر سے ہے ان چیزون کو شعر و راگ سے تعلق ہے نبوت کو اخلاق یا یون کہو کہ مذہبی خیالات سے تعلق ہے اور یہہ تعلق و اضافت حقیقت جانبین سے خارج ہے۔ **وبناء علیہ** آپ کی تحقیقات کی رو سے نبی پر ایمان لانا اور اسکا اتباع

† مضمون وحی و الہام آنزاہیل صاحب کا جس سے بیان حقیقت نبوت لیا گیا ہے میرے ایک معزز دوست منشی صاحب نے پڑھا تو ہنس کر کہا کہ اگر حقیقت نبوت و وحی یہی ہے جو آنزاہیل صاحب نے بیان کی ہے (جس سے شاعر اور نٹلی اور گانے والی رنڈی وغیرہ کا نبی اور صاحب وحی ہونا ثابت ہوتا ہے پھر اونہون نے دعوے نبوت و وحی نہین کیا) تو اس تقدیر پر نبیون کی نسبت وہ شاعر و ڈٹلی ہی اچھی رہی۔ جنہون نے اپنے خیالات و کمالات کو ظاہری اسباب اپنی طبایع اور ملکات کی طرف نسبت کیا بناوٹ و تکلف سے یہہ نہ کہا کہ ہمکو ان خیالات و کمالات کا خدا نے القا کیا ہے یا بواسطہ جبرئیل و میکائیل ہمپر نازل کیا۔ اور اُنکی نسبت بزعم جناب نبی (معاذ اللہ) بڑے جھوٹے و فریبی ٹھہرے۔ جنہون نے ظاہری اسباب کو چھوڑ کر اپنے خیالات کے لئے غیبی اسباب بتائے اور از راہ افترا اُنکے نام بھی جبرئیل و میکائیل و کتاب آسمانی و نزول وحی ربانی گھڑ لئے۔ لوگون کو دھوکا دیا اور خدا پر افترا کیا اور سیدھی سادی بات کو اُلٹا کر کے بتا دیا۔ پس اگر آنزاہیل صاحب کا بیان مین سچا ہون تو نبی (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) جھوٹے ہین اور اگر نبی سچے ہین تو آنزاہیل صاحب جھوٹے ہین۔ **راقم** کہتا ہے ہم مسلمان وغیرہ اہل ادیان تو یہی کہتے اور اعتقاد رکھتے ہین کہ نبی سچے ہین اور آنزاہیل صاحب (جو نبیون کو فریبی و دھوکا باز ٹھہراتے ہین) سراسر جھوٹے ہین خلاف کو مدت کر دیا اس نکتہ کو تم

کرنا اور اسکو خدا کی طرف سے سمجھنا۔ اور اسکی ہدایت کے موافق نیک و بد پر کاربند ہونا ایسا ہے جیسے اس شاعر پر شعر مین اور اس زٹلی پر زٹل مین ایمان لانا۔ شعر و زٹل مین ان کا دیکھنا یا شعر پڑھنے اور زٹل پڑھنے پر کاربند ہونا۔ جیسے انکا اتباع و ایمان صرف مقتضائے [+] ہے کسی عذاب یا ثواب اخروی کے خوف و طمع سے نہین ہے ایسا ہی اس نبی کا اتباع و ایمان صرف اسی خیر کا مقتضائے ہے عذاب و ثواب اخروی کے طمع و خوف سے نہین ہے۔

[illegible] کا منکر و احکام و تعلیمات نبویہ کا مکذب و مخالف آپکے نزدیک کافر نہین [illegible] ذیقعدہ مین جسکا ذکر صفحہ ۱۹۲ وغیرہ مین ہوچکا ہے آپ کے تصریح موجود ہے [illegible] حقیقت نبوت و وحی کے بیان مین آپکی طرف نقل کیا ہے یہ آپ کی کلام کا مطلق مفہوم ہے اور اصل کلام جناب جس سے یہ بیان لیا گیا ہے بضمن حاشیہ نقل کر دیا ہے۔ ناظرین اصل کلام جناب کو دیکھین اور جو کچھ ہمنے اسکا حاصل بیان کیا ہے اسکو اصل کے مطابق کرلین۔

اور حقیقت کتب آسمانی آپ نے ایسی بیان کی ہے کہ انکو زٹلی کے زٹل اور شاعر کے شعر کی جنس سے فرق نہین دی۔ انکا کلام خدا ہونا اور بواسطہ ملایک نازل ہونا اور ان پر ایمان لانا جس طرح کہ آپ کے نزدیک محقق ہے۔ اسکی تشریح و تفصیل بیان حقیقت وحی و نبوت مین گزر چکی ہے۔

حقیقت ملایکہ آپ نے ایسی بیان کی ہے کہ ملائکہ کو اشیاء ذوات خود قایم و موجود کی فہرست سے خارج کر دیا ہے اور منجملہ صفات جو بوجود محل و موصوف موجود خصال

[+] دیکھو تہذیب ماہ رجب ۹۲ھ مین جسمین آپ نے بضمن بیان اصول قدیم و جدید کے فرمایا ہے۔
قدیم اصول یہ ہے کہ نیکی یا عبادت حور و قصور و بہشت کے ملنے اور دوزخ کے عذاب سے بچنے کے لئے یا خدا کی رضامندی کے لئے اور اسکی خفگی سے بچنے کے لئے کرنی چاہیے۔
جدید اصول یہ ہے کہ ہمارے نیچر کا مقتضائے یہی ہے کہ ہمکو نیک ہونا چاہیے۔

کیجاتی ہین اور اپنے آپ مین وجود نہین رکھتی شمار کیا ہے - جبرئیل امین کے نسبت جو کچھ آپنے کہا ہے وہ ابھی مذکور ہو چکا ہے ایسا ہی عموماً ملائکہ کے نسبت آپ نے کہا ہے کہ ملایکہ سے مراد صرف قوائے موجودات ہین - ملک الجبال سے پہاڑون کی قوت مراد ہے

† تفسیر معدن کفر تردید کے صفحہ ۲۰ مین آپنے فرمایا ہے فرشتون کے وجود کی نسبت لوگون کے عجیب عجیب خیالات ہین - انسان کی یہہ ایک طبعی بات ہے کہ جب کسی ایسی مخلوق کا ذکر ہو جسکو وہ نہین جانتا تو خواہ نخواہ اسکے دل مین اس مخلوق کی ایک جسمانی جسم تحیر کا جس کے رہنے کا کوئی جگہہ بھی ہو خیال جاتا ہے پھر ان کے اوصاف پر خیال کرتے کرتے اُن کی صورت جو اُن اوصاف کے مقتضی ہوتی ہے اس کے خیال مین تراشتا ہے اور پیر وہ اثبات کو بھول جاتا ہے کہ مین اس مخلوق کو نہین جانتا نہ مینے اسکو کہین دیکھا ہے اور یون جاننے لگتا ہے کہ وہ مخلوق وہی ہے جو میرے خیال مین ہے اور جب وہ خیال لوگون مین نسل در نسل چلا آتا ہے تو ایسا محکم ہو جاتا ہے کہ گویا اسمین شک و شبہ نہین ہے - یہی حال فرشتون کے نسبت ہوا ہے انکو لازمی ہے کہ گورا گورا سفید برف کا سا رنگ نوری شمع کی مانند ہین بلکہ کسی بڈھیان میرے کسی پاؤن ایک خوبصورت انسان کی شکل مگر نہ مرد نہ عورت تصور کیا ہے - آسمان اِن کے رہنے کی جگہہ قرار دی ہے آسمان سے زمین پر آتے اور زمین پر سے آسمان پر جانے کے لئے پر لگا دیئے ہین کسی کو شاندار اور کسی کو غیر شاندار کسی کو کم شان کسی کو صور پھونکنے کیلئے اور نکیر کو قبر مین سے پوچھنے کا خیال کیا ہے -

بعض اوقات یہ بھی کہتے ہین فرشتون کا یہہ خیال ہے کہ عالم کی ترکیب نور اور ظلمت سے اور نور و ظلمت دونون موجود ہین تو نور کے بھی بال بچے ہوتے ہین اور ظلمت کے بھی - مگر نہ اس طرح جیسے کہ انسان و حیوان جنتی ہین بلکہ اس طرح جیسے کہ حکمت نور کی اولاد تو فرشتے ہین اور ظلمت کی اولاد شیطان ہین -

یہود بھی فرشتون کو آدمی کی صورت پر مجسم مانتے تھے اور اُن کو اجسام حقیقی سمجھتے تھے - البتہ اُن کے جسم کے مادہ کو مثل انسان کے جسم کے مادہ کے نہین مانتے - بلکہ یہہ

ملک البحار سے پانی کی قوت رقت وعلی ہذا القیاس ملک الرعد وملک السحاب وملک الاشجار سے ان اشیاء کی قوتین مراد ہے ان سے کوئی ایسی چیز مراد نہین ہین جو بذات خود قایم ومتحیز ہو اور انسان وحیوان واشجار وانہار سے خارج ان کا وجود متحقق ہو۔

بقیہ کہتے ہے کہ ان کا جسم مادہ غلیظ سے مرکب نہین وہ اپنے تئین انسانون کو دکھائی بھی دیتے ہین اُن سے بات چیت بھی کرتے ہین۔

عرب کے بت پرست فرشتون کو ایک مجسم اور متحیز چیز بھی سمجھتے اور جانتے تھے کہ وہ کھاتے پیتے نہین اور نہ کچھ بشری ضرورت اُن کو ہے وہ آسمانون پر رہتے ہین اور زمین پر آتے جاتے ہین۔

عام مسلمانون کا بھی یہی عقیدہ ہے جو عرب کے بت پرستون کا تھا وہ فرشتون کو ہوا کی مانند لطیف اجسام سمجھتے ہین اور مختلف شکلون مین بن جانے کی ان مین قدرت جانتے ہین اور خیال کرتے ہین کہ وہ آسمانون پر رہتے ہین اور پرون سے اڑکر زمین پر اُترتے ہین اور زمین پر سے اڑکر آسمان پر چلے جاتے ہین۔

مین (نیچری خان صاحب فرماتے ہین) کہتا ہون کہ جس طرح انسان سے فروتر مخلوق کا سلسلہ ہم دیکھتے ہین اسی طرح انسان سے برتر مخلوق ہونے سے انکار کی کوئی دلیل نہین ہے شاید کہ ہو۔ مگر ایسی خلقت کی درحقیقت موجود ہونے کی بھی کوئی دلیل نہین ہے کیونکہ اس کا ثبوت نہین ہے۔ قرآن مجید سے فرشتون کا ایسا وجود جیسا کہ مسلمانون نے اعتقاد کر رکھا ہے ثابت نہین ہوتا بلکہ برخلاف اسکے پایا جاتا ہے خدا فرماتا ہے وقالوا لولا انزل علیہ ملک ولو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون۔ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیہم ما یلبسون * * * اس آیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے نہ کوئی جسم رکھتے ہین نہ دکھائی دے سکتے ہین ان کا ظہور

* معاصر تحریف وافترا سے آیندہ کے صحیح سے یہ ہیں کہ انکے ہم سوال فرشتے کرتے

مسلمان جو ملایکہ کے نسبت یہہ خیال نہ رکھتے ہین کہ وہ بذات خود قایم و موجود ہین اور انکا جسم رکھتے ہین - نور سے مخلوق ہین - ان کی صورتین اور شکلین ہین جنہین پر وہ بازو والے

بقیہ ۱۲ یا شمول مخلوق موجود کے نہین ہو سکتا - لیجئے اور رجلا کے قید احترازی نہین ہے - انسان مین بحث تھی اسلئے رجلا فرمایا اور نہ اس سے مراد عام موجود مخلوق ہے -

‡ ان باریک باتون پر غور کرنے سے اور اس بات کے سمجھنے سے کہ خدا تعالی جو اپنے جاہ و جلال اور اپنی قوت اور اپنے افعال کو فرشتون سے نسبت کرتا ہے تو جن فرشتون کا قرآن مجید مین ذکر ہے انکا کوئی اصلی وجود نہین ہو سکتا بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتون کے ظہور کو اور اُن قوائے کو جو خدا نے اپنے تمام مخلوق مین مختلف قسم کے پیدا کئے ہین ملک یا ملایک کہا ہے - جن مین سے ایک شیطان یا

(بقیہ حاشیہ) کا تو ضرور اسکو انسان کی شکل بنانی اسلئے کہ انسانون کا فرشتہ کی اصل صورت سے مانوس مخاطب ہونا اور تعلیم و تفہیم کا فایدہ اٹھانا بنظر طبیعت انسانی عادتاً دشوار ہے - دیکھو آنحضرت صلعم نے فرشتہ کو اصلی صورت پر افق المبین مین دیکھا تو آپ کو لرزہ شروع ہو گیا اور اپنے گھر مین پہنچ کر کپڑا اوڑھوا دیا چنانچہ (صفحہ ۴۶۷) اسکا ذکر گذر چکا ہے پھر کافر ان فرشتہ کو بصورت انسان دیکھکر اسی شبہ مین پڑتے جسمین اب ہین کہ انسان کیون رسول ہوا فرشتہ کیون نہوا اسلئے کہنے فرشتون کو رسول بنا کر نہین بھیجا یہہ آیت صاف بتاتی ہے کہ فرشتہ ہی خدا کی مخلوق ہے جسکو خدا نے اس سبب سے جو بیان ہوئی رسول بنا کر نہین بھیجا - یہہ سبب نہ ہوتا تو ضرور فرشتہ ہی کو رسول بنا کر بھیجا جاتا - دیکھو مخاطب نے اسمین کیا تحریف و تصرف کیا ہے - سمجھے اس مضمون کے انسانون کا فرشتہ کو اصلی صورت مین دیکھنا عادۃً مشکل ہے یہہ مضمون گھڑ لیا کہ انکا نظر آنا محال و ناممکن ہے اور بجائے اس قول خداوندی کے اگر ہم فرشتے کو بھیجتے تو ضرور بصورت انسان بھیجتے یہہ افترا کیا ہے کہ اگر فرشتہ ہوتا تو ضرور موجود ہوتا اس تحریف مین آپنے یہودیون کے بھی کان کاٹے ہین - لاحول ولا قوۃ الا باللہ - حاشیہ

‡ اس عبارت مین خطاب بجانب دہریہ کی طرف سے ہے آپ یہان لفظ معلوم ہوتا ہے یا مثل اسکی کہنا بھول گئے ہین -

آسمان پر رہتے ہین اور دُنیا مین بھی آتے جاتے ہین اور بصورت انسان متشکل ہوکر انسانون کو دکھائی دیتے ہین اور انسانون سے ہمکلام ہوتے ہین اور خدا کے پیغام و کلام نبیون

بقیہ ابلیس بھی ہے - پہاڑون کے صلابت پانی کی رقت درختون کی قوت نمو برق کی قوت جذب و دفع - غرضیکہ تمام قوائے جنسی مخلوقات موجود ہوئے ہین اور جو مخلوقات ہین ہین وہی ملک و ملائکہ ہین جنکا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے - انسان ایک مجموعہ قوائے ملکوتی اور قوائے بہیمی کا ہے اور ان دونون قوتون کے بے انتہا درجات ہین جو ہر ایک قسم کی نیکی و بدی مین ظاہر ہوتے ہین - اور وہی انسان کے فرشتے اور انکے درجات اور وہی انسان کے شیطان اور اُسکے درجات ہین " اور بصفحہ ۱۴۸ فرمایا ہے - یہودیون اور عیسائیون کی کُتب مقدسہ مین روحانی عقول کا اکثر ذکر پایا جاتا ہے جن کے حالت وجود جداگانہ ہے اور ایک آسمانی جماعت قرار دی گئی ہے جسکا سردار خود خدا ہے - کتاب دانیال باب ۷ درس ۱۰ و انجیل متی باب ۲۶ درس ۵۳ و انجیل لوقا باب ۲ درس ۱۳ و نامہ عبرانیان باب ۱۲ درس ۲۲ و ۲۳ سے کروڑہا بلکہ کروڑہا در کروڑہا فرشتون کا ہونا معلوم ہوتا ہے اتنے بڑے جم غفیر کے اندر مختلف درجے اور مختلف صفتین موجود ہونی ضرور ہین تاکہ انسان سے لیکر خدا تک ایک ایسا سلسلہ وجود کا قایم ہوجاوے جو خالق اور کمترین ذی عقل مخلوق کے تفاوت کو مربوط کردے - یہودیون کی مقدس کتابون مین فرشتون کا ایسی جماعتون مین منقسم ہونا مذکور ہے - جنکی عزت اور قوت اور صفت غیر مساوی ہے اور اُن پر سردار اور حکام بھی ہین -

اسمین کچھ شک و شُبہ نہین ہے کہ یہودیون کی قدیم کُتب مقدسہ مین یعنی ان کتابون مین جو قید بابل سے پیشتر لکھی گئی ہین یہہ خیال صاف صاف بیان نہین ہوا بلکہ جو کتابین جلاوطنی کے زمانے مین اور اُسکے بعد کو لکھی گئی ہین ان کتابون مین اس خیال نے صورت پکڑی ہے اور خصوصًا حضرت دانیال اور حضرت زکریا کی تحریرات مین اس خیال کا پتہ ملتا ہے - کتاب زکریا باب اول درس ۱۱ گیارہ مین ایک فرشتہ سب سے اعلیٰ درجہ کا ہے جو خدا کے روبرو کھڑا رہتا ہے اور

کے پاس پہنچاتے ہین اور دنیا مین خدا کے احکام و تصرفات کے ظہور کے وسایل ہین کیکو جیسے (میکائیل) مینہہ برسانے کی خدمت سپرد ہے کیکو (جیسے عزرائیل) قبض ارواح

بقیہ اور فرشتون سے بطور اپنے کارندون کے کام لیتا ہے حضرت دانیال نے حضرت میکائیل فرشتہ کو بہت بڑے بڑے لقب عطا فرمائے ہین نامہ یہودہ ورس ۹ - اور اول نامہ تسلیکیون کے باب ۴ ورس ۱۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رائے کہ فرشتے مختلف درجہ رکھتے ہین صرف یہودیون ہی کے ساتھہ مخصوص نہ تھی بلکہ حضرت عیسے کے حواریون کا بھی یہی خیال تہا ہان اس قدر ٹھیک ہے کہ متاخرین یہودیون نے جو رتبے کی تقسیم فرشتون مین قایم کی ہے وہ حواریون کے وقت مین نہ تھی - یہودیون کے کتب مقدسہ مین فرشتے ہمیشہ مجسم ہوکر انسانی صورت مین دکھائی دیتے ہین اور کسی جگہہ اس بات کا اشارہ نہین ملتا کہ یہہ اجسام حقیقی نہ تھے متقدمین یہودی بیشک یہہ جانتے تھے کہ ان اجسام کا مادہ ہمارے اجسام کے مادہ کی مانند نہین ہے کیونکہ فرشتون مین یہہ قدرت ہے کہ جب چاہین اپنے تئین لوگون کو دکھاوین اور جب چاہین نگاہون سے چھپا ہوجاوین - عیسائی بھی اس سے انکار نہین کرسکتے -

عیسائی اور یہودی دونون فرشتون مین ان صفات کو تسلیم کرتے ہین - انسان سے انکی عقل کا زیادہ ہونا انکی قوت اور قدرت مین زیادہ ہونا - انکا پاک اور برگزیدہ ہونا اور یہہ بات کہ فرشتے خدا اپنا کلام اور مرضی کے اظہار کے ذریعہ ہین کتب مقدسہ یہود یون اور عیسائیون سے بخوبی معلوم ہوتی ہے اور اسی لیے بعض کاموں کو ان کتابون مین بالکل فرشتون ہی کے طرف منسوب کیا ہے -

انسانون کے مقسم کے متعلق امور دنیا مین بھی ان کی وساطت ہوتی ہے - یہودی اور عیسائی یہہ بھی خیال کرتے ہین کہ گو فرشتون کے وساطت ہماری نظرون سے پوشیدہ ہے مگر بھی ان کی وساطت تسلیم ہوسکتی ہے - کیونکہ عہد ناموں کے حصہ کے باب اول ورس ۱۴ اور دانیال باب ۱۲ ورس ۷ و باب ۱۹ ورس ۱۱ و انجیل متی باب ۱۸ ورس ۱۰ مین لکہا ہے کہ

کی خدمت سپرد ہے کوئی (جیسے اسرافیل) افنا، عالم کے لئے صور مُنہ مین لئے کھڑا ہے اور منتظر ہے کہ کب اسمین پھونک مارنے کا اذن ہوتا ہے۔ کوئی (جیسے جبرئیل) انبیا کیطرف

بقیہ خدا تعالیٰ فرشتون کو نجات کے وارثون کی خدمت کے لئے بھیجتا ہے۔

قدیم عیسائی سمجھتے تھے کہ ہر فرد بشر کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جو اُسکی حفاظت پر متعین ہے۔ مشرکین کا بھی اسیکے قریب قریب عقیدہ تھا۔ یونانی اپنے محافظ دیوتا کو ڈیمن۔ اور رومی جینیس کہتے تھے۔ اور یہودی اور قدیم عیسائی یہہ بھی سمجھتے تھے ہر انسان پر دو فرشتے متعین ہوتے ہین ایک نیکی کا اور ایک بدی کا۔ عام یہودی بھی فرشتون کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہین۔

قدیم عربون کا لفظ ملک اور ملائکہ کی نسبت ایسا خیال جیسا کہ یہودیون کا بھی ثابت نہین ہوا ان یہہ بات تو تسلیم کیجا سکتی ہے کہ لغت کی کتابون مین لفظ ملک کے معنے ایلچی یا رسول یا پیغامبر کے لکھے ہین مگر یہہ تسلیم نہین ہو سکتا کہ قدیم مشرکین عرب اسکا اطلاق اس قسم کے رسولون پر کرتے تھے جنکو یہودی ملک یا ملائک کہتے تھے۔ * * * قرآن مجید مین کلام مقصود مین کسی جگہہ لفظ ملک یا ملائکہ کا اس مُراد سے استعمال نہین ہوا ہے جو مراد یہودیون نے قرار دی تھی جسکی تفسیر ہم ہر ایک مقام پر لکھین گے بلکہ برخلاف اسکے ملائکہ کا اطلاق اُن قدرتی قوا پر جنسے انتظام عالم مربوط ہے ظاہر ہوتے ہین ملائکہ کا اطلاق ہوا ہے۔

ان آیتون مین جنکی تفسیر ہم لکھتے ہین کلام مقصود صرف اس قدر ہے کہ جو شخص اس وحی کا عدو ہو جو خدا نے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین ڈالی ہے اور جو کوئی خدا اور اسکے فرشتون اور اسکے رسولون کا دشمن ہو تو بے شک اللہ ان کافرون کا دشمن ہے۔ یہودیون نے اپنے عندیہ مین دو جداگانہ فرشتے ٹھہرا رکھے تھے ایک جبرئیل اور ایک میکائیل پہلے کو اپنا دوست جانتے تھے اور پہلے کو اپنا دشمن اور جو کہ دین محمدی کو وہ اپنے برخلاف خیال کرتے تھے تو یہہ سمجھتے تھے کہ جبرئیل جو ہمارا دشمن ہے وہ آنحضرت کو یہہ باتین سکھاتا ہے۔

وحی اور منکرون کیطرف عذاب لانے کا کام کرتا رہا ہے بعضے فرشتے (جنکو حفظہ کہتے ہین
انسان کی حفاظت کے لئے مقرر ہین - دو فرشتے ہر ایک انسان کے ساتھہ نیکی و بدی
لکھنے کو مقرر ہین و علی ہذا القیاس - ان سب خیالات مین وہ مجوسیون اور یہودیون اور
عرب کے بت پرستون کے مقلد و متبع ہین ؛

فرشتون کے نور سے مخلوق ہونیکا خیال مسلمانون نے مجوسیون سے اخذ کیا ہے اور انکے
مجسم اور متخیر ہونے اور آسمانون مین رہنے اور پردار ہونے کا خیال عرب کے بت پرستون سے
لیا ہے اور ان خیالات پر اور حواشی و صفات مذکورہ یہودیون سے سیکھے ہین آگے اُن لوگون

خدا نے پیغمبر سے کہا کہ تو کہدے کہ جان جبرئیل ہی اللہ کے حکم سے میرے دل مین یہہ باتین ڈالتا
ہے اگر یہ کوئی کہ ان باتون کا اور فرشتون کا اور جبرئیل و میکائیل کا اور رسولون کا دشمن ہے
خدا اسکا دشمن ہے -

پس درحقیقت یہودی جسکو جبرئیل کہتے تھے اور جسکا نام حکایتاً خدا نے بیان کیا ہے وہ
ملکہ نبوت خود آنحضرت مین تھا جو وحی کا باعث تھا - اس سے اگلی آیت مین خدا تعالی نے بلا
ذکر جبرئیل کے فرمایا ہے کہ بیشک ہمنے بھیجی ہین تمہارے پاس کھلی ہوئی نشانیان - ان وجوہات
سے یہہ بات کہ جبرئیل درحقیقت کسی فرشتے کا نام ہے ثابت نہین ہوتی - ہان اس قدر تسلیم
ہو سکتا ہے کہ اسی ملکہ نبوت پر جبرئیل کا اطلاق ہوا ہے - کیا تعجب کی بات نہین ہے کہ باوجودیکہ
خدا کے پاس ان دو فرشتون کے سوا اور بھی بہت سے فرشتے ہین مگر بجز دو فرشتون کے اور
سب بے نام ہین کیونکہ کسی اور کا نام قرآن مین نہین آیا - حضرت عزرائیل بھی بڑے مشہور فرشتے ہین
جو سبکے پاس آوینگے اور کسیکو نہین چھوڑینگے اگرچہ انکا ذکر بلفظ ملک الموت قرآن مین آیا ہے
مگر ان کا نام نہین بیان ہوا ہے ان سب باتون سے صاف پایا جاتا ہے کہ فرشتون کے نام یہودیون
نے مقرر کئے ہوئے ہین جو مختلف قوا کے تعبیر کرنیکو انہون نے رکھہ لئے تھے بعینہ الفاظ جناب ہین
جو بعض فقرات متقول ہوئے جنکو انکی مطابقت بالاصل مین شک ہو وہ اصل کلام سے تفسیر ۱۴۶ ۴۶ سے ملاحظہ کرے

نے یہہ خیالات اپنی طبیعت سے بنالئے ہین اور اس بناوٹ پر انسان طبیعت و نیچر کے طرف کا مامور و مجبور ہے - نیچری و طبعی قاعدہ ہے کہ جب کوئی ایسے چیز کا ذکر سنتا ہے جسکو وہ نہین جانتا تو ضرور اسکو کچھہ نہ کچھہ بنالیتا ہے (چنانچہ اس قاعدہ کے رو سے خدا کو کچھہ کچھہ بنایا گیا جسکا ذکر بضمن حقیقت بیانی جناب متعلق ذات باری تعالی بصفحہ ۲۵۳ گذر چکا ہے - اسی قاعدہ کے موافق اُن لوگون نے ملایکہ کو بذات خود موجود اور ان صفات سے موصوف بنالیا ہے اور درحقیقت ان خیالات کے لئے کوئی اصل نہین ہے نہ یہودیون کے قدیم کُتب مقدسہ مین (جو قید بابل سے پیشتر لکھی گئی تھی) کہین انکا صاف صاف بیان ہے نہ قرآن مجید مین اُن کا ذکر ہے نہ عرب مین محاورہ و قدیم زبان مین اُنکا پتہ لگتا ہے اور نہ آن حضرت صلعم کے زمانہ مین اسکا ذکر پایا جاتا ہے - اور جو قرآن مین جبرئیل و میکائیل کا ذکر ہے یہہ یہودیون کے خیال کے مطابق ذکر ہوا ہے اور اُن کے خیال کی حکایت ہے اور جہان اور ملایکہ کا ذکر ہے وہان موجودات عالم کی قوتین مراد ہین -

یہہ **منطوق** یا مفہوم کلام جناب ہے اور اصل کلام بلاغت نظام بضمن حاشیہ نقل کیا گیا جس سے ہمارے بیان کا مطابق یا مخالف ہونا ناظرین کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے

اور حقیقت بعث بعد الموت یعنے مرنے کے بعد اُٹھنے اور جزا و سزا اعمال مین بہشت و دوزخ کے نعیم و الام پانے کی آپ نے ایسی بیان کی ہے جیسے بچون کے خیال مین ہوتے یا ڈائین کی حقیقت ہوتی ہے جو کہنے اور سمجھہ لینے کو جو کچھہ کہو سو ہی اور حقیقت خارج مین کچھہ بھی نہین -

اس حقیقت بیانی سے نکتہ سنجان دانشمند و مہذب تو یقین کر بیٹھے ہین کہ جو کچھہ بیوقوفی اسباب مین کہا ہے وہ بچون کی تخویف اور احمقون کی تخویف سے بڑھکر نہین ہے - **آپ کے نزدیک جنیون کا یہہ کہنا** کہ مرنے کے بعد اٹھکر نیک اعمال کے بدلہ بہشت مین جاوینگے اور کھیلے اور کھجورین کھاوینگے بعینہہ ایسا ہے جیسا بچون کو کہا کرتے ہین کہ تم فلانا کام کرو گے

تو تم کو سونے کا ہاتھی لیدینگے اور انکا پچھ کھنا کہ بدکار اعمال بد کی سزائے مین دوزخ مین جاوینگے اور وہان لہو پیپ تہور کہاوین گے **بعینہٖ** ایسا ہے جیسے بچون کو کہا جاتا ہے کہ اگر تم شوخی کروگے تو تم کو ہوّے یا ڈاین کے آگے ڈال دینگے ؛

یہہ سمجھکر وہ لوگ تو نبیون کو صرف احمقون کے بہلانے اور نادانون کی طفل تسلی سے دام مین لانے والے جان چکے ہین اور بنا علیہ تقلید و تقیید شریعت انبیاء سے بالکل آزاد ہو کر اس شعر پر عمل کرنے لگے ہین ؎ نہ رکھہ روزہ نہ مر ہو کہانہ جا مسجد نہ دے سجدہ ؛ وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا - **تقلید** و تقیید شریعت کے پابند ہین تو وہی لوگ ہین جو ہنوز آپ کے حقایق بیانی پر مطلع نہین ہوئے -

یہہ حقیقت بیانی جناب نعیم و الام بہشت و دوزخ کے متعلق اسی جلد کے نمبر پنجم و ششم مین صفحہ ۱۵۱ سے صفحہ ۱۷۴ تک مفصل مذکور ہو چکی ہے **اور حشر** کی حقیقت اس قدر تو آپ نے بیان کر دی ہے کہ حشر سے حشر اجسام مراد نہین اور بجواب قول امام غزالی کے کہ منکر حشر اجسام کافر و منکر ضروریات دین ہے آپ نے صاف فرما دیا ہے اعتقاد حشر اجسام ضروریات دین سے نہین ہے اور اس حشر کا منکر کافر نہین چنانچہ اعتراض اول و دوم جناب جسکے جواب مین قسم جاری ہے اور وہ نمبر ہفتم و ہشتم مین منقول ہوا اسپر شاہد ہے - اب اسمین یہہ تفصیل باقی ہے کہ جو حشر اجسام قرآن مجید مین وارد ہے اسکی تاویل کیا ہے اور اس سے کونسا وجود حسّی یا خیالی یا عقلی یا شبہی مراد ہے اس تفصیل کا وعدہ آپ نے تفسیر پر تدبر مین کیا ہے دیکھئے اس وعدہ کا ایفا فرماتے ہین تو کیا بہتر برساتے ہین ؛

یہہ اصول خمسہ ایمان مین آپنے حقیقت بیانی فرمائی ہے - اسی پر بقیہ اصول و فروع اسلام مین آپ کی حقیقت بیانی کا قیاس ہو سکتا ہے ؛

اب یہہ دیکھنا چاہئے کہ بانی اسلام کے نزدیک ان اصول خمسہ کی حقیقت کیا ہے آیا وہی حقیقت ہے جو زمانہ رسالت سے لیکر اب تک روئے زمین کے مسلمان اعتقاد رکھتے اور

بیان کرتے ہین یا وہ حقیقت ہے جو آپنے بیان کی ہے -

جہانتک کتاب اللہ اور اقوال وحالات رسول اللہ صلعم کو دیکھا جاتا ہے اُن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو حقایق ان اصول کے مسلمانون کے اعتقاد مین ہین وہی خدا و رسول کے نزدیک انہی حقایق ہین - اور جو آنرابیل صاحب کو سوجھین ہین وہ خدا و رسول کے نزدیک حقایق نہین ہین - اس نئے سمجھہ جناب کی نسبت اخبار تیرھوین صدی کے پرچہ دوم جلد ششم مین کیا خوب کہا ہے ؎ الغرض خوب ہی سوجھی اُنہین جو جو سوجھی ؎ جو خدا کو بھی سوجھی تھی سو انکو سوجھی ؎

پس ناظرین ان اصول کے حقایق کو جو خدا اور رسول و عام مسلمانون کے نزدیک مقرر ہین توجہہ سے ملاحظہ فرماوین -

بیان حقیقت اصل اول

(یعنی ایمان باللہ)

خدا کی ذات و صفات کی نسبت مسلمانون کا یہہ اعتقاد ہے کہ خدا حی قیوم و بصیر قایم و دایم جمیع صفات کمالیہ سے متصف موجود ہے اسکی کسی صفت مین کوئی چیز مانند نہین ہے جس نے خدا کو کسی صفت مین مخلوق کی مانند جانا اُسنے خدا کو نہ مانا -

ان کا قول ہے الجسم ما عبد الله + قطعا یعنی خدا کو جسم سمجھنے والے نے ہرگز خدا کو نہین پوجا اور یہہ بھی انکا قول ہے کل ما خطر ببالك فالله منزه عن ذلك یعنے جو کچھہ تیرے دل مین خدا کی ذات یا صفات کی نسبت خیال گذرے خدا اُس سے منزہ ہے ؎

+ یہہ قول اور قول مابعد امام رازی سے منقول ہے اس سے پہلا قول شیخ ابن تیمیہ سے اس قسم کے اقوال رسایل توحید و صفات مین جو لاہور چھپے ہین اور اُنکے اشتہار دیے گئے ہین بکثرت موجود ہین اور اشاعۃ السنۃ نمبر ششم جلد ہذا مین بھی بعض اقوال نقل ہو چکے ہین -

اے برتر از قیاس و خیال و گمان و وہم ۔ وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

اور یہہ بھی انکا قول ہے المثل اعشی والمعطل اعمی والممثل یعبد ضمًا والمعطل یعبد عدمًا یعنے خدا کی ذات و صفات مین کسی چیز کو مشابہ کہنے والا نیم کور ہے اور خدا کو صفات سے بیکار کرنیوالا اندھا ہے اور خدا کو کسی چیز کی مانند کہنے والا بت پرست ہے اور اسکو صفات سے معطل سمجھنے والا عدم کو پوجتا ہے ۔

اور اس اعتقاد کو خدا تعالی نے ان دو آیتون سے تصدیق کیا ہے (۱) لیس کمثلہ شیئ وھو السمیع العلیم یعنی خدا سنتا اور جانتا ہے پر اسکے مثل کوئی چیز نہین ۔ (۲) ولم یکن لہ کفوًا احد یعنی اسکا کوئی ہمتا نہین ۔

ان دو آیتون نے مسلمانون کے اعتقاد کو سچا کیا اور آپ کی اس حقیقت بیانی کو کہ خدا کو جو کچھہ کوئی سمجھے بے چون و بے مثل یا خوبصورت و دلہن یا ڈائن بدشکل وہی خدا کی حقیقت ہے صاف باطل کر دیا ۔

اور خدا کی صفت قدرت و تصرف مین جو کچھہ مسلمانون کا اعتقاد ہے کہ خدا چاہے تو پانی سے آگ کا کام لے سکتا ہے اور آگ سے پانی کا اسکو خدا تعالی نے قرآن مجید مین بہت جگہ تصدیق کیا ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ السلام کی شان مین ایسا کر کے بھی دکھا دیا اللہ تعالی فرماتا ہے کہ خدا جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور فرمایا وہ جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے اور فرمایا وہ ہر شے پر قادر ہے ۔ اور فرمایا کافرون نے کہا حضرت ابراہیم کو جلاؤ و ہمنی کہا اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا ۔ مگر ایسی ٹھنڈی نہ ہو جس سے ابراہیم تکلیف پاوین بلکہ ایسی ٹھنڈی جسمین بچہ رہین ۔ کافرون نے ابراہیم کے ہلاک کرنے کو ایک مکر کیا ہمنے انہی کو نقصان مین رکھا ۔

ان اللہ یفعل ما یشاء ۔ الح ۴ ۔
ان اللہ یحکم ما یرید ۱۲ ۔ ان اللہ علی کل شی قدیر ۲ ۔ قالوا حرقوہ وانصروا الھتکم ان کنتم فاعلین قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم وارادوا بہ کیدا فجعلنھم الاخسرین ۔ الانبیاء ۵

اور خدا پر ایمان لانے کی حقیقت مسلمانون کے اعتقاد مین یہہ ہے کہ خدا کو خدا مانے تو پھر ایسے قول و فعل کا مرتکب اور ایسے اعتقاد کا معتقد نہ ہو جو اُسکو خدا کا منکر و مکذب و مشرک قرار دے - اور اس اعتقاد پر جو کتاب اللہ کی شہادت و تصدیق پائی جاتی ہے اسکا بیان نمبر ہائے سابقہ خصوصاً مضمون نمبر ۸ مین بخوبی ہو چکا ہے -

بیان حقیقت اصل دوم

(یعنی ایمان برسول)

حقیقت وحی و رسالت کا پورا بیان تو ہماری مبحث نبوت مین ہو گا - اس مقام پر اسقدر کہا جاتا ہے کہ مسلمانون کے اعتقاد مین وحی و نبوت صرف امر طبعی نہین ہے جس کے وجود و تحقیق کے لئے صرف نبی کی طبیعت یا خیال یا دل و دماغ کافی ہو بلکہ وہ فیضان و القاء غیبی ہے جو وقتاً فوقتاً و آناً فاناً بحسب مقتضائے ضروریات و دقات توجہات و عنایات ربانیہ پر موقوف ہے -

اسمین شک نہین کہ نبی کی طبیعت یا دل و دماغ کو بھی اس وحی کی تحقیق وجود مین دخل ہے **مگر** اتنا ہی دخل جس قدر کسی چیز کے قابل مادہ کو اسکی تحقق مین دخل ہوتا ہے بیشک خدا نے نبی کے دل یا سینہ یا طبیعت کو لایق اور قابل انعکاس تجلیات ربانیہ کیا ہے اور اسمین مادہ یا ملکہ قبولیت وحی و انعکاس انوار الٰہی رکھا ہے چنانچہ یہہ ارشاد خداوندی کہ

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ - انعام ع ۱۵	اللہ خوب جانتا ہے جو اس وحی و رسالت کا سزاوار محل و موقع ہے اس قابلیت کی طرف مشعر ہے **مگر** یہہ عام قاعدہ ہے کہ قابل اور محل اپنے آپ فاعل کا کام کبھی نہین دیتا بلکہ جب فاعل کیطرف سے کسی امر کا اسپر فیضان ہو تو اسکو قبول کر لینا ہی اسکا کام ہے -

تمثیل

دیکھو دیا سلائی یا تیل مین جلنے کا مادہ ہے مگر جبتک اسکو خارج سے حرکت نہ پہونچے اور اُسکو آگ نہ لگے ان سے خود بخود جل اُٹھنا سرزد نہین ہوتا۔

(۲) مصقل (یعنی صیقل شدہ) آئینہ مین شعاع آفتاب کو دوسری چیز مقابل پر منعکس کر دینے کا مادہ ہے مگر جبتک آفتاب اپنی روشنی سے آئینہ پر فیضان نکرے آئینہ خود بخود روشنی کا فیضان کسی چیز پر نہین کر سکتا ہے۔ اس قاعدہ کے رو سے نبی کا دل یا سینہ جو قابل ہے خود بخود القا فیضان نہین کر سکتا یہہ القا و فیضان اسی مبدء فیاض کا کام ہے۔ جس نے نبی کے دل و دماغ کو قابل انعکاس پیدا کیا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا نور سینۂ اصفیا کو روغن زیتون سے تشبیہ دینا اور اسکی نسبت یہہ کہنا کہ خود بخود جلنے کے قریب ہے

یکاد زیتہا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار۔ نور ع ۵

یعنے جل نہین اُٹھتا اس امر کی طرف مشعر ہے۔ پس جو فیض وحی القا کو اس دل کا فعل سمجھتا ہے وہ معنے ولوازم فاعل و قابل مین تمیز نہین کرتا اور اُن علوم قدیمہ سے جنمین علل اربعہ مادی۔ صوری۔ فاعلی۔ غائی سے بحث ہوتی ہے واقفیت نہین رکھتا۔

پھر جو فیض و القا اس مبدء فیاض کا نبی کے دل پر دو قسم پر ہے یا بواسطہ اور بلا واسطہ (۱) قسم اول وہ ہے جو جبرئیل امین اپنی اصلی صورت مین جسپر خدا نے اُنکو مخلوق و مشخص کیا ہے چنانچہ اسکا بیان عنقریب آتا ہے یا بصورت انسان (۲) آنحضرت کے پاس پہنچتے اور ایک کلام موزون و مراتب (جسکو وحی متلو کہتے ہین) خدا کیطرف سے لاتے اور آنحضرت کو پڑہ سُناتے اور کبھی بدون متمثل صورت انسان ایک آواز غیر الادراک جس سے آنحضرت بہت تکلیف اُٹھاتے اور پسینہ پسینہ ہو جاتے ان سب صورتون مین جبرئیل امین کبھی ایسی وحی بھی لاتے جسکے الفاظ خدا کی طرف نہ ہوتے بلکہ جبرئیل ارشاد خدا کی مراد کو اپنے الفاظ سے بیان فرماتے جسکو اہل اسلام وحی غیر متلو سمجھتے ہین۔ اور قسم دوم وہ جو بدون توسط جبرئیل امین خود القا کے آنحضرت کے دل پر خواب یا بیداری مین القا فرماتا ہے قسم القا انبیا علیہم السلام سے مخصوص نہین بلکہ سوا انبیا کے اوراصفیا و اولیا کے دلپر بھی ہوتا ہے جسکو الہام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فقط

† اقسام وحی بہت ہین۔ مگر اول اقسام یہی دو ہین۔ اور انہی اقسام کے اقسام ہین۔

نمبر دہم — جلد سیوم

اِس الہام اور الہام انبیاء میں فرق یہ ہے کہ الہام انبیاء میں تلبیس ابلیس کا احتمال نہیں ہوتا اور مع ذلک اِس الہام کے ساتھ دعوی نبوت ہوتا ہے اور الہام اولیا محتمل تلبیس† ہوتا ہے اور اسمیں دعوی نبوت کا نہ ہونا ضروری ہے۔

قسم اول کے ثبوت سے کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ پُر ہے جو آیات آنحضرت کے رسول ہونے میں وارد ہیں اسیقدر آیات و احادیث جبرئیل ہر کے کلام اور قرآن و پیغام الٰہی پہنچانے میں وارد ہیں جس شخص کو قلت تدبر و قلت انصاف کی بیماری نہ ہو وہ ان کے ملاحظہ سے جبرئیل کا بوجود ذاتی موجود ہونا اور آنحضرت کا اس فرشتہ کے کلمات و پیغامات کا پہنچانا بخوبی سمجھ لیتا ہے

---

† دیکھو اشاعۃ السنۃ نمبر ۲ جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۔

‡ چنانچہ آیات سورۃ النجم اور اسکے متعلق احادیث جو اس باب میں ہم نے بیان کی ہیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ

علمہ شدید القوی ذو مرۃ فاستوی وھو بالافق الاعلی ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی ما کذب الفؤاد ما رای افتمارونہ علی ما یری ولقد رآہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتھی عندھا جنۃ المأوی الخ نجم ۱۶۔

سورۃ نجم میں ارشاد ہوا ہے کہ یہ قرآن جو ہم اللہ صاحب کی طرف سے کہتے ہیں سکھایا ہے جو بڑے سخت قوت والے ہیں وہ جو کہ سامنے کھڑا ہوا جبکہ وہ بلند کنارہ میں تھا پھر قریب ہوا پھر نزدیک ہوا یہاں تک کہ دو کمان برابر رہ گیا یا اس سے بھی نزدیک پس پہنچا اپنے بندہ پر جبرئیل کی طرف وحی کی جو وحی جبرئیل نے کی پیغمبر کے دل نے جھوٹ نہیں بتایا جو اس نے دیکھا کیا تم اس پر جھگڑتے ہو اس سے تو اس نے آنحضرت کو جبرئیل کو دیکھتے ہوئے کئی دفعہ دیکھا ہے سدرۃ المنتہی کے پاس جہاں رہتے ہیں جبرئیل کو دیکھا ہے جہاں سدرۃ المنتہی کے پاس جنت الماوی ہے اور اوراح صالحین رہنے کی جگہ ہے۔

ورسالت سے خصم منکر کو بھی انکار نہیں ہے آگے آپکا اسکی حقیقت سے انکار اور اسمین تاویل کرنا اور یہ کہنا کہ جبرئیل ع سے آنحضرت کی قوت وملکہ وطبیعت مراد ہے اور جبرئیل ع کی صورت وآواز کی نسبت یہ کہنا کہ یہ آنحضرت کا خیال ہے جو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) دیوانون کیطرح اپنے خیال کو مشکل دیکھا اور کلام کرتے تھے باوجود اس اعتراف خصم کے جو بعض (۴۷۱) بعض حاشیہ منقول ہوا ہے کہ انسان سے برتر مخلوق سے انکار کرنیکی کوئی وجہ نہین ہے شاید کہ ہو جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وجود جبرئیل امین جیسے مسلمان خیال کرتے ہین عقلاً محال نہین ہے اسکا جواب کچھ تو بعض ثبوت قسم دوم آویگا اور کچھ بعض بیان حقیقت اصل چہارم یعنی بیان حقیقت الملکہ استمقام مین اتنا کہا جاتا ہے کہ یہ کہنا آپکا ایسا ہے جیسے کوئی آپکی نسبت کہدے کہ یہ جو اڈیٹر مین سفید ریش جاکٹ پتلون پہنے ہوئے سر پر ہیٹ دار ٹوپی رکھی ہوئی مدرسہ علیگڈھ کے ایک کمرہ مین ابطال خوارق انبیا کے باب مین لکھ رہا ہے وہ آنریبل سید احمد خان صاحب بہادر بالقابہ نہین ہین جو مدرسہ علیگڈھ کے بانی ہین بلکہ یہ صرف دیکھنے والے کا خیال ہے جو اسکے سامنے متشکل ہوگیا ہے اسی طرح اوب گستاخ کا آپکی نسبت یہ کہنا ایسا ہے جیسے آپ حضرت جبرئیل روح امین روح القدس کی نسبت فرما رہے ہین۔ ہماری اس تقریر پر چند سوال ہوا ہیں جنکے ہمین جوابات وار د کئے جاتے ہین۔ سوال۔ سید احمد خانصاحب بالقابہ کا دعوے

انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین وما صاحبکم بمجنون ولقد راٰہ بالافق المبین (کوت)	اور سورۃ کوت مین ارشاد ہوا ہے یہ قرآن رسول کریم (جبرئیل) کا کہا (یعنی خدا کیطرف سے بیان کیا ہوا) ہے جو قوت والا ہے خدا کے پاس رتبہ والا ہے (فرشتون مین اسکا حکم مانا گیا ہے) تمہارا صاحب (رسول اللہ) ہرگز دیوانہ نہین (کہ دیوانون کی طرح اسکو یون ہی خیال دکھائی دی) اسکو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی ظاہر کنارہ مین دیکھا ہے
وانہ لتنزیل رب العلمین نزل بہ الروح الامین علی قلبک (شعرا ۱۱۶)	اور سورہ شعرا مین فرمایا ہے یہ قرآن خدا کیطرف سے اتارا گیا ہے جسکو روح امین (جبرئیل) نے
فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ بقرہ ۱۲	تیرے دل پر اتارا ہے۔ اور سورہ بقر مین ارشاد فرمایا ہے کہ جبرئیل نے تیرے دل پر خدا کے حکم سے قرآن اتارا ہے۔

تو مشاہدہ سے ثابت ہوا اسلئے آپکے وجود باجود مرئی و مشاہد کو خیالی و جود پر حمل کرنا جایز نہین ہے بخلاف وجود جبرئیل ع کہ وہ مشاہدہ سے ثابت نہین ہے **جواب** جبرئیل امین کا وجود بھی مشاہدہ سے ثابت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے مشاہدہ مین آیا ہے اور ایک نبی کا مشاہدہ لاکھہا عامی سے بڑھکر لایق تصدیق واعتبار ہے۔ **سوال** وہ مشاہدہ انبیاء مشاہدہ خیالی تہا واقعی ہوتا تو کسی اور کو بھی یہہ مشاہدہ ہوتا اور چونکہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے کسی اور نے جبرئیل ع کو نہین دیکہا اسلیے مشاہدہ انبیاء کی نسبت یہہ یقین کیا گیا ہے کہ یہہ صرف انکا خیال تہا بخلاف وجود باجود سید احمد کے کہ وہ ہر کسیکو نظر آتا ہے اسلیے اسمین مجال تاویل تخییل نہین ہے **جواب** جیسے انبیاء علیہم السلام نے جبرئیل کو دیکہا ہے ایسا ہی اور لوگون نے جبرئیل وغیرہ ملایکہ کو دیکہا ہے اسکا بیان احادیث صحیحہ † مین اس کثرت سے ہے کہ ہمارا رسالہ اور قلم و زبان اسکے بیان سے عاجز ہین۔

رہا یہہ امر کہ وجود جبرئیل امین وجود سید احمدی کی طرح ہر کسیکو نظر نہین آتا۔ اسکی وجہہ یہہ ہے کہ دنیا مین بہت سے موجودات خارجیہ ہین جنکو سوائے چند اشخاص کے کوئی نہین دیکہتا بالبداہہ انکے وجود کو واقعی ہونیسے خارج کرکے خیالی نہین کہا جاتا۔ دیکہو آسمان پر بعض ستارے ایسے ہین جو پہلے زمانہ کے حکماء تک کسی نے نہین دیکہے پیچہلے زمانہ مین حکماء فرنگ نے مشاہدہ کیے ہین۔ اور بہت ستارے ایسے ہین جو ہر کسیکو نظر نہین آتے صرف وہی لوگ دیکہتے ہین جو دوربین لگاکر دیکہنا جانتے ہین

† مشکوۃ کے ابتدا مین بروایت بخاری و مسلم حدیث منقول ہے کہ جبرئیل بصورت انسان آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور آنحضرت کے زانو سے زانو ملاکر بیٹہہ گئے اور دربارہ ایمان و اسلام و احسان و قیامت چند سوالات کیے۔ جب وہ تشریف لیگئے تو آنحضرت نے صحابہ کو ارشاد کیا کہ اس سایل سے پوچہنے والیکو واپس بلاؤ۔ جب صحابہ نے انکو دیکہا تو نہ پایا تب آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہہ جبرئیل تہا تمکو دین سکہانے آیا تہا یہہ بخاری کے الفاظ ہین صحیح بخاری مین بصفحہ ۱۲ جو چھپی ہوئی ہے اور صحیح بخاری کے صفحہ ۱۱۳ مین حدیث ہے کہ ایکدفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ام سلمہ حاضر تہین اتنے مین جبرئیل بصورت دحیہ کلبی آئے اور باتین کرکے رخصت ہوئے تو آنحضرت نے ام سلمہ سے پوچہا کہ یہہ کون تہا انہون نے کہا کہ دحیہ بتایا یہانتک کہ آنحضرت نے خطبہ مین جبرئیل کا ہونا ظاہر کیا ۱۲

ایسے عناصر اربعہ آب باد آتش خاک اور انسے مرکب ہوتے ہیں وہ انسان کے جسم میں بہت ایسی چیزیں ہیں جو سوائے خود بین والے ڈاکٹروں کے کسی کو نظر نہیں آتی ہیں۔ **سوال** (۳) وفعہ (۱) جنہوں نے سوا انبیاء کے جبرئیل وغیرہ ملائکہ کو دیکھا ہے اپنے خیال کو دیکھا ہے خارج اور واقعہ میں ملائکہ کا وجود نہیں ہے۔ وفعہ (۲) اور اگر وجود ملائکہ ان ستاروں اور مخفی چیزوں کی مانند ہے جو آلات (دوربین یا خوردبین) سے نظر آتے ہیں تو چاہیے کہ ملائکہ بھی آلات سے ہر کسی کو نظر آجاویں جس آلہ سے انبیاء نے انکو دیکھا ہے اُسی سے ہر کوئی دیکھ لے **جواب** وفعہ (۱) اگر بلا دلیل وبیوجہ لوگوں کی رویت ومشاہدہ کو ہی خیال پر محمول کرنا جائز ہے اور دہریہ اور دہریہ کی یا ہٹ دھرمی شریعت نیچریہ کے رد سے منع نہیں ہے تو پھر وجود سیدا حمدی بھی کہہ سکتا ہے کہ جس کسینے سیداحمد خان صاحب بہادر کو بزعم خود دیکھا ہے اُس نے اپنے ہی خیال کو دیکھا ہے اور واقعہ میں سیداحمد خان کوئی ہوا ہی نہیں ہے **جواب** وفعہ (۲) بیشک جن آلات (دوربین یا خوردبین) سے ملائکہ کو دیکھا جاتا ہے وہ آلات لوگوں کو میسر آویں اور انکی بصیرت چشم ہی قایم ہو تو ہر کسی کو ملائکہ دکھائی دیں۔ اکثر لوگوں کو جو ملائکہ نظر نہیں آتے تو انکی نظر میں قصور ہے اور اُن کو وہ آلات میسر نہیں ہیں۔ **سوال** (۴) دوربین وخوردبین آلات مشاہدہ اشیائے مذکورہ تو مشاہدہ میں آتے ہیں اور یوروپین لوگ ہیں سو اس قسم کے آلات مشاہدہ جبرئیل وسایر ملائکہ کہاں ہیں اور وہ کہاں چلے جاتے ہیں کہ انکو کوئی خریدے اور انکے ہوتے اگر ملائکہ کو دیکھ لے **جواب** وہ آلات جسمانی نہیں ہیں کہ اس آنکھ کی جسمانی قوت سے دکھائی دیں بلکہ روحانی ہیں جو اس آنکھ میں روحانی طاقت بڑھا جانیسے دکھائی دیتے ہیں۔

وہ اوصاف جلیل وغیرہ جسمانیات سے نہیں ہیں بلکہ کلام اخلاق وپاکیزہ خیالات واتفاقات سے تیار ہوتے ہیں۔ انکے کارخانے کہیں نہیں ہیں بلکہ روحانی اطبّا علیہم السلام ہیں پس جو ان آلات کا طالب ہے اور مشاہدہ ملائکہ کا شایق وہ انبیاء علیہم السلام کی شاگردی اختیار کرے اور جس طرح وہ فرماویں نفس کو اخلاق بہیمیہ سے پاک کرے اور اپنے آپ میں ملکی صفات پیدا کرے

اوران صفات مین ملایکہ کا ہمجنس ہوجاوے پہرانہی ظاہر آنکھون پر وہ دور مین لگی ہوئی دیکھنے لے - اوراسکے ذریعہ سے اپنے ہمجنسون (ملایکہ) کو مشاہدہ کرلے اور جسکو یہہ بات میسر نہ آوے وہ اپنے تئین شپر کے مانند سمجھے جو آفتاب کو نہین دیکھتی یا اُن عوام کی مثل خیال کرے جو ستارون اوراُن مخفی اشیا کا معائنہ نہین کرتے - آزاد ایل صاحب بہادر کی طرح اس ندیکھنے کا گناہ ملایکہ کے ذمہ نہ لگاوے ؎ گربہ نبیند بروز شپرچشم ✽ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ - تھوڑے دن گذرے ہین کہ ایک بے سمجھ نے اشتہار دیا تہا کہ جوکوئی مجھے وجوجن دکہاوے وہ مجھسے کئی سو روپیہ انعام لے - اسکا بھی یہی جواب ہے کہ پہلے آپ کسی روحانی طبیب سے آنکھین بنوائین پہر جن یا ملایکہ یا جس چیز کو چاہین دیکہ لین - ان لوگون کا یہہ کہنا کہ ملایکہ مین تو ہمکو دکہاؤ یا جن کا معائنہ کرادو بعینہٖ ایسا ہے جیسا اندہا کہے کہ مجھے سورج دکہادو یا نامرد کہے کہ مجھے لذت جماع چکہادو یا عام لوگ کہین کہ ہمکو ان آنکھون سے سبھی ستارے بتادو - الحاصل جبرئیل یا اور ملایکہ کا دیکہنا ان آنکھون مین روحانی قوت چاہتا ہے صرف ظاہری قوت جو عام لوگون کو حاصل ہے مشاہدہ ملایکہ یا الوہیت ملکوتیہ کے لئے کافی نہین ہے - پس جو اس مشاہدہ کا شایق ہو اسکو بحکم ؎ قدر این بادہ ندانی بخدا تا نچشی ✽ اس قوت کا بھی پہنچانا لازم ہے یہہ نہو سکے تو اُن لوگون کی جنمین یہہ قوت ہے اطاعت و تسلیم اس سے اس کا انکار کسیو بہہ سے مناسب نہیں ہے - امام صاحب نے قبر کے سانپ اور بچھون کی نسبت احیاء العلوم مین فرمایا ہے -

امثال هذه الاخبار لها ظواهر صحيحة واسرار خفية لكنها عند ارباب البصائر واضحة فمن لم ينكشف له حقائقها فلا ينبغي ان ينكر ظواهرها بل اقل درجاتك ايها التسليم والتصديق فان غلبت بخس نشاهد الكافر في قبره ونزاقبه

ان چیزون کے ظاہری معنے صحیح ہین اور ان کے اسرار خفی ہین یہہ وہ اہل بصیرت کے نزدیک واضح ہین پس جس کو ابہی حقایق منکشف نہوئے ہون اسکو لازم نہین ہے کہ ظاہر ہی کا انکار کرے بلکہ ادنی درجہ تمہارا یہہ ہے کہ تسلیم و تصدیق کرو اگر تو کہے کہ ہم کافر کو قبر مین سانپ بچھو نہین دیکہتے ہین پہر کیونکر یقین کرین کہ کوئی سانپ بچھو نہین پاتے - پس اسکو برخلاف

واذا شاهد شيئاً من ذلك فما وجه التصديق على خلاف المشاهدة فاعلم ان لك ثلاث مقامات في التصديق بامثال هذا احدها وهو الاظهر والاصح والاسلم ان تصدق بانها موجودة وهي تلمع للبعض لكن لا عن مشاهدة ذلك فان هذه العين لا تصلح لمشاهدة الامور الملكوتية وكل ما يتعلق بالآخرة فهو من عالم الملكوت الخ (احیاء)

مشاہدہ مان لینے کی کیا وجہ ہے تو اسکے جواب مین جان لے کہ ان باتون کے تسلیم کرنیکے تین مقام ہین - ایک جو بہت ظاہر وصحیح وسالم تر ہے یہ ہے کہ تو یقین کرے کہ وہان سانپ بچھو ہین جو بیت کو ڈس رہے ہین پر تجھے نظر نہین آتے اسلیے کہ یہ آنکھ (یعنے ہمین قوۃ) مشاہدہ امور ملکوتیہ کے لایق نہین اور جو امر آخرت کے متعلق ہے وہ عالم ملکوت سے ہے تا آخر عبارت جو کہ لایق ہے

افسوس آنریبل صاحب نے ان باتون مین غور نہین کی - اور باوجود اس اعتراف کے کہ وجود جبرئیل وملایکہ کسی دلیل کے شہادت سے محال نہین - وجود جبرئیل علیہ السلام اور انکی اصلی صورت سے آنے اور کلام خدا پہنچانیکے بوجود خیالی تاویل کردی ہے -

زیادہ تر افسوس اسلیے ہے کہ جن باتون سے آپ ایسا انکاری ہوکر تاویل کر رہے ہین انکو پہلے مان چکے ہین اور اپنی پرانی کتاب **تبیین الکلام** مین ہمارے بیان کے مطابق انکی تفصیل کر چکے ہین اسمقام پر جہان اصل کلام جناب نقل کرتے ہین اور ناظرین خصوصاً آنریبل صاحب کے مقابلہ کو عبرت دلاتے ہین - آپ اس کتاب کی جلد اول صفحہ ۷ مین فرماتے ہین "وحی وہ چیز ہے جس سے خدا کی مرضی نامعلوم باتون مین معلوم ہوجاوے اور یہ بات کئی طرح پر ہوتی ہے **اول** یہ کہ خدا سے اسکا پیغام سنا جاوے - **دوسری** یہ کہ فرشتہ خدا اپنی صورت مین آوے اور خدا کا پیغام پہنچاوے **تیسری** یہ کہ فرشتہ خدا آدمی کی صورت بنکر آوے - اور خدا کا پیغام پہنچاوے **چوتھی** یہ کہ صرف ذریعہ آواز کے بغیر کسیکی مشاہدہ کے پیغام الہی پہنچے **پانچوین** یہ کہ خدا کی طرف سے دلمین خدا کا پیغام ڈالا جاوے **چھٹی** یہ کہ خواب مین یا اور طرح پر بذریعہ کشف کے پیغام الہی معلوم ہو - ہم مسلمانون کے مذہب کے بموجب

مطلق وحی کا انا صرف انبیاء پر ہی منحصر نہین ہے بلکہ انبیا کے سوا، مقدس لوگون پر بھی وحی آتی ہے مگر واسطے اس امر کے کہ انبیا علیہم السلام اور اور مقدس لوگون کی وحی مین شبہ نہ پڑے جدا جدا نام رکھے ہین وحی کی پہلی چار قسمون کو جو انبیاء کے سوا، اور لوگون پر اترے تحدیث کہتے ہین - اور پانچوین قسم کو الہام - اور چھٹی قسم کو مشاہدات یا مکاشفات "

(پھر الہام و مکاشفات غیر انبیاء کا قرآن و حدیث سے ثبوت دیا ہے اسکے بعد صاحب مین فرمایا ہے)

مگر ہم مسلمان ان دونون قسم کی وحیون مین یعنی جو نبی پر ہوے اور جو غیر نبی پر آوے تمیز رکھنے کو یہہ اعتقاد رکھتے ہین کہ جو وحی انبیاء کو ہوتی ہے اسمین کوئی غلطی نہین ہوتی نہ اصل وحی مین نہ تعبیر معنے وحی مین اور جو وحی انبیاء کے سوا اور مقدس لوگون کو ہوتی ہے اسمین سمجھہ کی غلطی کا احتمال ہے خواہ باعتبار وحی سمجھنے اُس واقعہ کے جو ہوا خواہ باعتبار تعبیر و تفہیم معنے وحی کے - علاوہ اسکے ایسی وحی جس سے شریعت کا کوئی نیا حکم پیدا ہو وہ نبی کے سوا اور کسی کو نہین ہوتی (پھر اسکے سابقین پر وحی کا بالمعنے نازل ہونا بیان کیا ہے - پھر بصفحہ ۱۳ - بہ نسبت وحی آنحضرت کے فرمایا ہے)

مگر ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی اسمین بالذات ایک اور معجزہ فصاحت کا بھی مقصود تھا اسلئے ضرور ہوا کہ وہ وحی بلفظہ نازل ہو تاکہ اُسکی بھی فصاحت انسان سے نہ بن سکے چنانچہ قرآن مجید اسی طرح بلفظہ نازل ہوا اور وہی لفظ بلفظ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون کو پڑھ سنایا - اس سبب سے ہم مسلمانون نے اپنی اصطلاح مین قرآن مجید کو ایک خاص معنون مین سمجھا ہے یعنی وہ وحی جس کے لفظ خدا سے ہی ہون - اور ایسی وحی کو ہم کہتے ہین وحی متلو یا کلام الٰہی اور اُس وحی کو جو بطور مضمون القا ہوئی تھی کہتے وحی غیر متلو یا حدیث مگر بسبب خاص وجہ کے یہہ ایک خاص اصطلاح قرار پائی ہے نعوذ باللہ اس سے یہہ مطلب نہین ہے کہ انبیا سابقین علیہم السلام پر جو القا ہوا اور جو احکام اور ہدایت دین کی اُنہون نے فرمائی یا سوائے قرآن مجید کے اور کچھہ دین کے معاملہ مین ہمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کلام الٰہی نہین ہے"۔

اِس عبارت جناب کو ناظرین اور آنریبل صاحب کے مقلدین انصاف سے دیکھین کہ کیسی ہمارے بیان کی مصدق ہے اور آنریبل صاف کی طرف بنظر عبرت نظر کرین کہ وہ پہلے کیا تھے اور اب کیا ہو گئے ہین ۔

اِسکا سبب و منشا یہہ ہے کہ آپ باوجود دعوی اجتہاد و ترک تقلید ہمیشہ سے مقلد رہے ہین اور جو کچھہ کہتے ہین اپنے فہم و عقل کو اسمین دخل نہین دیتے ۔ بناءً علیہ جو آپنے تبیین الکلام میں کہا ہے وہ تمام تر اہل اسلام کہا ہے اور جواب تفسیر پر تذویر مین فرمایا ہے اسمین تو سید صاحب کو اتہام لگایا ہے جو باتین آپ نے جبرائیل اور اسکی صورت اور آواز اور کلام الہی کے باب مین [illegible] سب خدا اسد کی باتین ہین ۔ دیکھو کتاب اشارات بوعلی سینا جسکا حاصل [illegible] اسد کے ہمراہ ہین بصفحہ ۴ مستقل ہوا ہے اور رسالہ فرقان شیخ الاسلام [illegible] اسکی عبارت اشاعۃ جلد ۳ نمبر ۴ مین منقول ہے ۔

[illegible] وہ ان باتون مین آنریبل صاحب کو مجدد و محقق سمجھتے ہین اور کہتے ہین [illegible] سید احمد خان صاحب کیسی باریک باتین اپنی طبیعت اور تحقیق سے نکالتے ہین ۔

پھر تیسرا قسم وہم چنداں محتاج بیان نہین ہے اس قسم کا وجود اہل اسلام کے نزدیک خود مسلم ہے چنانچہ اشاعۃ نمبر ۵ و ۶ جلد ۲ مین اسکی تفصیل موجود ہے اور آنریبل صاحب کو بھی اسکے وجود سے [illegible] چنانچہ اسی عبارت منقولہ بالا مین وہ اعتراف مصرح ہے **مگر** اس قسم کی [illegible] کو اہل اسلام سے نزاع ہے ۔ آپ اسکو امر طبعی و داخلی کہتے ہین اور اہل اسلام [illegible] ہین ہو سکتا اعتبار کرتے ہین ۔ اِس **نزاع** مین جو **عقلی فیصلہ** [illegible] شروع بیان تفسیر حق مین ہو چکا ہے ۔ اور اسمین آنریبل صاحب کا منشا غلطی کہ انہون [illegible] اصل رفع عمل مین تمیز و تفرقہ نہین کیا جاتا ۔ اب اِس مین **شرعی فیصلہ** کیا جاتا ہے اور [illegible] قرآن آنریبل صاحب کے خیال کا ابطال علی [illegible] ہے ۔

قرآن مین جہانتک غور کیجاتی ہے اس سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ وحی و الہام (قسم دوم ہو خواہ اول) غیبی و خارجی امر ہے جسکا منبع خارج سے نبی اور ولی کے دل پر القا ہوتا ہے طبعی و داخلی نہین جسکا صرف طبیعت ہی صدور اور اسکی مصدر و منبع (یعنے طبیعت کا کمال حضور ہوتا ہے —

اِس پر بہت سے آیات قرآن شاہد ہین - آنا بجملہ چند آیات سے اسمقام مین استدلال کیا جاتا ہے جو تین مقدمات (جنمین دو بدیہی ہین ایک یقینی نظری) کی تمہید پر موقوف ہے —

پہلا مقدمہ طبعی امور طبیعت سے عاوۃً جدا نہین ہوتی جبتک کہ انکے مقابلہ مین کوئی قاسر (مقتضائے طبع کے برخلاف چلانیوالا) یا عایق (مقتضائے طبعی سے روکنے والا) پیدا نہ ہو ان امور کی تحقیق کے لئے صرف اقتضائے طبع اور ارادہ کافی ہوتا ہے —

تمثیل مچھلی کے لئے تیرنا امر طبعی ہے - تو جبتک مچھلی کو کوئی علت داخلی یا آفت خارجی تیرنے سے نہ روکے یہ تیرنا جب وہ چاہے اس سے جدا نہین ہوتا —

پس جو امر کسی سے باوجود ارتفاع قاسر و عایق و تحقق ارادہ کے نہ ہو سکے وہ امر اسکا طبعی نہین ہے یہ مقدمہ ایسا بدیہی ہے کہ اسکی صحت و ثبوت مین کسی عاقل کو کلام نہین ہے —

دوسرا مقدمہ طبعی امور کا حصول کسی و اختیاری نہین ہوتا - یعنی جو کسی کا طبعی امر ہوتا ہے وہ اسکو دوسرے سے نہین سیکھتا اور اسکے سیکھنے مین مشقت و تکلیف نہین اُٹھاتا —

تمثیل مچھلی کے لئے تیرنا پرند جانورون کے لئے اُڑنا چوپایہ دوپایہ دوانکے لئے پاؤن پر چلنا سانپ کے لئے پیٹ پر اسی طرح کیچوا کا رینگنا مارنا امور طبعی ہین تو وہ انمین سیکھنے سکھانے کے محتاج نہین ہین —

پس جو امر کوئی سیکھنے سکھانے سے حاصل کرے اور اُس کے سیکھنے مین از حد مشقت و رنج اُٹھاوے وہ اسکا طبعی امر نہین ہے یہ مقدمہ بھی بدیہی ہے جسمین نزاع کا اندیشہ نہین ہے —

† اسی فرق کے ساتھ جسکا بیان ہماری اور مخاطب کی کلام مین گزرا ہے —

تیسرا مقدمہ طبعی امر کو غیبی نہیں کہا جاسکتا - یہہ مقدمہ نظری ہے مگر چونکہ اسپر دلیل قطعی قایم ہے اِسلئے یہہ مقدمہ یقینی ہے **وہ دلیل** یہہ ہے کہ طبعیت عین ذات ہے یا اسکی ایکحالت وصفت اور ذات اپنے آپ سے غایب نہین اور نہ صفات ذات سے غایب ہین اسی نظر سے اپنی ذات وصفات کے علم کو حضوری† کہا جاتا ہے -

لہذا جو امر طبعی ہو یعنی طبعیت سے سرزد ہوا سکو غیبی یعنی غیب سے سرزد نہین کہا جاسکتا -

تمثیل پہلی کا تیرنا انسان کا بولن لوہے کا پانی مین ڈوب جانا پرند کا ہوا مین اُڑنا طبعی امور ہین تو انکو یہہ نہین کہا جاسکتا کہ یہہ امور غیبی ہین ؛

پس جو امر کسی سے غائب ہوگا یا غیب سے حاصل ہوگا وہ اسکا طبعی امر نہوگا ؛

جب یہہ مقدمات مہد ہو چکے تو اب اصل استدلال کیطرف رجوع کیا جاتا ہے - پس واضح ہو کہ قرآن کی بہت سے آیات سے بلحاظ انکے موقع ومحل صاف ثابت ہوتا ہے کہ بعض امور کی نسبت آنحضرت کو کئی دن تک وحی والہام نہ ہوتا باوجودیکہ آنحضرت کی طبعیت کا شوق وميلان بدرجہ کمال پایا جاتا اور شدت سے انتظار رہتا - اور بعض امور مین عمر بھر الہام نہین ہوا - اور آنحضرت نے اِس سے صاف انکار ظاہر فرمایا ہے اور دونون صورتون مین قاسر وعایق طبعی کا وجود ثابت نہین ہوا بلکہ بمقابلہ اسکے ارادہ وتقاضا طبع پایا گیا ہے - اِس انقطاع وانعدام الہام سے بشہادت مقدمہ اولی صاف ثابت ہوتا ہے کہ الہام امر طبعی وداخلی نہین ہے غیبی وخارجی ہے جسکا حصول غیب وخارج سے ہوتا ہے اگر وہ داخلی وطبعی ہوتا تو باوجود سلامتی وميلان طبعیت ووقوع ارادہ کبھی اسکا انقطاع نہوتا - اِس قسم کی آیتین بہت ہین از انجملہ چند آیات ذکر کیجاتی ہین -

(۱) سورہ بقرہ مین ارشاد ہوا ہے تیرا آسمان کیطرف مونہہ پھیرنا ہم دیکھ رہے ہین پھر ہم تجھ کو ہر اُس پھیر دینگے جدہر تیرا دل چاہتا ہے پس (اب) مونہہ کو کعبہ کیطرف پھیر لے -

قد نری تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها فول وجهك شطر المسجد الحرام - (بقرہ ع ۱۷)

بخاری ومسلم وترمذی نے روایت کی ہے -

† دیکھو رسالہ وظیفہ اور اسپر حواشی زاہدیہ -

عن البراء بن عازب لما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة صلى نحو البيت المقدس ستة أو سبعة عشر شهرا وكان يحب ان يوجه الى الكعبة فانزل الله قد نرى تقلب وجهك فوجه نحو الكعبة وكان يحب ذلك الحديث (جامع ترمذی وغیرہ)

وعنه وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى الى بيت المقدس اكثر تقليب وجهه في السماء وعلم الله من قلب نبيه انه يهوى الكعبة فصعد جبرئيل فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يتبعه ببصره وهو يصعد بين السماء والارض ينظر ما يأتيه به فانزل الله هذه الآية - (سنن ابن ماجہ ص ۶۱)

تقلب وجهك في السماء متطلعا الى الوحي ومتشوقا للامر باستقبال الكعبة (جلالین وغیرہ)

کہ آنحضرت صلعم مدینہ پہنچے تو سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کیطرف نماز پڑہتے رہے مگر دل سے یہی چاہتے کہ کعبہ کیطرف پہرائے جاوین - ابن ماجہ کی روایت مین آیا ہے کہ آنحضرت بیت المقدس کی طرف نماز پڑہتے تو آسمان کی طرف بہت دیکہتے - اور خدا تعالی نے آنحضرت کے دل ہی سے جان لیا کہ یہہ کعبہ کو چاہتے ہین - جب جبرئیل آسمان کیطرف گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی طرف دیکہتے رہے اور حکم کے منتظر رہے - اس پر یہہ آیت نازل ہوئی -

انہین روایات کی بنا پر تفسیرون مین آسمان کیطرف نظر کرنیکا یہہ سبب بتایا ہے کہ آسمان کیطرف دیکہنا بشوق نزول وحی تہا -

(۴) سورہ کہف مین ارشاد ہے کسی چیز کی نسبت تو یہہ نہ کہہ کہ مین اسکو کل کردون گا بجز اسکے کہ انشاء اللہ بہی کہے اگر یہہ کہنا بہول جاوے تو جب یاد آوے تب کہہ دے - اس آیت کی تفسیر مین مفسرین بیان کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے اصحاب کہف کا حال وغیرہ مسایل پوچہے

ولا تقولن لشيء اني فاعل ذلك غدا الا ان يشاء الله واذكر ربك اذا نسيت - (پ ۱۵ رکوع ۱)

سأله اهل مكة عن خبر اصحاب الكهف فقال اخبركم غدا ولم يقل ان شاء الله فنزل - (جلالین)

قال المفسرون ان القوم سالوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المسائل الثلثۃ قال علیہ السلام اجیبکم عنہا غدا ولم یقل ان شاء اللہ فاحتبس الوحی خمسۃ عشر یوما وفی روایۃ اربعین یوما ثم نزلت ھذہ الایۃ (تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۳۰۰)

تو آنحضرت نے جواب میں فرمایا کہ کل بتاؤنگا جسمیں کئی پندرہ یا چالیس دن تک وحی بند رہی پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۳) اور سورۃ مریم میں جبرئیل امین کی طرف سے فرمایا ہے ہم نہیں اترتے مگر خدا کے حکم سے اسیکا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے اور جو اسکے بیچ میں ہے اور تیرا رب کچھ بھولنے والا نہیں ہے۔

وما نتنزل الا بامر ربك له ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذلك وما کان ربك نسیا (مریم ع ۴)

عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لجبرئیل ما یمنعك ان تزورنا اکثر مما تزورنا فنزلت (صحیح بخاری ص ۷۹۱)

بخاری و ترمذی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے جبرئیل امین سے کہا کہ آپ جتنی دفعہ تشریف لاتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے اسپر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سبب سے بھی روایت میں وحی خبر ہونے کے اور اس سبب سے بھی کہ آنحضرت کا وعدہ کرنا بلا استثناء ان اصحاب کہف کی نسبت ہوا تھا۔ اور اس قصہ کی مدت ابن ابی حاتم کی روایت میں چالیس دن بیان ہوئی۔ ان ہی روایات کے دستاویز سے مفسرین نے وہ بات کہی ہے جو آیت سابق کے ذیل میں تفسیر کبیر سے نقل ہوئی۔ اور اس آیت کے ذیل میں تفسیر کبیر میں کہا ہے کہ قریش نے یہود یوں کے طرف پانچ آدمی کو بھیجا

وعن ابن اسحٰق بن رومیہ آخرین قریشا سالوا عن اصحاب الکہف فکنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم خمسۃ عشر یوما لا یحدث فی ذلك وحیا فلما نزل جبریل قال له ابطات علینا یا جبریل وعند ابی حاتم انها نزلت فی اصحاب محمد صلعم اربعین یوما حتی تشاق اللقاء (راغب ص ۱۸۳ سورہ کہف) ان قریشا بعثت خمسۃ رھطا الی یھود المدینۃ یسالونھم عن صفۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وهل يجدونه في كتابهم فسألوا النصارى
عن ذلك فاخبروهم انهم لا يعرفون وقالت اليهود نجده
في كتابنا وهذا ازمانه وقد سألنا رجلا من
اليمامة عن خصال ثلاث فلم يعرف فاسئلوه
عنهن فان اخبركم بخصلتين منهما فاتبعوه
فاسئلوه عن فتية اصحاب الكهف وعن ذي
القرنين وعن الروح قال فجاءوا فسألوه
عن ذلك فلم يدر كيف يجيب فوعدهم ان
يجيبهم بعد ذلك ولم يقل انشاء الله فاحتبس
الوحي عنه اربعين يوما وقيل خمس عشرة يوما
فشق عليه مشقة شديدة وقال المشركون قد
ودعه ربه وقلاه فانزل جبريل فقال له النبي صلى الله
عليه وسلم ابطأت علي حتى ساءني وشققت اليك قال اني
كنت اشوقك ولكني عبد مامور اذا بعثت نزلت واذا
غبت احتبست فانزل الله تعالى هذه الآيات قوله
ولا تقولن لشيء اني فاعل ذلك غدا الا ان يشاء الله
(سورۃ والضحیٰ تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۴۱۶)

اور آنحضرت کی نسبت سوال کیا کہ تمہاری کتاب میں
کیا ذکر ہے ہم انہوں نے نصاریٰ سے پوچھا تو انہوں
نے کہا کہ ہم نہیں پہچانتے اور یہودیوں نے کہا
اسکا ذکر ہماری کتابوں میں ہے اور یہ اسکے ظہور
کا وقت ہے ہمنے (ملک) یمامہ کی رحمن سے سنا ہے
اس سے مسئلہ کرو اگر وہ تین چیزوں سے سوال کا
تو اسکی پیروی کرو پس انہوں نے آکر آنحضرت سے
اور روح کی بابت سوال کیا آنحضرت کو وحی آنا بند
معلوم ہوا اور جواب میں کہا وعدہ کیا اور انشاء اللہ
نہ کہا پس کئے (چالیس پندرہ) دن تک وحی
اور اس سے آنحضرت کو بہت تکلیف پہنچی مشرکین
کہنے لگ گئے کہ محمد کو اسکے رب نے چھوڑ دیا ہے اور
اس سے وہ ناخوش ہوگیا ہے پس جبرئیل آئے
اور یہ آیت اور آیت سابق والضحیٰ والیل

اس آیت سے تسلم اول وحی کا خارجی غیر طبعی ہونا ثابت ہوتا ہے جبرئیل امین آنحضرت کا طبعیت
و ملکہ نبوت کا نام ہوتا تو جو کچھ آیت اور اس کے شان نزول میں بیان ہوا ہے ہرگز وقوع میں نہ آتا

(۴) اور سورۃ برأۃ میں کعب و مرارہ ہلال کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تینوں پر رجوع
وعلى الثلاثة الذين خلفوا حتى ضاقت
برحمت کیا ہے جنکے حق میں پچاس دن تک

عن عائشة رضي الله عنها فذلك مرجلك
وكان الذي تولى الافك عبد الله بن ابي
بن سلول فقدمنا المدينة فاشتكيت حين
قدمت شهرا والناس يفيضون في قول
اصحاب الافك ولا اشعر بشيء من ذلك
وهو يريبني في وجعي انى لا اعرف من رسول
الله صلى الله عليه وسلم اللطف الذي كنت
ارى منه حين اشتكي انما يدخل على رسول
الله صلى الله عليه وسلم فيسلم ثم يقول كيف
تيكم ثم ينصرف فذلك الذي يريبني ولا
اشعر بالشر × × فدعا رسول الله صلعم
علي بن ابيطالب واسامة بن زيد حين استلبث
الوحي يسألهما في فراق اهله × × ×
فاما اسامة فاشار على رسول الله صلعم بالذي
يعلم من براءة اهله وبالذي يعلم لهم في نفسه
فقال اسامة اهلك يا رسول الله ولا نعلم الا
خيرا وقال علي لم يضيق الله عليك والنساء
سواها كثير وسل الجارية تصدقك فدعا
رسول الله صلعم بريرة فقال اي بريرة
هل رأيت من شيء يريبك من عائشة قالت
له بريرة والذي بعثك بالحق نبيا ما رأيت
عليها امرا قط اغمصه عليها اكثر من انها
جارية حديثة السن تنام عن عجين اهلها
فتأتي الداجن فتأكله فقام رسول الله صلعم
من يومه فاستعذر من عبد الله بن ابي بن سلول
وهو على المنبر فقال يا معشر المسلمين من
يعذرني من رجل قد بلغني عنه اذاه في اهلي
والله ما علمت على اهلي الا خيرا ولقد
ذكروا رجلا ما علمت عليه الا خيرا وما
كان يدخل على اهلي الا معي فقام سعد بن
معاذ الانصاري فقال انا يا رسول الله اعذرك
منه ان كان من الاوس ضربت عنقه وان كان
من اخواننا من الخزرج امرتنا ففعلنا امرك
فقام سعد بن عبادة وهو سيد الخزرج وكان
قبل ذلك رجلا صالحا ولكن احتملته الحمية
فقال لسعد كذبت لعمر الله لا تقتله ولا
تقدر على قتله ولو كان من رهطك ما احببت
ان يقتل فقام اسيد بن حضير وهو ابن عم
سعد فقال لسعد بن عبادة كذبت لعمر الله
لنقتلنه فانك منافق تجادل عن المنافقين
فثار الحيان الاوس والخزرج حتى هموا ان
يقتتلوا ورسول الله صلعم قائم على المنبر
فلم يزل رسول الله صلعم يخفضهم حتى
سكتوا وسكت فمكثت يومي ذلك كله
فلا يرقأ لي دمع ولا اكتحل بنوم ثم
اصبحت قد بكيت ليلتي ويومي لا يرقأ لي
دمع ولا اكتحل بنوم حتى اني لاظن ان
البكاء فالق كبدي قالت فبينما ابواي
جالسان عندي وانا ابكي فاستأذنت علي
امرأة من الانصار فاذنت لها فجلست
تبكي معي فبينما نحن على ذلك دخل
علينا رسول الله صلعم فسلم ثم جلس
عندي ولم يجلس عندي منذ قيل لي ما قيل
قبلها وقد لبث شهرا لا يوحى اليه في شأني
بشيء قالت فتشهد رسول الله صلعم حين
جلس ثم قال اما بعد يا عائشة فانه بلغني عنك
كذا وكذا فان كنت بريئة فسيبرئك الله
وان كنت الممت بذنب فاستغفري الله وتوبي اليه
× × قالت فوالله ما قام

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہین کہ مجھ پر
تہمت لگانے سے جو ہلاک ہوا سو ہوا اور جو اس
کام کا متولی بنا تہا وہ عبد اللہ بن ابی تہا
جب ہم مدینہ پہنچے تو مین تب ہی سے ایک
مہینے تک بیمار رہی اور لوگ اس بہتان مین
ٹہول کرتے رہے اور مجھے کچھ خبر نہ تہی - ہان
مجھے اس سے بے چینی ہوتی کہ مین اس بیماری
مین آنحضرت کا وہ لطف نہ دیکہتی جو پہلے بیمارون
مین دیکہا کرتی - آنحضرت میرے پاس آتے
تو سلام کہتے اور صرف اتنا پوچہتے کہ کیسی ہے
اس سے مجھے تردد ہوتا اور اصل قصہ میرے
خیال مین نہ آتا - جب مین اچہی ہوئی تو ایک رات
واقف ہوئی اور مان باپ کے گہر گئی
رات روتی رہی اسی اثنا مین آنحضرت
علی ابن ابی طالب اور اسامہ سے جب
دینے کی صلاح پوچہی اور مین
ایسے روئی کہ میری آنکہون مین
آنسوؤن نے بس نہ کی اسی حال مین آنحضرت
تشریف لائے اور میرے پاس بیٹہ گئے
اس سے پہلے جب مجھ پر تہمت ہوئی
پاس نہ بیٹہے تہے اسمین مہینا بہر

ضمیمہ اشاعۃ السنۃ

نمبر ۱ جلد ۳

اشاعت مذہب اسلام

لایق توجہ علما و روسا اسلام و گورنمنٹ و کافہ انام

قال اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا - وقال ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم

یعنی اللہ کے دین کو مکڑا ہاتھ مارو اور پھوٹ نہ ڈالو - اور آپس میں جھگڑو ایسا نہ ہو کہ تم بزدل ہو جاؤ اور تمہاری شوکت جاتی رہے

جنگ سے صلح بہتر ہے اور اختلاف سے اتفاق افضل -

جنگ و نا اتفاقی کا ضرر اور صلح و اتفاق کا نفع نہ صرف مقابلین کو پہنچتا ہے بلکہ اسکا اثر اور اشخاص اور ملک پر بھی پڑتا ہے -

تمہید

یہہ وہ مضمون ہے جو بطور تمہید ضمیمہ نمبر ۱ مین مرقوم ہوا اور اسکے اتمام و تاسیس کا وعدہ کیا گیا تھا - اُسوقت تو وہ ذکر سرسری تہا من بعد اسکا ضروری و اہم ہونا خیال مین سما گیا اور اسپر بہت گرمجوشی سے زور دینا واجب نظر آیا - یہہ مضمون جملہ فرقہا ملت اسلام اور ملک کے حقمین مفید ہے -

ملکی فایدہ اسمین یہہ ہے کہ اس مضمون کا نتیجہ باہمی مسلمانون کا باہمی اتفاق و ملاپ ہے اور اتفاق امن ملک کے لئے اصل اصول ہے - جو ہمیشہ سے مسلمانون کے باہمی اختلاف کے سبب وارداتین ہوتی ہین اور عدالت مین ان کے مقدمات دایر رہتے ہین جنکا اثر

سرکار پر بھی پڑتا ہے کہ قبل از وقوع ان واردات کے سرکار کو نگرانی کی تکلیف ہوتی ہے۔
بعد از وقوع تحقیقات کے تکلیف پڑتی ہے اور انکا اثر ملک پر یہی پڑتا ہے کہ لوگ جرمانہ اور قید
سے سزایاب ہوتے ہین جس سے انکی باہمی عداوتین روز افزون ہوتی ہین اور وہ آیندہ مقدمات
اور واردات کے قایم ہونیکے باعث ہوتی ہین۔ اور اُن تکالیف کا مرجع نہ صرف مسلمان متخاصمین
ہوتے ہین بلکہ سوا انکے اور مذاہب کے لوگ کوئی شہادت مین کوئی کفالت مین کوئی حمایت مین کوئی تحقیقات
مین انہین شامل ہوجاتے ہین یہ سب کی سب مسدود ہوجاوینگی اور ملک مین پورا امن ہوگا۔

مذہبی فائدہ جسکا اثر جملہ فرقہ ہاے اسلام کو پہنچنا ممکن ہے اسمین یہ ہے کہ جو اس مضمون سے اہل اسلام کا
باہمی اتحاد و ملاپ مقصود ٹھہرایا گیا ہے اس سے اسلام کی اشاعت متصور ہے اور مسلمانونکی وقعت
وعزت و قومی ترقی متعلق ہے۔

مگر مجھے خوف ہے کہ سب فرقہ ہاے اسلام کے جلد باز جو اصول و اغراض اسلام پر مطلع نہین ہین یکایک
اس مضمون سے متوحش ہونگے اور اسکو بجاے مفید سمجھنے کے مضر سمجھینگے۔

کچھ مسلمان جنکو اسکے مخالف **بدعتی** کہتے ہین اس مضمون کی نسبت یہ خیال کرینگے کہ یہ مضمون
ہمارے قدیمی رسوم سوم چہلم و بیاہ شادیون کی رسمون کی بیخ کنی کے لیے تجویز ہوا ہے۔ اِن کے
مقابلین جنکا وہ **وہابی** نام رکھتے ہین اسکی نسبت یہ خیال کرینگے کہ یہ مضمون ان رسوم بدعیہ

† یہ واردات تین پہلے تو شیعہ و سنیون مین ہوا کرتی تہین لاہور وغیرہ معظم بلاد مین ہمیشہ عشرہ محرم پر
کوئی نہ کوئی واردات ہوجاتی۔ اور واردات کا شمیر اکثر لوگون کو معلوم ہے۔ اب ایک مدت سے
ان رسوم کی واردات و مقدمات اہلسنت کے دو فرقون مین جنمین ایک فریق کو اُن کے مقابل وہابی
کہتے ہین اور وہ اُن کو بدعتی کے نام سے تعبیر کرتے ہین ہو رہی ہین مسجد چینیانوالی لاہور کا مقدمہ قریب
ناظرین کو یاد ہوگا انکے بعد امرتسر مین مقدمہ احراق قرآن معاذ اللہ قایم ہوا پھر لودہیانہ مین فوجداری کا مقدمہ اور
ہوا مین ایک فریق پر جرمانہ ہوا۔ اب ارضلع شاہ آباد مین ایک سنگین مقدمہ زد و کوب قایم ہوا ہے جسکی کیفیت بتفصیل اس مضمون کی اخیر مین
آپ ہی قسم کا ایک مقدمہ جیند مین ہوا تھا اور اسکے اثار مدتون پنجاب مین رہے ہین جو ناظرین اخبارات و واقعین ملکی حالات سے مخفی نہین ہین۔

جاہلیہ کو از سر نو رواج دینے اور تازہ کرنیکے لئے سوچا گیا ہے **حنفی** کہینگے کہ اس سے رفع یدین وآمین بالجہر وغیرہ امور مخالف مذہب حنفی کا رواج دینا مدنظر ہے **شافعی** یا اہلحدیث جن کو بلفظ **غیر مقلد** تعبیر کیا جاتا ہے یہ گمان کرینگے کہ اس مضمون سے سُنن نبویہ (جنکو ہمنے سالہا سال مین بڑی جہد جد سے مباحثات وتصنیفات کے ذریعہ سے زندہ کیا ہے) کو مضمحل کرنا اور از سر نو مسائل حنفی کا مذہب رواج دینا مطمح نظر ہے **شیعہ** کہین گے کہ چونکہ اس مضمون کا مجوز سُنّی ہے اور ہو بنا بر اس مضمون کے کمیٹیان اشاعت اسلام قایم ہونگی انکے ممبر بھی اکثر سُنّی ہونگے اسلئے اس مضمون سے مقصود شیعون کا سنی بنانا ہے۔ ان کے مقابل **سُنی** کہینگے چونکہ اس مضمون مین شیعہ وغیرہ اہلبدعت (زیر عنوان اہلسنت) کا ساتھ ملانا بھی تجویز ہوا ہے۔ اسلئے اس مضمون کا اصلی مطلب سنیون کو شیعہ بنانا ہے اور مذہب اہلسنت وبدعت کو ملا ملا دینا۔

ولیکن اگر ہر ایک فریق فرقہائے مذکورہ سے تہوڑی دیر کے لئے فہم والنصاف پر کام لینی وعاقبت اندیشی کو کام مین لاوے اور اس مضمون کے مقاصد واغراض کو غور سے ملاحظہ فرماوے تو منجملہ جزئیات مذکورہ کسی خیال کو اس مضمون کیطرف راہ نہ دے۔ یہ مضمون اور جو اس سے اتحاد کل فرقہائے اسلام مدنظر ہے کسی اسلامی فرقہ کے حق مین مضر نہین اور جو جو مضرتین ان مختلف فرقون کے خیال مین گذرتے ہین یا گذرینگی وہ اس مضمون کا نتیجہ نہین۔

اس مضمون سے خلافیات جزئیہ کسی فرقہ اسلام کا ابطال یا اثبات مدنظر نہین اور جب انشاء اللہ اس مضمون کے انجمن اشاعت اسلام قایم ہوگی اسکو بھی خلافیات فرقہائے مختلف اسلام سے بحث نہوگی اس انجمن کا نہ یہ فرض ہوگا کہ کسی بدعت کا ابطال کرے اور نہ یہ فرض کہ اسکا اثبات کرے۔ نہ اسکو رفع یدین وآمین بالجہر کے اثبات سے تعرض ہوگا نہ اسکی نفی سے نہ اسکو استحقاق خلافت [illegible] اہلبیت سے بحث ہوگی نہ استحقاق خلافت خلفائے راشدین سے اس انجمن کا فرض صرف اتفاقی اصول اسلام کا قایم کرنا ہوگا اختلافی امور کی نفی یا اثبات سے اسکو کچھ سروکار نہ ہوگا۔

یہ گفتگو تمہیدی ہے جسمین اس مضمون کا مفید مذہب وملک ہونا مجملاً بیان ہوا ہے اب اصل

مطلب کے طرف رجوع کیا جاتا ہے جنمین ان فوائد کی تفصیل ہے ؎

اصل مطلب

اسلام بہت تنزل اور نازک حالت کو پہنچ گیا ہے جسکے لئے بہت سے اسباب ہین مگر از انجملہ بڑا بھاری سبب اہل اسلام کا آپسمین اختلاف ہے جو حد اعتدال سے متجاوز ہو کر افراط کو پہنچگیا ہے اسمین شک نہین کہ اہل اسلام کے مختلف فرقے بہت مسایل مین باہم مختلف ہین اور ان مسائل مین ہر ایک فرقے کے نزدیک حق وہی ہے جسکو وہ فریق حق سمجھتا ہے اور اسکو یہ امر لازم ہے کہ ان مسایل مین اپنے مخالفین کو خطا پر سمجھین اور اس خطا کی نظر سے انکو کراہت کی نظر سے دیکھین - مگر اسمین شک نہین کہ ان مسایل مین سے بعض مسایل ایسے ہین جنمین ہر ایک فریق کے نزدیک فریق ثانی ہی حق پر ہے اور اسکی نظر سے اسکو اسکی طرف سے بنظر محبت و استحاد سے دیکھنا ضروری ہے - بعض مسایل خلافیہ ایسے ہین جو اثر پذیر و عظیم الشان نہین ہے کہ اسکے مقابلہ مین حق مسایل اتفاقیہ مخفی و بیکار و ساقط الاعتبار ہو جائے اور حق مسایل اتفاقیہ ایسا ضعیف الاثر وردی نہین کہ خطا مسایل خلافیہ کے سامنے اسکا لحاظ نہ کیا جائے یہ ہونا چاہیے کہ مسایل خلافیہ کو اصول و واجبات ایمان نہ ٹھہرایا جاوے اور مسایل اتفاقیہ کو انکے توابع اور فروعیات سے شمار کیا جاوے - مسئلہ خلافت شیخین یا اہلبیت اصول سے ہو اور مسئلہ توحید و نبوت و معاد اسکے فروع - مسئلہ آمین بالجہر یا بالاخفا اصول ایمان سے ہو اور ایمان بالقدر اسکی فرع - مگر اسکا کوئی فرقہ فرقہائے اسلام سے قایل نہین -

بہتر ہے کہ اسمین کسی قدر ان فروعات کو اصول پر کیون ترجیح دیجاتی ہے اور لازمہ اختلاف کو لازمہ اتفاق سے کیون مقدم کیا جاتا ہے -

شیعہ اس لئے کہ انکے نزدیک اس نظر سے کہ وہ معتمد حضرت رسالت کے امیر المؤمنین علی مرتضیٰ علیہ السلام کو مستحق خلافت نہین جانتا تنقیص کرنا ہے دیکھتا ہے اور اس نظر سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو معبود اور آنحضرت کو رسول جانتا ہے کچھ تعرض نہین دیکھتا کیا اسکے نزدیک خدا اور رسول کا ماننا امیر المومنین کے

ماننے سے کچھ کم ہے کہ وہ اسکے لحاظ سے اس شخص سے بغض رکھتا ہے اور اسکے لحاظ سے اس سے
بغض محبت نہیں رکھتا۔

یہی سوال اس سنی سے ہے جو شیعہ کو اس نظر سے کہ وہ خلافت شیخین کو حق نہیں جانتا بغض و عداوت
سے دیکھتا ہے اور اس نظر سے کہ وہ خدا و رسول پر ایمان رکھتا ہے محبت سے نہیں دیکھتا کیا اسکے نزدیک
خدا و رسول کا ماننا صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ماننے سے کچھ کم ہے کہ وہ اسکے مقابلہ میں
اسکو وقعت نہیں دیتا۔ اسکے لازمہ (بغض بعد) کا لحاظ کرتا ہے اور اسکے لازمہ (حب بعد) کا لحاظ نہیں
کرتا۔ ان دونوں سے بدرجہا بڑھکر اس سوال مورودہ عامل بالحدیث ہے جو حنفی کو آمین بالجہر
و رفع یدین (جو الحدیث کے مذہب میں بھی صرف مستحب یا سنت ہے جسکے نہ کرنیمیں ثواب ہے اور نہ کرنیمیں اگر
ترک العمر کوئی نہ کرے گناہ نہیں ہے) ترک کرنیکے سبب نہایت بغض و عداوت سے دیکھتا ہے اور نظر
اسکے ایمان و اسلام و بقیہ ارکان نماز کے جسکی ایک جزو صغیر یہ آمین ہے محبت سے نہیں دیکھتا ہے
دیکھتا ہے بالجہر خدا اور رسول پر ایمان اور بقیہ ارکان نماز سے بڑھکر ہے کہ اسکے مقابلہ میں
اسکو وقعت نہیں دیتا اور اسکا لحاظ نہیں کرتا۔

پس یہی اس سوال کا مورود حنفی ہے جو عامل بالحدیث کو آمین بالجہر اور رفع یدین (جو حنفی کے
نزدیک غیر سنتوں یا نہایت درجہ کراہت میں ہیں حرام و کفر نہیں ہے جسکے ارتکاب پر دنیا میں

---

* دیکھو تحقیق الکلام فی ما یتعلق بالجہر بالتامین میاں صاحب مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ صفحہ ۳۰ میں رفع یدین کی بابت فرماتے ہیں قال
[illegible] ان ما یفعل ان ما یفعل [illegible] اللہم الا ان یقال ان ترکہ علی سبیل الدوام ترکہ علی سبیل الدوام
[illegible] رفع یدین کرنیوالا اپنا پکا [illegible] کہ اگر کسی نے کہا ہمیشہ کیا تو بھی کبھی اگر ایکبار نہ کیا تو دیا۔ اور اسکا نام
[illegible] کیا جائیگا اگرچہ مدت العمر ترک کرے۔ اسکے آپ فرماتے ہیں اور اس لئے کہ مسنون جانکر اس پر عمل کرے وہ اس حکم میں داخل ہے

† دیکھو درالمختار وغیرہ جنہیں رفع یدین کو صرف غیر سنون کہا ہے حرام یا مکروہ نہیں کہا۔ بلکہ مسئلہ کے
[illegible] بات کو رد کیا ہے۔ اور آمین کے نسبت بھی صرف اتنا ہی کہا ہے کہ اسکا آہستہ کہنا سنت ہے
[illegible] علی قاری نے رسالہ الاقتداء بمخالف میں کہا ہے کہ رفع یدین و آمین بالجہر ایک کے نزدیک سنت ہے
[illegible] نزدیک مکروہ آمین بالجہر پر جو مخالف مقتدی کے موافقت ضروری نہیں ہے۔

دسرا اور آخرت مین عذاب جہنم کا خوف ہوتا ہے) کے ارتکاب سے سخت عداوت و بغض سے دیکھتا ہے اور اس نظر سے کہ وہ خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہے اور اس نماز مین اور محرمات و مفسدات اتفاقیہ سے اجتناب کرتا ہے محبت سے نہین دیکھتا ہے کیا اُسکے نزدیک خدا اور رسول پر ایمان اور نماز کی باقی ارکان آمین آہستہ کہنا اور رفع یدین ترک کرنے کے مقابلہ مین کچھ چیز نہین ہے کہ وہ بمقابلہ اُن کے اُنکو ہیچ سمجھتا ہے اور اُنکا کچھ لحاظ نہین کرتا -

اس **تعجب پر تعجب** یہہ ہے کہ ہر ایک فریق اس ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح پر کراہت و بغض فریق مقابل مین اُس حد اعتدال پر نہین ہے جو اُن امور اختلافی کے مناسب حال ہے بلکہ اس سے بدرجہا افراط کو پہنچگیا ہے حد اعتدال تو اس باب مین یہہ ہے کہ جس امر کو منجملہ اعتقادات یا اعمال فریق مقابل کے کوئی بدعت یا مکروہ سمجھے اسکے مرتکب یا معتقد سے ایسی ہی کراہت و بغض کہے جیسے کہ اپنے فریق کے مرتکب بدعت یا کراہت سے رکھتا ہے - مگر یہان یہہ افراط ہو رہا ہے کہ اپنے فریق کے تو اتفاقی محرمات و قطعی جرعات کے مرتکبین پر چہرہ مین تغیر نہین آتا - اور مقابل کے ارتکاب مکروہ پر سے پاؤن تک لرزہ شروع ہو جاتا ہے اور خون دل جوش مین آتا ہے - **اونچی** قبر بنانی اور اُسپر چادر چڑھانے پر تو **سُنّی** کو جس کے مذہب مین یہہ اتفاقی بدعتین ہین جوش نہین آتا - مگر شیعہ کے تعزیہ بنانے پر سکو ایسا طیش آتا ہے کہ اُسپر جان دینے کو حاضر ہو جاتا ہے - محرم کے عشرہ مین اہلبیت کے مصائب پر ڈھول شہنائی بجانے اور مرثیون کو راگ مین گانے پر جو یقیناً محققین مذہب شیعہ کے نزدیک بدعات ہین شیعہ کو جوش نہین آتا - مگر اگر سُنی اسی ڈھول بجائی یا سر راگنی کو وہ اُسکے مذہب مین بدعت ہی سمجھکر اُسکو قتل پر مستعد ہو جاتا ہے -

کوئی **سُنی** مسلمان نماز پنجگانہ روزہ رمضان کے ظاہری ہنڈاوے موچھین چڑھاوے محرمات اتفاقی کا ارتکاب کرے اُسپر کسی حنفی یا سُنی کو ایسا جوش نہین آتا - جیسے اس مسلمان عامل بالحدیث پر جوش آتا ہے جو نماز مین بلند آواز سے آمین کہتا ہے یا رفع یدین کرتا ہے ان لوگون کا یہہ مقولہ ہے کہ نماز مین الجھرالی نماز سے نماز پڑھنا بہتر ہے کوئی **وہابی** کہلاکر جو بدعت چاہے

کرنے میلہ مین جاوے تماشا دیکھے برادری کی شادی غمی کے رسمون مین شریک ہوجاوے پر
کبھی کبھی نماز پڑہے تو اسمین رفع یدین کرلے - اسپر اکثر موحدین کو جوش نہین آتا جیسا کہ اُس حنفی نمازی
پر جوش آتا ہے جو نماز مین رفع یدین نہین کرتا - خواہ وہ کیسا ہی اور طاعات وعبادات کا ملتزم ومتقی ہو -
اِن لوگون مین بعض متشددون کا مقولہ ہے کہ جس نماز مین رفع یدین نہین وہ نماز ہی کیا ہے بعض
لوگون سے یہہ بہی سُنا گیا ہے کہ جو شخص رفع یدین نہ کرے وہ کافر ہے اِسی خیال سے اکثر عوام موحدین
جو علوم دین سے محض ناواقف ہین اور بن پڑہے پڑہائے مجتہد بن بیٹہے یہہ فتوے دیتے ہین کہ حنفیون
کے پیچہے نماز درست نہین ہے -

پہر یہہ افراط اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ مختلف فرقہا اسلام کو اسمین بدعات یا مکروات پر وہ جوش
ہے جو مخالفین مذہب اسلام کے کفر وکفریات پر نہین ہے - اسلام چہوڑکر کوئی عیسائی ہوجائے تو اس سے
اِس قدر لوگون کو انقباض نہین ہوتا جسقدر کہ سُنی کے شیعی - اور رسمی مسلمان کے موحد اور موحد کے
رسمی ہوجانے پر اسکے مقابل کو ہوتا ہے بعض اشخاص جو عیسائی یا مذہب ہنود چہوڑکر مسلمان ہوگئے اور سلسلہ
موحدین مین داخل ہوگئے ہین اُنکے حقین متعصبین یہہ کہتے ہین کہ یہہ کہان سے نکلکر کنوئین مین گر پڑے
ہین - وہابی ہونیسے تو یہی بہتر تہا کہ یہہ ہندو ہی رہتے - ایسا ہی دوسری جانب کا خیال وقیاس ہے
بعض لوگ جو عیسائی یا ہنود مذہب چہوڑکر رسمی مسلمان ہوگئے ہین اُنکی نسبت وہ وہابی متشدد خیال کرتے
ہین کہ یہہ ویسے ہین جیسے پہلے تہے -

پہر اس کراہت وافراط کا محل ظہور نہ صرف دل یا زبان فریقین متقابلین ہوتا ہے کہ اسکا
نشان ہی دو فریق مین محدود رہے بلکہ ظہور اسکا بذریعہ تحریرات وتصنیفات ہوتا ہے جسکا اثر تمام عالم
مین پہیلتا اور اسکا ضرر اصل اسلام کو پہنچتا ہے وہ تصنیفات اس سے تہذیبی فاشیگی وتعصب ونفسانیت
سے ہوتے ہین کہ انمین اصل مسئلہ اختلافی تو کہین کا کہین پہنچ جاتا ہے - ہر ایک اپنے مقابل کی توہین
وتقبیح وعیب شماری ودل ازاری کے پیچہے پڑجاتا ہے - ہر ایک کے حال پر وہ بات پر صادق
آتی ہے جو مشہور ہے کہ کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ میان تمہارے آزار کٹنے سے نیچے ہے ہمین نماز

مکروہ ہوتی ہے اس نے اسکے مقابلہ مین کہا کہ جاؤ میان تمہارے باواجی کے نکاح مین جو میٹھے چاول پکے تھے اُنمین گڑ کہان برابر تھا - پھر اس عیب شماری مین ایسے بڑھتے ہین کہ اہل اسلام پر جوٹ کر تیسے نہین چوکتے اور اس مشہور بات کو کہ کسی نے پرائی بڈگنی کے لئے اپنی ناک کاٹ ڈالی تھی اپنے اوپر صادق کر دکھاتے ہین - شیعہ سنیون کو کہتا ہے کہ یہ قرآن جو تمہارے ہاتھ مین ہے بیاض عثمانی ہے جسمین فلان فلان آیت اُنہون نے از خود ملا دی ہے اور فلان فلان آیت نکال دے اور اُسپر چند روایات رطب یابس المذہب کا حوالہ دیتا ہے - سُنّی شیعہ کو یہی بات کہتا ہے اور اسکی تائید مین چند روایات اہل تشیع کو جن سے انکا قرآن مین تبدیل و تصرف ثابت ہوتا ہے پیش کرتا ہے اسی روش پر دونون کے دو فرقون مین ایکدوسرے کی عیب شماری کرتا ہے -

ایک حنفی مولوی صاحب جماعت ایک جماعت کے بمقابلہ اہلحدیث ایک رسالہ مین لکھتے ہین کہ تمہاری صحیح بخاری مین حضرت انواج بر خلاف منع فطرت کا جواز لکھا ہے اسکے جواب مین ایک موحد صاحب لکھتے ہین کہ یہ تمہارے ہی مذہب کی بات ہے اور اسکے ساتھ دس بیس اور نظائر بھی پیش کرتے ہین جنکے اظہار و بیان کچھ ضرورت نہین ہے -

ہمکو ان تمام خانہ جنگی و عیب شماری سے جو مختلف مذاہب اسلام کا کام نکلتا ہے وہ تفریق کے اعتراضات و تنقیصات کو لیکر کے اہل اسلام مین اغراض قائم کرتے ہین اور جاہل مسلمانون کو اور ان لوگون کو جو مسلمان ہونا چاہتے ہین یہ سمجھا کر کہ اسلام ایسے ہی مسایل کا مجموعہ ہے بھکاتے اور اسلام سے ہٹاتے ہین تصانیف پادریان اور منشی امہدین مین جو اسلام پر عیسائیان و اعتراضات مندرج ہین وہ ان ہی حضرات کی تصانیف سے ملتقط ہین اور ان اعتراضات کا مادہ و مخزن یہی تصانیف ہین -

ان کی اس کارروائی کا یہ نتیجہ تو بلاریب نکلتا ہے کہ بصورت فتح و غلبہ تحریر یا تقریر اہل تشیع کے شیعہ پانچ کے دس ہو جاتے ہین اور بصورت غلبہ اہلسنت سنی دس کے بیس اور بصورت غلبہ اہلحدیث موحد یا غیر مقلدین کے چار ہو جاتے ہین اور بصورت غلبہ سمی مسلمانون یا مقلدین کے مقلد باسمی مسلمان پانچ کے آٹھ مگر یا یہ ہمہ کثرت جزئی تکثر کلی اسلام مین نقصان ہوتا ہے یعنی اصلی اسلام بہت کچھ

جاتا ہے - اگر یہ آپسمیں اختلاف کو اس حد تک نہ پہنچاتے اور اسکا اظہار اس طرز پر نہ کرتے اور بنظر استحاد اصول مسایل اتفاقیہ میل جول رکھتے اور اس اتفاق کے ذریعہ سے اسلام کے اشاعت پر کمر باندھتے اور سچے باہمی عیب شماری کے اصل اسلام کی خوبیاں ظاہر کرتے تو سچے چار پانچ شیعوں اور پانچ سات سُنیوں اور دس بیس سمیوں اور آٹھ دس وہابیوں کے ہزاروں بلکہ لاکھوں خلایق کو داخل اسلام کرتے لاکھوں منتظر یہود عیسائی دہریہ وغیرہ اسلام کی خوبیاں (جو مسلمانوں کے باہمی اختلاف میں مصروف ہونے اور انکے بیان کے لئے فارغ نہ ہونیکی سبب پوشیدہ ہیں) دیکھکر خود بخود مسلمان ہو جاتے - اسلام وہ سچا اور سیدھا اور عقل و فطرت کی موافق مذہب ہے - کہ بجز دشمنان انوار اس سے کوئی مخالف نہیں کا لاکھوں خلایق کا بلا جبر و اکراہ اسمیں داخل ہونا متوقع ہے - دیکھو عیسائی مذہب باوجودیکہ سلطنت اسکی موید ہے اور قوم اسکی تائید میں متفق ہو کر جان و مال سے شب و روز سرگرم ہے با اینہمہ اس مذہب میں سال بھر میں داخل نہیں ہوتے جس قدر کہ اسلام میں اسکی ٹوٹی پھوٹی حالت میں سال بھر میں داخل ہوتے ہیں - اس سے ہمارے بھائی مسلمان اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر یہ اسلام کی اصلی حالت کو درست کریں اور اسکی تبلیغ میں مسلمانوں کا سا اتفاق کریں اور اس اتفاق کے ذریعہ سے اسکی خوبیوں کا اظہار کریں تو دیکھیں کس قدر اسلام میں کثرت ہوتی ہزار درجہ کثرت کل سے زیادہ ہوتی ہے یا کثرت جزئی جو آپسمیں کی خانہ جنگی کرنے اور ایک کی دوسرے پر فتح پانے سے حاصل ہے -

پھر اے اہل انصاف داد دینگے اور انصاف سے اقرار کرینگے کہ بیشک اس طرح اختلاف کی بہ نسبت اتفاق میں اسلام کی کثرت متصور ہے اور ہماری یہ کثرت جزئی کثرت کلی اسلام میں خلل انداز ہے -

پھر تو اس اختلاف اور اس اختلاف میں افراط اور افراط کے بری طرح اظہار میں اسلام کو جو نقصان ہے اب ضرر اہل اسلام جو اسکے دین و مذہب کو اس سے پہنچتا ہے بیان کیا جاتا ہے -

اس اختلاف اور اسکے نتایج و مفاسد نے مسلمانوں کو یہ تعلیم کر رکھا ہے کہ جہاں تک ہو سکے ایک دوسرے فرقہ اسلامی کا قلع قمع کرے اور جس قدر ہو سکے نہ تو زبان ہی سے اسے ایذا رسانی کرے - پس ہر مسلم اس تعلیم کے وہ آپسمیں فوجداریاں قایم کئے ہوئے اسکے سفک دماء میں مشغول ہیں اور ہر فرقہ دوسرے فرقہ پر بے جا ظلم و تعدی کرنے اور اسکے ساتھ بے جا ظلم و تعدی کرنے اور اسکے ساتھ بے جا ظلم و تعدی کرنے

جسمین اُنکی آبرو و مال و حسن معاشرت برباد ہوجاتے ہین اور یہہ حکام وقت کی نظرون مین ذلیل و خوار و مفسد خیال کئے جاتے ہین اور رعایا غیر مذہب والون کے خیال مین بھی متعصب و فسادی سمجھے جاتے ہین -

ان واقعات کی تمثیلات وجزئیات بہت ہین کہ از انجملہ بعض واقعات کا بمجمل ذکر سابقا ہوچکا ہی اسمقام ایک واقعہ بتفصیل بیان کیا جاتا ہے تاکہ مسلمانان اس سے عبرت پکڑین اور اب بھی اس قسم کے اختلاف سے باز آوین - آرہ ضلع شاہ آباد مین آمین بالجہر اور رفع یدین پر تنازع ہوا - جسکا مقدمہ عدالتمین پہنچا - ہنوز وہان سے کچھ فیصلہ نہوا تھا کہ ایک جنگی مولوی لودہیانہ سے وہان تشریف فرما ہوا - اُس نے وہان جاکر فتوی دیا کہ یہہ لوگ آمین کہنے والے مشرک و کافر و مرتد ہین انکا مسجدون سے نکال دینا بحکم آیہ وما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ لازم ہے - اور اس باب مین ایک رسالہ بھی لکھا جسکا نام انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد رکھا - اور اسکو عظیم آباد مین طبع کراکر مشتہر فرمایا - اسمین یہہ بھی درج کیا کہ یہہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ وسلم پر افترا کرتے ہین اور آنحضرت پر افترا کرنیوالا مرتد ہے حکام اہل اسلام کو لازم ہے کہ اسکو قتل کرے اور اگر وہ لاعلمی کے عذر سے توبہ کرے تو اسکی توبہ قبول نہ کرین اور علماء اور مفتیان وقت پر لازم ہے کہ بجرد مسموع ہونے ایسے امر کے اسکے کفر و ارتداد کے فتوے دینے مین تردد نہ کرین ورنہ زمرہ مرتدین مین یہہ بھی داخل ہونگے یہہ بعینہ آپکے الفاظ ہین جو بریخط ہین - اس فتنہ کی درسا اپنے اُس دیار کے دونون فریق مسلمانون مین ایسا اشتعال و جوش پیدا کیا کہ آتا بیان مضمون نہ حال کو آرہ کے قریب کے ایک گاؤن مین آمین کے سبب سخت فوجداری ہوئی اور آپسمین خوب لاٹھی چلی اور جیل جاری ہونیکی نوبت پہنچی - حکام وقت نے سختی وارنٹ جاری کیا اور چند اشخاص کو گرفتار کرلیا - اسی اثنا مین ایک فریق نے دوسرے فریق کی نسبت حکام کو یہہ خبر دی کہ ان لوگون کا سخت بلوہ کرنیکا ارادہ ہے اسپر صاحب کلکٹر ضلع نے کمپ دانا پور مین اس مضمون کا تار دیا یا دینا چاہا کہ وہان سے ایکہرار گورکھے مسلح اور دو ضرب توپ جلد روانہ ہون ڈپٹی مجسٹریٹ نے صاحب کلکٹر کو سمجھایا کہ یہہ محض غلط خبر ہے جو دشمن عناد سے دیگئی ہے فوج منگانیکی کچھہ ضرورت نہین ہے یہان ایسا بلوا کرنیوالا کوئی نہین ہے جسپر یہہ تجویز ملتوی ہوئی اور مقدمہ کی تحقیقات شروع ہوئی بعد تحقیقات سات اشخاص کو قید کا حکم ہوا - اور

صدہا روپیہ فریقین کا وکیلون وغیرہ مصارف مین صرف ہوا اور ہنوز مقدمہ محکمہ اپیل مین ہے دیکھئے اسکا انجام کیا ہوتا ہے -

اس قسم کی سزائین (دنیا مین کونسی سزائین خواہ بدعتیون کو سنیون کو خواہ شیعون کو اگر یہ ان حضرات مین سے ہر ایک کے نزدیک مخالفین اسلام کو پہنچتی ہین مگر نفس الامر اور حقیقت مین اور حکام اور عام لوگون کی نظرون مین ان سزاؤن کے مورد مسلمان ہی ہین اور ہر حال مسلمانون کے مال و آبرو مین ہمین ضایع ہوتی ہین -

الحاصل اس اختلاف با افراط نے اہل اسلام کے دنیا و دین کو تباہ و برباد کر دیا ہے اور یہ اختلاف تنزل و ضعف کی اقوی اسباب سے ہے -

نتیجہ

اس بیان سبب تنزل اسلام سے نہ یہ مقصود ہے کہ شیعہ سنی وہابی بدعتی مقلد غیر مقلد جملہ اعمال و اعتقادات مین ایک ہو جاوین لوگ کسی مسئلہ مین آپس مین اختلاف نہ کہین اور نہ یہ مطلب ہے کہ اگر اختلاف رکھین تو اسکا اظہار نکرین اور ایکدوسرے کے مقابلہ کوئی رسالہ یا تحریر نہ نکالین بہانتک چاہین اس اختلاف کو وسعت دین اور اسکا اظہار جسطرح کرین اس سے ہمکو تعرض نہین ہے -

بلکہ ہمارا **مقصود** یہ ہے کہ اس اختلاف کو حد اعتدال سے نہ نکالین اور اسکا اظہار بھی اس طرح انصاف و نا شایستگی سے کرین جسکی تفصیل ہم کر چکے ہین پھر ہذا الاختلاف اس اتفاق کیطرف بھی توجہ کرین جو اصول ایمان و اسلام مین کہتے ہین جسے بعض بعض پر عمل کرتے ہین جب بعد پر بھی عمل کرین اور اتفاق و حب دینی کی نظر سے باہم اسکا دعوی کرین اور جہانتک اس اتفاق اصول کا مقتضا ہے باہم شیر و شکر ہو جائین اور اس اتحاد و اختلاط کے ذریعہ سے سب فرقے ملکر ایک انجمن اشاعت اسلام قایم کرین جسکے تحت بہت انجمنین ہون جو سب کے سب اسلام کی اشاعت اور مسلمانون کی ترقی و درستگی کے وسایل سوچین اور اس جمہوری توجہ کے ساتھ اسلام کو وسعت دین اور عیسائی مذہب کے علماء کی مانند گاؤن اور بستیون اور جنگلون اور پہاڑون مین اسلام پہنچاوین اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی منادی جنگلیون اور پہاڑیون کو سنادین اور جو لوگ اسلام کے اسباب بیان کرتے ہین انکا نہایت تہذیب شایستگی و حکمت و موعظت سے جیسا کہ قرآن مین ارشاد ہے

جواب دین اور ان کاموں کے لئے جو زر بکار ہے وہ کس و ناکس ادنے سے اعلیٰ تک ملکر اپنے پاس سے خرچ کریں اپنی اپنی آمدنی سے ایسے مقدار مقرر کریں جسکی لایق ہوں۔

اس انجمن کے اصول و فرایض اور تحصیل زر کے وسایل اور اسکے مصارف جو ہمارے خیال میں آئے ہیں وہ ذیل میں مع روض ہیں جو اور صاحبوں کے خیال میں آویں وہ بھی بیان فرماویں پس جو اصول و وسائل صحیح قرار پاویں وہ دستور العمل ٹھہرائے جاویں۔

اصول و فرایض انجمن عام اشاعۃ الاسلام

(۱) یہ انجمن معصیت کی معاون نہ ہو۔

(۲) اسکا اصلی فرض اشاعت اسلام ہو جو اتفاقی اصول اسلام و قطعی الاحکام حلال و حرام سے عبارت ہے اور اسکا تتمہ یا ضمیمہ مسلمانوں کی بہبودی دنیاوی اور حسن معاشرت کی وسایل و تدابیر کا سوچنا بھی ہو۔

(۳) کسی خاص فرقہ اسلامی کے اصول مشتبہ سے اس انجمن کو سروکار نہ ہو ان خصوصیات کی اشاعت کے لئے جیسے ہر ایک فریق کو پہلے سے خود مختاری و آزادی حاصل ہے اب بھی رہے مگر بلحاظ اصول اسلام و اغراض و مصالح اس انجمن کے ان خصوصیات کی اشاعت میں رعایت اعتدال الغیر واجب ہو۔

---

† تشریح مثلاً ایک فرقہ سنی یا شیعہ اپنی خصوصیات خلافیہ کی اشاعت کے لئے ایک مدرسہ اور اس مدرسہ کے انتظام کے لئے ایک انجمن خاص (انجمن اہلسنۃ یا انجمن اہل امامیہ مثلاً) قایم کرنا چاہے تو ہمیں ہی لوگ ممبر و معاون ہوں جو اس انجمن و مدرسہ میں شمولیت و مساعات کو معصیت نہ سمجھیں۔ وہی لوگ اسمیں چندہ خاص دیں سوائے اس چندہ کے جو انجمن عام میں دیں وہی لوگ اسکے منتظم و مہتمم ہوں اور ممبر انجمن عام کے جو اس کے متفق الاعتقاد نہ ہوں اسکی معاونت و موافقت نہ کریں بلکہ مخالف کرنا چاہیں تو بلا شک کریں مگر اسمیں حد اعتدال سے آگے نہ بڑھیں۔ اور بلحاظ اصول اتفاقیہ یعنی اتفاق ہی باقیہ نہ رہیں اور اپنی مخالفت کو ہوا و ہوس کی فوقہ نا مخالفین اسلام سے پردہ نظاہر نہ ہونے دیں۔ وہ سب یہی جانیں کہ مسلمان باوجود اختلافات جزئیہ سب ایک ہیں جیسا نصاریٰ فرقوں کا باوجود اختلافات جزئیہ اسی پر عمل ہے اور اسلام ہی ہمکو یہی سکھاتا ہے و کفی بہ آیات قرآنیہ جو بارہا مضمون نقل ہو چکی ہیں اور آیہ یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔ اور حدیث نبوی جو آیت کی تفسیر میں وارد ہے ائتمروا بالمعروف و تناھوا عن المنکر حتی اذا رأیت

(۴) اس انجمن اعلیٰ کا ممبر (یعنی رکن) وہ ہو جو کم سے کم اکیر روپیہ ماہوار دے اور انجمن ہائے ماتحت کے ممبروں سے عام ماہوار مقرر سے دو چند لیا جاوے یعنی فی روپیہ ادہ آنہ ماہوار۔

(۵) عام ماہواری چندہ فی روپیہ ایک پیسہ کے حساب سے لیا جاوے اور اگر کوئی اس سے کم دے تو اس کے لینے سے بھی انکار نہ ہو۔

(۶) اعلیٰ انجمن کل اہل اسلام کی ایک ہو جسکا مقام لاہور یا اور کوئی شہر جسب تجویز ارکان انجمن ہو اور اس کے ماتحت بہت سی شاخیں ہوں جو غالباً ہر شہر و قصبہ میں قایم کیجاویں۔

(۷) ممبران انجمن اعلیٰ کے اختیارات تولیت و تصرف و تجاویز و تدابیر اشاعت اس انجمن اور سب انجمن ہائے ماتحت پر محیط ہوں اور ممبران انجمن ہائے ماتحت کے اختیارات حسب منظوری انجمن اعلیٰ ہی انجمن سے مخصوص ہوں گے۔ وہ ممبر ہوں

(۸) اس انجمن کے کارروائی متعلق اشاعت اسلام جو انجمن کا نتیجہ اقصیٰ ہے صرف ذیل سے ہو اور کارروائی متعلق بہبودی دنیاوی حسب مشورہ اہل شوریٰ وقتاً فوقتاً۔

صورتہائے اشاعت اسلام

الف اشاعت اصول اسلام و مہمات ایمان کے لئے جا بجا منادی کرنیوالے مقرر ہوں جو عام گلی کوچوں جنگلوں پہاڑوں میں مسایل اتفاقی اسلام کی منادی کریں خصوصاً ان مواضع میں جہاں ابتک کلمۃ الاسلام نہیں پہنچا یا برائے نام پہنچا ہے تو اسکا کچھ اثر نہیں ہو۔ وہاں جو مسلمان کہلاتے ہیں وہ بتوریت پرستی نہیں چھوڑے اور قطعیات احکام اسلام حلال و حرام سے بھی واقف نہیں ہوتے چنانچہ کفر پہاڑی کنوکیں جہاں راجگان ہنود کی ریاست ہے اور نواح چین وغیرہ بلاد اقصیٰ میں یہی حال ہے۔ ان منادی کرنیوالوں کے لئے ایسے واعظ اور رسائل جو مذاہب اسلامیہ میں متفق علیہ

شیخاً مطاعاً وھو متبعاً ودیناً موثوقاً وعلیماً بکل ما یحتاج الیہ فی دینہ وآیۃ وروایۃ امراً لابد لک منہ فعلیک نفسک ودع امر العوام۔ امین اتفاق اسلام جو ہمارا مقصد ہے ہاتھ نہیں آسکتا۔ اور اغراض مداہنت پسند کا بھی فوق پر واقع نہ ہوگا۔ جیسا کہ علیگڈھ کی مدرسہ کی تعلیم ندیسی پر بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ اسمیں سنی مذہب تعلیم مذہب شیعہ کی معاونت میں اور شیعہ مذہب تعلیم مذہب سنی کی موافقت میں رعایت کرتے ہیں۔

ہین سب ممبران مختلف مذاہب کی اتفاق رائے سے تجویز ہونے ممکن ہین -

ب توحید و نبوت و معاد وغیرہ اصول اسلام و اسرار اتفاقی احکام حلال و حرام مین عمدہ اور مدلل مضامین لکھے جاوین اور بذریعہ اخبار و رسایل مختلف زبانون اردو فارسی انگریزی وغیرہ مین شایع ہون تاکہ اقوام غیر جو عربی زبان سے واقف نہین ہین اور اسوجہہ سے وہ حقیقت و محاسن اسلام پر مطلع نہین اسلام کی خوبی سے واقف ہوکر شوق دل سے اسلام کی طرف متوجہہ ہون -

ان تصانیف و تحاریر مین جوابات اعتراضات مخالفین اسلام کے جو ناواقفی حقیقت اسلام کے سبب وہ اسلام پر جماتے ہین اور ان اعتراضات کے ذریعہ سے ناواقفون کو اسلام کیطرف سے بدظن کررہے ہین نہایت تہذیب و شایستگی سے جسمین کسی مذہب کی توہین ہو نہ کسی ملت کے لوگون کی استعمال طبع تحریر کیجاوین -

ج اکثر شہرون اور بستیون مین اس قسم کے مدرسے قایم ہون جنمین ہبادی علوم اسلام جیسے صرف و نحو اور بقدر ضرورت منطق و معانی جنکو کسی مذہب و ملت سے خصوصیت نہین پڑہائے جاوین جب ان علوم مین طلبا ماہر ہوجاوین تو مذہبی تعلیم مین وہ اختیار دیئے جاوین جس مذہب کا کوئی پابند یا پابند ہونا چاہے اس مذہب کے مدارس خاص مین مذہبی تعلیم پاوین - اور اگر آمدنی چندہ مین وسعت ہو تو ان علوم ہبادی کے ساتہہ ایک شاخ علوم معاش کے بہی قایم کیجاوے جسمین دنیاوی علوم و فنون کی مختلف زبانون اردو فارسی انگریزی وغیرہ تعلیم ہو جسمین مسلمانون کو دنیاوی کمالات کے سبب عزت و شوکت حاصل ہو اور انکی معیشت مین عفت -

---

† یہ اختیار دینا مداہنت و معصیت نہین - بلکہ یہ عین اسلام کی ہدایت ہے جو جبر و اکراہ سے بری ہے - افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین - (یونس ع۱۰) اللہ تعالی نے قرآن مین فرمایا ہے کہ کیا تو لوگون کو جبر کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہوجاوین - اور فرمایا لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی دین مین جبر نہین ہے ہدایت گمراہی سے متمیز ہوچکی ہے -

روی ابن جریر عن ابن عباس قال کانت المرأۃ تکون مقلاۃ فتجعل حضرت ابن عباس سے اسکی تفسیر مین حدیث مروی ہے

ان سب مدارس مین مختلف مذاہب فرقہ ہا اسلام کے طلبا رکھیان تعلیم پاوین کسی کو کسی پر ترجیح نہ ہو۔

د انجمن کی آمدنی سے نومسلم مسلمانون کے لاوارث لڑکے لڑکیان جولاوارثی کے سبب گورنمنٹ کی کفالت مین رہتے ہین یہ وہان سے پادریون کی سپرد ہوتی ہین تربیت وتعلیم پاوین —

ایسے لونگون کے نسبت جو اہل اسلام کا باہم اختلاف راے ممکن ہے شاید سنی کہے کہ یہہ نومسلم سنی عقاید کے موافق مسلمان کیا جاوے اور ان ہی عقاید کے مطابق تعلیم پاوے اور شیعہ اسکو اپنی طرف کھینچکر لیجانا چاہے اسکا تصفیہ اس طور پر متصور ہے کہ اس شخص کو اتفاقی اصول پر مسلمان کیا جاوے اور ان مدارس مین جہان مبادی علوم اسلام کی تعلیم ہو تعلیم مبادی کے لئے سپرد کیا جاوے جب وہ مبادی علوم سے واقف ہوکر قرآن پڑہنے اور سمجھنے پر قادر ہو اور مذہب مرجح کی تمیز کرنیکے لایق ہوجائے تو جس مذہب کو چاہے اختیار کرے اسپر مختلف خیال کے لوگون کی طرف سے کچھ جبر و اکراہ نہو۔

بقیہ فرایض و قوانین انجمن کہ انجمن علمی کے اختیارات کہان تک ہون اور انجمن ماتحت کے اختیارات کہانتک ہون۔ اور عام کارروائی کے لئے انجمن کے ممبر کون لوگ ہون اور ان کی تعداد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴)

علی نفسها ان عاش لها ولدان تهودّ	(زمانہ جاہلیت مین) کسی کی لڑکی کا بچہ مرجاتی تو منت مانتی کہ اگر میرا بچہ
فلما اجليت بنو النضير كان فيهم	زندہ رہا تو مین اسکو یہودی بناؤنگی جب بنی نضیر یہود یو کو اجو
من ابناء الانصار فقالوا لا ندع ابناءنا	آنحضرت کو بہت ستاتے اور ہمیشہ تکلیف دیتے) مدینہ سے جلاوطن کیا
فانزل الله عزوجل لا اكراه في الدين قد تبيّن	تو انصار نے چاہا کہ بیٹے ان کے پاس منتون کے سبب رہتے تھے کہا ہم تو اپنے
الرشد من الغي رواه ابوداؤد ص ج وزاد في اللعاب	بیٹون کو نہ چھوڑینگے اسپر یہہ آیت نازل ہوئی۔ آپ آنحضرت نے فرمایا ان
فقال رسول الله صلعم قد خيرا صاحبكم فان	لوگون کو اختیار دیگیا ہے اگر یہ تمہارے پاس رہنا اختیار کرین تو تم
اختاروكم فهم منكم وان اختاروهم فاجلوهم معهم	مین سے ہیں اور اگر یہود یو کو اختیار کرین تو انکو اٹھا لے جاؤ ہم کو ضرورت

کیا ہو، اور خاص بڑی بڑی کارروائیون کے لئے کون لوگ ممبر ہون، اور ان کی تعداد کہانتک ہو، اور ہر ایک کو خرچ کرنیمین کہانتک اختیارات ہون، اور مربی انجمن کون، اور صدر انجمن کون، اور منشی کون، محاسب کون۔ یہ سب قواعد بعد انعقاد و تقریر انجمن و شروع آمدنی قرار دئے جاوینگے

دعا

اب مین اس مضمون کو ختم کرتا ہون اور خدا تعالی سے اسکی اجابت کی امید رکھتا ہون الہی تو اپنے کرم سے ہماری قوم کو ان کے عیب پر متنبہ کر۔ اور اس سے بچ جانیکی توفیق دے۔ یہ باہمی اختلاف کو اعتدال پر لاوین اور اپنے اتحاد و اتفاق کیطرف بھی متوجہ ہوکر اسکے ذریعہ سے تیرے دین کو عالم مین پھیلاوین۔ اور غیر قومون کی نظرون مین معزز نظر آوین۔ الہی کبھی وہ زمانہ بھی آئیگا جسمین سب فرقہ ہائے اسلام اشاعت اسلام کے لئے یکقالب ہوجاوینگے۔ اور اس قول آنحضرت کے کہ سبھی مومن ایک جسم کی مانند ہے جسکا ایک عضو دکھے تو تمام جسم درد کرنے لگتا ہے۔ مصداق بن جاوینگے۔ الہی کبھی وہ دن بھی دکھائی دیگا کہ پنجاب ہندوستان بھی مدراس بنگالہ سب ملکون کے مسلمان اس انجمن کے ممبر ہوجاوینگے اور تیرے دین کی اشاعت کے لئے لاکھون روپیہ سالیانہ ہاتھ مین نظر آئینگے اور تیرے دین کی تبلیغ کے لئے غیر ملکون کیطرف عیسائی مشنون کیطرح اسلامی مشن وہ روانہ کرینگے اور دنیا کی بہبودی کے لئے عمدہ تجارتون کی کمپنیان اور عجائب فنون و صنایع کے مدرسہ کارخانے قائم کرینگے۔ ربنا تقبل منا انک علی کل شیء قدیر و بالاجابۃ جدیر۔ آمین ثم آمین۔

التماس

روسا اسلام و علما و فضلا کرام سے التجا ہے کہ اس مضمون کیطرف دلی توجہ کرین پس جسکو اس سے اتفاق ہو وہ اتفاق سے مجھے اطلاع دین۔ اور ملکی اخبارون کے مسلمان اڈیٹرون سے تمنا ہے کہ اگر اسمین ملکی یا مذہبی فوائد دیکھین تو اسکی تائید مین اپنے اخبارون مین نوٹ اور آرٹیکل درج کرین۔

موید ان مذہب اسپر ندا سے اجر پاوینگے۔ اور موید ان ملک دنیا مین نیک نام و مشکور ہونگے۔

راقم ابو سعید محمد حسین لاہور محلہ سید ہٹہ

مطبع ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب

اشاعۃ السنۃ النبویہ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر یازدہم — بابت ذی قعدہ ۱۳۰۹ھ مطابق جون ۱۸۹۲ء — جلد سیوم

معذرت

عوا العذر عند کرام الناس مقبول

رسالہ کے متعلق اکثر کام میں خود کرتا ہوں۔ آمدنی قیمت میں اسقدر گنجایش نہیں ہے کہ ہر ایک کام کے لیے علیحدہ علیحدہ نوکر رکھوں اس وجہ سے عدم فرصتی بہت رہتی ہے اور رسالہ دیر سے نکلتا ہے اور اسکی تصحیح کاپی کا بھی پورا اہتمام نہیں ہو سکتا اسلیے بعض غلطیاں رہجاتی ہیں۔ نمبر ۹ سے امرتسر میں چھپتا ہے تو اور بھی دیر ہوتی ہے غیر سہولت کے سبب سے چھپا ناظرین و خریداران سے معذرت چاہتے ہیں اور تصور تصحیح و توقف کو بدل مقبول فرمائیں۔ یہ عذر ان تمام معاونین کیلئے نہیں ہے جو از راہ مروت و عالی ہمتی سالانہ زر قیمت پیشگی کے مصنف ہو چکے ہیں۔ اور جو ہمارے تمام ہیں انکو تو یہی کہا جاتا ہے کہ یہ سب خلل و خرابیاں تمہاری ہی امداد و ہمدردی سے باقی ہیں۔ آپ لوگ جلد الامداد بھیجتے رہیں اور زر کافی ماہتہ میں ہو تو ہر ایک کام کے لیے علیحدہ علیحدہ کارندے مقرر ہوں اور جسقدر جلد اور عمدہ کام ہونا ممکن ہے ہوا کرے۔

تصحیح بعض اغلاط نمبر ۹ و ۱۰

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۵۸	۱۰	نمبر ۹ ابن بطوطہ ۲ آدمی	کسی نمبر ۹ پر ابن بطوطہ آدمی	۴۷۰	۱۱	لازمی	توان
۴۷۲	۴	اور نہ	ورنہ	۴۷۲	۱۳	بصفحہ ۴۶۷	بصفحہ ۴۶۶
۴۷۹	۶	پچھ دوم جلد ششم	پر ششم جلد دوم	۴۸۱	۱۳۰	تحقق	تحقیق
۴۸۲	۱۴	مراتب	مرتب	۴۸۲	۱۵	او غیر الادراک	او غیر الادراک نہ
۴۸۴	۶	اسکا جواب	کون میتے باہم الکجواب	۴۸۶	۶	لوگون	سبھی لوگون
۴۸۶	۱۹	اطباء	اطباء انبیاء	۴۸۷	۱۳	نخشبی	نخشمی

علامت گی ہوئی اغلاط میں سے بعض غلط کاتب کی وجہ سے ہوئی ہیں اور بعض مصنف کی وجہ سے۔ اور بعض مصنف کی وجہ سے ہوئی ہیں اور بعض مصنف کی وجہ سے ہوئی ہیں۔

مطبع ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب

التماس

سال قریب اختتام ہے۔ جن صاحبوں کے ذمہ سنہ ۱۹۰۰ء کا یا گذشتہ کا یا سالانہ رقم اس سال کی باقی ہے وہ عنایت فرماویں اور ہمکو مہمتم کو ممنون منت کریں۔ یہہ اُن حضرات معاونین کی خدمت میں گذارش ہے جو ہمیشہ سے اس پرچہ کی دل سے معاون ہیں اور تقاضا بلکہ طلب کے تقاضا سے زیادہ جب بھیجا کرتے ہیں مگر کبھی کبھی اس خیال سے کہ ہمارا روپیہ نہ پہنچا تو دوسرا کام ہمیں کیا مرج ہے ہمارے سوا روپیہ بھیجنے والے کیا اور تھوڑے ہیں ہم توقف بھی کر دیتے ہیں اسکی خدمت میں فہرست باقیات کو اس غرض سے پیش کیا جاتا ہے کہ وہ حضرات یہہ خیال کریں کہ اس خیال نے کیسے کیسے اور کتنے معاونین کو ارسال زر سے روک رکھا ہے اور کس قدر روپیہ اس کارخانہ کا باہر ہے اور جس چھوٹے سے کارخانہ کا اس قدر روپیہ باہر ہو اسکا کام کیوں کر چل سکتا ہے اور اسمیں حرج و توقف کیونکر نہیں ہوتا۔ اس التماس میں نادہندوں سے خطاب نہیں ہے انہیں تو ہی جانتے ہیں جو ہر نمبر کے ٹیل پیج میں کہا گیا۔ اس فہرست میں نہایت قسم بسنہ باقیات ہیں اور ترتیب تصریح نام باقیہ اور رخ اول و آخر تمام لکھ گیا اور جہاں ایک جزو

نام	مقام	رقم	نام	مقام	رقم	نام	مقام	رقم	نام	مقام	رقم
محمد	امرتسر	۳		ہیلاں	۱		ہوشیارپور	۱		لاہور	۱
محمد	۔	۳		بلاس	۱		۔	۱		راولپنڈی	۱
	انبالہ	۱		ونگہ	۳		حیدرآباد	۱		۔	۳
	ہیلاں والی	۱		ہیرہ	۱		۔	۱		سکندرآباد	۱
	آری	۲		۔	۱		دہلی	۱		سیالکوٹ	۱
محمد	بٹالہ	۲		۔	۱		۔	۱		عظیم آباد	۱
محمد	۔	۱		۔	۱		جلیسر	۱		۔	۱
	۔	۱		۔	۱		۔	۱		۔	۱
	بھیرہ	۱		۔	۱		۔	۱		کانپور	۱
	بھیرہ	۱		۔	۱		۔	۱		لاہور	۱

چندہ کی رسید ۔ مدرسہ دیوبند ۔ مدرسہ فرقانیہ ۔ مدرسہ احمدیہ ۔ مدرسہ اسلامیہ ۔ مدرسہ محمدیہ ۔ مدرسہ نعمانیہ ۔ مدرسہ رحمانیہ ۔ مدرسہ صدیقیہ ۔ مدرسہ عثمانیہ ۔ مدرسہ علیہ ۔ مدرسہ ۔ مدرسہ ۔ مدرس

رسول اللہ صلعم ولا خرج احد من اھل البیت حتی انزل علیہ فاخذہ ما کان یاخذہ من البرحاء حتی انہ لیتحدر منہ مثل الجمان من العرق وھو فی یوم شات من ثقل القول الذی ینزل علیہ فلما سری عنہ وھو یضحک فکانت اول کلمۃ تکلم بھا یا عائشۃ اما اللہ فقد برأک وانزل اللہ تعالی ان الذین جاءوا بالافک عصبۃ الخ (صحیح بخاری ص ۵۹۶ غیر مختصر)

میرے باب میں آپ پر وحی نہ ہوئی پس آنحضرت نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا اسکے بعد کہا اے عائشہ اگر تو اس تہمت سے بری ہے تو خدا تجھے بھی بری کریگا اور اگر گناہ کے پاس ہو چکی ہے تو اس سے توبہ کر پھر خدا کی قسم میرے اور آنحضرت کے درمیان سے نہ ہوئے تھے اور نہ کوئی صاحب بیت سے باہر نکلی تھی کہ وحی کا نزول ہوا اور آنحضرت پر کپکپی لگی جب نزول وحی کی شدت سے ایسا کرتا تھا کہ سردی کے دنوں میں موتیوں کے دانوں کی طرح

آنا قطع ہوتا جب اس حالت شدت کا انقطاع ہوا تو آنحضرت ہنستے ہوئے پہلا کلمہ فرمایا اے عائشہ خدا نے تجھ کو بری کر دیا ہے اور خدا تعالی نے ان آیات کو نازل فرمایا ان الذین جاءوا بالافک الخ ان آیات سے بلحاظ سیاق کے معلوم ہوتا ہے کہ کئی دنوں تک باوجود شدت اعتقاد و وقوع واقعہ کے وحی کا نزول نہ ہوا اس سے وحی کا اختیاری ہونا ثابت ہوا۔ اسی طرح ان آیات کا ذکر کیا ہے جس سے صاف طور پر نسبت آنحضرت کے تمام عمر وحی کا نازل نہ ہونا اور آنحضرت کا ان امور کا باوجود تقاضائے طبع و شوق نہ جاننا ثابت ہوتا ہے۔

(۶) سورہ لقمان میں ارشاد ہے۔ اللہ کے ہی پاس ہے قیامت کا علم اور وہ مینہ برساتا ہے

ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔ (لقمان ع ۴)

(یعنی اسکا علم بھی اسی کو ہے) اور وہ جانتا ہے جو حمل میں ہوتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کریگا۔ اور وہ کس زمین میں مریگا اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

(۷) اور سورہ اعراف میں ارشاد ہے۔ تجھ سے قیامت کی بابت پوچھتے ہیں کہ وہ کب کہڑی

یسئلونك عن الساعة ایان مرسیها قل انما علمها عند ربی لا یجلیها لوقتها الا هو ثقلت فی السموات والارض لا تاتیکم الا بغتة یسئلونك کانك حفی عنها قل انما علمها عند الله ولکن اکثر الناس لا یعلمون (اعراف ع ۲۳)

ہوگی، تو کہدے اسکا علم خدا ہی کے پاس ہے اسکو اسکے وقت پر وہی ظاہر کریگا وہ آسمانون اور زمین مین بڑی بھاری ہو رہی ہے وہ تم پاس ناگہان آویگی۔ تجھے یون پوچھتے ہین کہ گویا تو اسکا متلاشی ہے تو کہدے اسکا علم خدا ہی کے پاس ہے پر اکثر لوگ نہین جانتے۔

صحیح بخاری وغیرہ مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاس جبرئیل امین بصورت انسان آئے اور چند سوالات کئے از انجملہ یہہ ایک سوال بھی تھا کہ قیامت کب ہوگی آنحضرت نے اُسکے

عن ابی هریرة فی قصة مجیئ جبرئیل قال متی الساعة قال ما المسئول عنها باعلم من السائل وساخبرك عن اشراطها اذا ولدت الامة ربها واذا تطاول رعاة الابل البهم فی البنیان فی خمس لا یعلمهن الا الله - وفی روایة اذا رایت الحفاة العراة رؤس الناس - (صحیح بخاری ص ۷ ج ۱ وغیرہ)

جواب مین فرمایا کہ مین اسکا حال تجھہ سے زیادہ نہین جانتا۔ ولیکن اُسکی نشانیان بتاتا ہون پھر فرمایا جب لونڈی اپنے مالک کو جنے (یعنی جسکو جنے وہی ازراہ نافرمانی اسکا مالک بن بیٹھے۔) اور ننگے محتاج اونٹ چرانیوالے سردار بنجاوین اور بڑے بڑے مکانات بناوین تو قیامت آویگی یہہ علم قیامت اُن پانچ چیزون مین ہے جن کو سوائے خدا کوئی نہین جانتا۔

(۸) اور سورہ انعام مین فرمایا ہے اے نبی تو کہدے مین یہہ نہین کہتا کہ میرے پاس خدا

قل لا اقول لکم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملك ان اتبع الا ما یوحی الی وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو (انعام ع ۶ و ۷)

کے خزانہ ہین اور نہ یہہ کہتا ہون کہ مین فرشتہ ہون اور نہ یہہ کہتا ہون کہ مین غیب جانتا ہون مین تو اُسی کے پیچھے چلتا ہون جو میری طرف وحی ہوتی ہے، اور فرمایا غیب کی کنجیان خدا ہی کے پاس ہین اُنکو بجز خدا کوئی نہین جانتا

وعن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلعم مفاتیح الغیب خمس لا یعلمہا الا اللہ لا یعلم ما فی غد الا اللہ ولا یعلم ما تغیض الارحام الا اللہ ولا یعلم متی یاتی المطر احد الا اللہ ولا تدری نفس بای ارض تموت ولا یعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ - (صحیح بخاری ص ۶۱۸)

حدیث مین وارد ہے - غیب کی کنجیان پانچ ہین جنکو بجز خدا کوئی نہین جانتا پھر ان پانچ چیزون کو شمار کیا جن کا ذکر چھٹی آیت مین گذرا ہے -

(۹) اور سورہ اعراف مین فرمایا ہے - اے نبی تو کہدے مین تو اپنے جان تک کے نفع و نقصان کا مالک نہین بجز اس کے جو خدا چاہے اور اگر مین غیب جانتا تو بہترین بھلائیان اکٹھی کرلیتا اور مجھکو کبھی ضرر نہ پہنچتا -

قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یؤمنون (اعراف ع ۳۰)

تفسیر مین لکھا ہے کہ اہل مکہ نے آنحضرت صلعم سے کہا تھا کہ ارزانی و گرانی غلہ کا حال معلوم ہو تو بتا دیا کرو کہ ہم اکٹھا غلہ خرید لیا کرین اور جس زمین مین قحط پڑتا ہو اُس کا حال بتا دیا کرو تو ہم وہان سے کوچ کرین تب یہ آیت نازل ہوئی -

دو ان اہل مکۃ قالوا یا محمد ان کنت نبیا فاخبرنا بالرخص والغلاء حتی نشتری فنزرع بالارض التی تجدنا بہا ونتحول الی الارض المخصبۃ فانزل اللہ ہذہ الآیۃ - (تفسیر حسینی ص ۱۴۶)

اور جو ضرر و نقصان اس غیب نہ جاننے کے سبب آنحضرت اور اہل اسلام کو پہنچے (جیسے جنگ احد مین آنحضرت کا زخمی ہونا - اور اکثر مسلمانون کا ہزیمت کہانا اور حدیبیہ مین مسلمانون کا مخالفون کے سامنے دب کر بے حج کئے واپس آنا اور بیر معونہ مین قاریون کا مارا جانا وعلی ہذا القیاس عدیدہ امور) انکی تفصیل کتب حدیث و سیر مین موجود ہے -

اس قسم کی آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے امور آنحضرت کو بذریعہ وحی معلوم نہین ہوئے جن کے سبب آنحضرت نے ضرر و نقصان اُٹھائے -

† یہ لڑائی آنحضرت کی اُن لوگون سے ہوئی تھی جنہون نے آنحضرت کو ہجرت کرنے پر ستایا اور گھر سے نکالدیا اور صدہا مسلمانون کو قتل کر دیا پھر مدینہ پہنچکر آنحضرت سے لڑنا چاہا پس ناچار آنحضرت کو انکا مقابلہ کرنا پڑا -

اشرف اسبل صاحب نے بھی ان آیات کے ظاہری معنی پر تاویل کا ماتھہ نہیں بڑہایا اور تسلیم کر لیا ہے کہ آنحضرت کو علم غیب نہ تہا پھر تعجب ہے کہ وحی کو امر طبعی کیوں کہا جب وحی آپ کے نزدیک آلہ انکشاف علوم حقایق اشیا کا ہی ہے چنانچہ بصفحہ ۳۵۹ سے نقل ہو چکا ہے اور اسکا مصدر و مخرج بھی سوائے طبعیت نہیں کہ اور نہیں ہے تو پھر نبی کا کسی چیز کو بمجملہ حقایق موجودہ کے اس وحی سے بخانا اور اس بخانے سے دین و دنیا میں ضرر و نقصان اٹہانا اور کافروں و منکروں کے سہام طعن و ملام کا ہدف بنا کیا معنے رکہتا ہے۔ آپنے بتقلید پنچرل فلاسفر یورپ کے الفاظ (طبعی و حقایق اشیا) کا ہی بغیر سمجہنے رکہنا تو سیکہ لیا۔ اور بناء علیہ وحی کو آلہ انکشاف اشیا کا ہی اور امر طبعی کہدیا ہے مگر ان الفاظ کے معانی و لوازم کے فہم کو ملاحظہ کا شیوہ سمجہ کر یہ نہ سوچا کہ وحی کا آلہ علم حقایق اشیا ہونا اور اسکا امر طبعی ہونا انصاف چاہتا ہے کہ جو چیز عالم میں موجود ہے اسکا جاننا صاحب وحی کے قبضہ قدرت میں ہو۔ اور کوئی چیز دنیا کی نبی سے غائب نہو۔ آپ کے حال پر یہ مصرع صادق آتا ہے حفظ ما تقدم و نسبت عکس اشیاء۔

(۱۰) اور سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا ہے۔ یہود کی تعجب سے کہا [illegible]

ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ولئن شئنا لنذہبن الذی اوحینا الیک ثم لا تجد لک بہ علینا وکیلا الا رحمۃ من ربک ان فضلہ کان علیک کبیرا۔ (بنی اسرائیل ع ۱۰)	روح میرے رب کا امر ہے [illegible] اور تم تہوڑا ہی سا علم دیے گئے ہو اور ہم چاہیں تو جو کچہ ہمنے وحی کی تجہ سے ہے وہ بہی لیجاویں پہر تو کسیکو اسکے لانے کا ذمہ دار نہ پاوے بجز رحمت تیرے رب کے تجہ پر اسکا فضل ہے

صحیح بخاری و غیرہ میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ یہودیوں نے آنحضرت سے روح کا حال پوچہا

عن ابن مسعود فی حدیث فقام رجل منھم فقال یا ابا القاسم ما الروح فسکت فقلت انہ یوحی الیہ فقمت فلما انجلی عنہ قال ویسئلونک	تو آپنے سکوت کیا اور کچہ جواب نہ دیا۔ میں جان لیا کہ آپ کیطرف نزول وحی ہو رہا ہے پس میں وہیں کہڑا رہا جب آنحضرت کی وہ حالت کرب

من الروح (بخاری ص)

دہقراری جو وقت نزول وحی ہوا کرتی تھی ہوا کرتی تاہل ہوگی
تو آنحضرت نے یہ آیت پڑھ کر اس آیت و حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ آنحضرت کو حقیقت روح کا
علم نہ تھا۔ اور اگر وحی (جو بقول آنریبل صاحب آلہ علوم حقائق ہے) امر طبعی و داخل طبیعت یا خیال میں
ہوتا تو حقیقت روح کیا حقیقت خدا تعالیٰ کا علم بھی آپ کے لئے ضروری تھا۔ علاوہ بریں اس
آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وحی ایسا امر خارجی و اکتسابی و عارضی ہے کہ بعد نزول حصول
اسکا اٹھا لیجانا اور آنحضرت کے سینہ سے محو کر دینا ممکن تھا خدا چاہتا تو ایسا کر دیتا پر اس نے اپنے
فضل و کرم سے ایسا نہیں کیا۔

اب ہم کہاں تک آیات کو شمار کرتے جائیں ان آیات عشرہ سے ہمارا ایک استدلال یا بیانات تھا
اور نہ وہ ہے کہ ہر ایک آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض امور کی نسبت آنحضرت پر کئی دنوں تک اور وقت
حالت حرت پیدا ہوئی ہے کے نزول وحی نہیں ہوا اور بعض اوقات میں عرصہ وحی کا انقطاع رہا اور
اگر وحی طبعی و داخل ہوتا تو یہ خلل انعدام وحی پر کیونکر ہوتا شما ہمارے استدلال پر جو آنحضرت کی
حالت انقطاع کے بیان ہوئی ہے اسکے غیر مفید ہونے کا اعتراض کریں کہ بعض ہونے کا اس کے غیر ہونے کا مقتضی نہیں ہوتا کہ اسلئے
وحی کا وقت نزول جو امور غیبیہ کا علم حاصل ہونے کے لئے ضروری ہے۔ دیکھ بھال کے لئے ہونا امر ضروری ہے
تو کہا جائے گا کہ ہمارا استدلال ہی ہے کہ وہ تمام امور جو اسکے ذریعہ سے حاصل ہوئے ان سے تم اسکا وجوب ثابت نہیں
کر سکتے خود وحی کو بالتبعید و حضر انکشاف حقائق ثابت کرنا ہے اور ان آیات کا ہم نے محدود نہیں کیا۔
جس سے وحی کا غیر مفید ہونا سمجھا گیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ان غیبیات کا علم ہونے کے لئے ضروری
ٹھہرائی گئی۔ اب اگر طریق طلبش و باطل شناعر اس کلام کا پیش نظر دل میں رکھتے اور بیان کرتے ہو کہ ان
اشارات سے جو ہم نے اوپر بیان ہوئی کو معلوم ہو چکی ہیں تو بھی ہمارا استدلال (آیات قسم دوم
سے نہ سہی) آیات خمسہ قسم اول سے صحیح ثابت ہو جو امور محدود و محصور کا دریافت کرنا قوت وحی میں
داخل تھا انمیں وحی کا مدت ہا دراز تک کیوں تا فوہ انقطاع رہا اور عین موقع ضرورت و حالت شوق
و میلان طبیعت پر انکو کیوں نہ دریافت کیا گیا۔

اسی مچھلی کی نظیر کو دیکھئے۔ جس حد تک مچھلی کے لئے تیرنے کی قوت ہوتی ہے اس حد تک جیسا وہ تیرنا چاہے بشرطیکہ موانع تیر سکتی ہے۔ اسیطرح جن امور کا دریافت کرنا قوت وحی میں داخل تھا ان امور کو صاحب وحی نے بوقت خواہش وحاجت کیوں نہ دریافت کر لیا۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ وحی آپ کے طبعی اقتداء میں ہو پھر اسکی ذریعہ سے اپنے گھر کا حال آپ پر نہ کھلے۔ بریرہ لونڈی سے آپ اپنے اہلبیت کی برات کا حال پوچھیں اور اپنے دلی مشیر وحی سے دریافت نہ کریں اور اس کشمکش میں مہینا بھر رنج و تردد میں مبتلا رہیں۔

ایسے امور کے بروقت شوق وحاجت و میلان طبیعت کے سمجھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وحی فوارہ کی مانند اندر سے نہیں اٹھتی اور وہ داخلی امر نہیں ہے بلکہ مینہ کی طرح اوپر سے برستی ہے اور تار برقی کی مانند خارجی امر ہے۔ اسکا نزول و حصول طبیعت نبی کے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ طبیعت اسمیں اس بے اختیار آئینہ کے مانند ہے جس پر آفتاب یا کوئی اور صحل منجانب فیضان انوار کرتا ہے وھو المدعا۔ **استدلال دوم**۔ بہت سی آیات میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ جو کچھ آنحضرت پر وحی ہوا ہے وہ آنحضرت نے بڑی مشقت و جدوجہد سے جبرئیل امین سے سیکھا ہے جب جبرئیل امین وحی لاتے تو آنحضرت صلعم اسکے ساتھ پڑھنے لگ جاتے اور اسمیں بہت تکلیف اٹھاتے۔ چنانچہ اس مضمون کے آیات نمبر ۹ و ۱۰ اس صفحہ ۶۶ و ۸۴ و ۸۵ تفسیر نقل ہو چکے ہیں۔

اور سورہ طٰہٰ میں ارشاد ہے کہ اس قرآن کے سیکھنے میں تو جلدی نہ کر پہلے اس سے کہ تیری طرف اسکا وحی ہونا تمام ہو اور کہا اے رب میرے علم زیادہ کر۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم قرآن پڑھنے میں جلدی کرتے جبرئیل کی قرأت سے فارغ ہونے سے پہلے یعنے ساتھ ساتھ پڑھنے لگجاتے خدا تعالی نے اس سے منع کیا یہ ایسا ہی جو دوسری آیت میں ارشاد ہے۔ اس قرآن کے ساتھ اپنی زبان نہ ہلا کہ وہ تجھے جلد آجائے۔

لا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ وقل رب زدنی علما۔ (طٰہٰ ع ۶)

قال المفسرون کان النبی صلعم یبادر جبرئیل فیقرء القرآن قبل فراغ جبرئیل من الوحی حرصا منہ علی ما ینزل علیہ من القرآن فنھی عن العجلۃ وقیل لا تسبق بہ لسانک لتعجل بہ (فتح القدیر علی ھامش فتح البیان ج ۶ ص ۱۹۳ تفسیر الکبیر ج ۵ ص ۱۶۲)

مضامین محققِ بھاری جنکی اشاعت کا ضمیمہ نمبر ۲ مین وعدہ دیا گیا تھا

نمبر ۱

معجزہ اور قانون قدرت

تفسیر قرآن نیچری خان صاحب مین معجزہ سے انکار ہوا ہے اور اُسپر وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بھا الاولون کو دلیل ٹھہرایا ہے۔

مین کہتا ہون یہہ کہنا ایسا ہے جیسا حضرت مسیح نے کہا ہے چنانچہ متی باب ۱۲ اور س ۳۸ مین ہے تب بعضی کاتبون اور فریسیون نے پھر کے کہا اے مرشد ہم چاہتے ہین کہ تیرا ایک معجزہ دیکھین پر اُسنے اُنہون کے جواب مین کہا کہ اس زمانہ کے بدذات اور حرامکار لوگ معجزہ ڈہونڈہتے ہین پر انہین کوئی معجزہ سوائے یونس نبی کے نشان کے دکہایا نجائیگا (تعلیقات جناب منشی چراغ علی صاحب بجواب لاجواب عماد الدین لاہوری صفحہ ۳۴) اور معجزہ کے باب مین حکما، وعلما، یورپ مختلف مین جو لوگ پابند کتاب ہین وہ مقر و مثبت معجزہ ہین اور جو ملحد و لامذہب ہین وہ منکر و مکذب ہین اور چونکہ خان صاحب بہادر اکثر ملحدون و لامذہبون کی تقلید کو پسند کرتے ہین اسلئے انکار معجزہ مین بھی انہی ملحدون کی تقلید پر چلے ہین۔

معجزہ کا انکار سب سے پہلے ایک بڑے مشہور ملحد **ہوم صاحب** نے کیا ہے اُسکے بعد جو منکر ہوا ہے اُسیکا مقلد ہے یہانتک کہ اسکا سلسلہ وراثت خان صاحب بہادر کو پہنچا۔

اس باب مین **ڈی ڈبلیو ٹامس صاحب** ایم اے پرنسپل میتھوڈسٹ اپسکوپل چرچ نے ایک کتاب لکھی ہے جسمین اُن ملحدون کے قول کو رد کیا ہے اور معجزہ کا قانون قدرت کے مطابق ہونا ثابت کیا ہے ہم اسمقام پر اُسکا انتخاب وضمناً مطلب نقل کرتے ہین۔ اسمین ہمنے اتنا تصرف کیا ہے کہ مصنف نے تو اپنی کلام کو صرف اثبات معجزات مسیح سے مخصوص کیا ہے اور ہمنے اسکو عام معجزات کا مثبت بنا دیا ہے

اور نیز اُس نے بخیال الوہیت حضرت مسیح کے معجزات کو مسیح کی طرف منسوب کیا ہے اور اُنہی کو خالق معجزات ٹھہرایا ہے اور ہمنے اُن معجزات کو خدا کی طرف منسوب کیا ہے جو مسیح اور اسکی والدہ صدیقہ کا خالق ہے باقی مضمون سب اُسی مصنف کا ہے۔

وھو ھذا

جاننا چاہیے کہ لفظ معجزہ کے اصلی معنی وہی ہین جو عجیب کے ہین لیکن یہہ کچھہ ضرور نہین ہے کہ جو فعل عجیب ہو معجزہ کہلاوے ممکن ہے کہ ایک چیز عجیب و غریب ہو اور معجزہ نہ کہلاوے بلکہ فطرت کے مطابق ہو اور سکو بوجہ عدم واقفیت اُن قوانین کے عجیب و غریب معلوم ہوتی ہو۔ پس معجزہ نام اُس فعل کا ہے جو طاقت انسانی سے باہر اور فطرت کے عام قوانین مقررہ سے مختلف ہو خود خدا نے اپنے کسی حکم یا پیغمبر یا رسول کی تصدیق کے واسطے ظاہر کیا ہو اور ممکن ہے کہ ادنیٰ معجزہ سے قوانین فطرت مین جنپر قوام دنیا کا موقوف ہے کسیطرح کی مداخلت ظاہری پائی جاوے لیکن وہ درحقیقت مخل قوانین فطرت یا خلاف قوانین علت و معلول کے نہین ہوتا بلکہ عام نظام خلقی کی مقرری قاعدے سے مخصوص ہوتا ہے اور ان مین اُن مین فرق اتنا ہے کہ جو معلومات نظام خلقی کے قواعد عامہ کے موافق ہوتے ہین انکو ہم فطرت کہتے ہین اور جو اس ترتیب عام سے جدا ہین انکو معجزہ کہتے ہین مثلاً رات دن کا ہونا اور تغیر ایام اور مہینون کا مرجھانا اور گرپڑنا پتیون اور درختون کا پہننا بخارات کا اٹھنا۔ سب باتین فطرت کے مقرری قواعد کے موافق ہوتی رہتی ہین یعنی انکا ظہور برابر ایک ہی ترتیب سے جاری ہے جس سے خدا کی قدرت کہ وہ جہان کا محافظ اور ناظم ہے ظاہر ہوتی ہے اور معجزات مثلاً مسیح کا مردون کو جلانا اور پانچ جو کی روٹیون اور تھوڑی سی مچھلیون کو اسقدر بڑھا دینا کہ پانچہزار آدمی کہالین اور بچا رہا ٹوکرے بھر رہین (یا محمد رسول اللہ صلعم کا ابوطلحہ کی دعوت مین ایک روٹی سے ستر یا اسی آدمی کو رجا دینا۔ اور حدیبیہ کے دن ایک چھوٹی سے برتن کے پانی سے پندرہ سو آدمی کو وضو کرا دینا) یہہ سب کام تجربہ کے برخلاف اور طاقت بشری سے باہر ہین اور یہہ خدا کی قدرت کے غیر معمولی عمل ہین اور اسواسطے معجزات کہلاے اور کبھی خلقت کے عام ترتیب

سی بھی معجزات ملے ہوتے ہین۔ یعنی خدا کو اختیار ہے وہ جو چاہے تو انہین چیزون سے جو موافق تقرری قاعدون کے معمولی نتائج پیدا کرتی ہین دفعتہً ایسے نتائج ظاہر کردے کہ جو معمولی نتائج سے بالکل مختلف ہون مثلاً موسیٰ نے دریا پہ ہاتھ بڑہایا اور خدا و تعالےٰ نے بسبب بڑی مشرقی آندہی کے تمام رات مین

† یہہ مصنف کی رائے ہے جو عیسائی مذہب ہے اہل اسلام کا اس مقدمہ مین یہہ اعتقاد ہے کہ یہان غیر معمولی وقعی آپ سے کام لیا گیا ہے خدا نے موسیٰ کو حکم کیا کہ اپنی لاٹھی دریا کو مار اُس نے لاٹھی ماری تو دریا پھٹ گیا اور پانی کنارا ہو گیا اور ہر ایک ٹکڑا پانی کا پہاڑ کا سا ہو گیا پس موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھ والے اُن دروں سے نکل گئے اور فرعون انہین پہنچا تو وہ معہ لشکر غرق ہوا۔

فاوحینا الی موسی ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم وازلفنا ثم الاخرین وانجینا موسی ومن معہ اجمعین ثم اغرقنا الاخرین وترک البحر رھوا انھم جند مغرقون (دخان ۱۶)	

جناب خان صاحب بہادر اس مقدمہ مین ایسی ٹیڑہی چال چلے ہین جو نہ اہل اسلام کے موافق ہے نہ عیسائیون کے آپ صفحہ ۹۹ وغیرہ تفسیر پنجہ دیگر فرماتے ہین کہ وہان چلتا دریا نہ ٹہر گیا تہا اور نہ پھٹ گیا تہا اور نہ اُس کا پانی خشک ہو گیا تہا۔ بلکہ وہان سمندر مین مدوجزر ہوا تہا جسکو ہندی مین جوار بہاٹا کہا جاتا ہے جب حضرت موسیٰ پہنچے تو جزر یعنی پانی اُترنے کا وقت تہا اسلیے وہ پار اُتر گئے۔ جب فرعون پہنچا تو مد آگیا اسلیے وہ غرق ہوا۔ یہان معجزہ خلاف عادت نہین ہوا۔ اسکا جواب، ہمارے مولوی سید الطاف حسین صاحب نے رسالہ کشف داز مین جو خاص بہادر کے تاریخی حالات مین مرقوم ہے خوب ادا فرمایا ہے اس مقام مین اُسی کا نقل کرنا کافی ہے آپ فرماتے ہین۔ بہت تعجب وہنہایت افسوس ہے کہ مفسر پنجہ دیگر کا نام تو سن لیا مگر ابہی شاید یہہ معلوم نہین کہ جزر کی حالت مین سمندر ایسا پایاب کبہی نہین ہو سکتا کہ فوج پار ہو جاوے۔ وان پانی پہلا ہو سکتا ہے دار پار ہونیکے قابل نہین ہو سکتا۔ اور پھر اس قدر جلد اترنا فائدہ کثیر کا نہایت مشکل ہے علاوہ ازین دلدل بہت رہ جاتی ہے اسلیے وہان کہ اترنا پانی سے بہی زیادہ دشوار و بعید از محال ہے۔ سنا ہے کہ یہہ باتین صاحبزادہ لا مذہب سے سنی سنائی ہین جغرافیہ پڑہے ہوتے تو ایسا نہ فرماتے۔ ہمارے مسجزہ جغرافیہ والی سابق اور پھر ایسا نہین ہو سکتا ہے۔ ہمنے مانا کہ سمندر کی حالت بدلتی رہتی ہے پہلے اسکا ثبوت بخوبی دو کہ ان خاص ایسی حالت مسجزہ قدیم کو تھی

دریا کو چلایا اور دریا کو سکھا دیا اور پانی کو دو حصہ کیا - دیکھئے کہ پانی کے قدرتی کشش جو اسفل کیطرف ہے اُسوقت مین شدت طوفان اُس کشش کی مانع ہوئی - پس یون کہنا چاہئے کہ خلقت کے ایک قاعدے پر دوسرا قاعدہ دفعتہً غالب آگیا نہ یہہ کہ کوئی امر خلاف قاعدہ فطرت ہوا یا ہونیہ اسکے معجزہ ہونے مین کچھہ کلام نہین وہ ایسا صریحی اور حقیقی ہوا کہ گویا خدا نے بلا علاقہ عام قوانین فطرت یعنی اُن قاعدون کو توڑکر وہ معجزہ دکھلایا پس بلاشک ہم نہین کہہ سکتے کہ وہ امر خلاف قواعد فطرت ہوا شاید وہ فعل کسی اور قاعدہ نامعلومہ کے مطابق جسکو ہم آدمی نہین جانتے وقوع مین آیا ہو الغرض معجزون معنون کی تصریح دینے اِس مقام پر اسوجہہ سے کی ہے کہ خاص اعتراض معجزون پر صحیح معنون کے سمجھنے

اور اتنی ہی دیر مین مدد آگئی جو لشکر فرعون ہو گیا - تعجب کہ انہین نہ معلوم ہوا حالانکہ اِس قدر جلد کیا رگی مدد جبرئیل نہین آسکتا - یہہ کشش تو جون جون چاند گھٹتا بڑہتا ہے اُسی قدر دو دو ہفتہ مین ہوتی جاتی ہی سمندر کے پانیکا اُتار چڑہاؤ اسقدر جلد آناً فاناً نہین ہوتا اور راستہ صاف ہونا تو کیسا - اب کوئی تاریخ خاص کسی موخ خامی کی ایسی لائے جس سے کمال ہیئت دانی ہی ثابت ہو کہ وہ بدون اختلاف بدہتا - **راقم** کہتا ہے دلطلان تاویل سہرا یا تسویل جناب پر اور وجوہات ہی شاہد ہین جنکا بیان ہم کسی مستقل تحریر مین کرینگے - **بیضہ** بڑی **قوی** وجہہ ہے کہ اگر یہہ مدوجزر ہوتا تو فرعون اور اسکے تمام ارکان دولت و عامہ خلائق کو معلوم نہ ہوتا - ؟ کیا یہہ **تعجب** کی بات نہین ہے ؟ کہ حضرت موسیٰ (جنہون نے حضرت شعیب کی بکریان چرائین ایک مدت عمر بسر کی اور علوم و تجارب دنیاوی سے انکو خبر پوری نہ تہی) مدوجزر کو جانین اور فرعون جو وقت کا بادشاہ تہا اور کمالات دنیاوی مین یہہ دعوی رکہتا تہا کہ انا ربکم الاعلی سب کچھ جانتا اِس سے بے خبر رہے اور یہہ نہ سوچے کہ وقت عبور موسیٰ تو وقت جزر تہا اب وقت مد آگیا ہے اسمین میرا پار اترنا کہان ممکن ہے -

ایسا ہی قوم موسیٰ سے (جنمین بہتیرے معمر دنیادار و تجربہ کار بہی تہے) **تعجب** ہے کہ وہ بہی وقت جزر کو نہ جانے - لشکر فرعون اور دریا کو دیکھتے ہی پکار اُٹہین کہ بس ہم تو پکڑے گئے پہر حضرت موسیٰ کے صرف اتنے ہی کہنے پر کہ میرا رب میرے ساتہ ہے مطمئن ہو گئے -

فلما تراء الجمعان قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا ان معی ربی سیهدین -

(شعرا ۶۱ - ۴)

اڈیٹر -

سے ہے مثلاً بعضی نیچر اعتراض کرتے ہین کہ جب قوانین فطرت خدا کے بنائے قوانین ٹھہرے تو پھر ہمین تغیر و تبدل یا کسیطرح کی اصلاح کیونکر ممکن ہے یعنی خدا اپنے قانون کو آپ نہین توڑتا پس معجزہ ہونا غیر ممکن ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ واقع مین خلقت کیواسطے کچھہ قاعدے مقرری پائے جاتے ہین جنکو ہم قواعد فطرت کہتے ہین اور وہ بیشک خدا کے مقرر کئے ہوئے ہین لیکن نفس قواعد پر غور کیجاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالذات کچھہ قدرت نہین رکھتے کہ کسی نتیجہ کو پیدا کرسکین وہ تو صرف نام ہے اُس طریقہ عام کا جو خدا نے اپنے جہان کی محافظت کی اور طرح طرح کے تغیرات کیواسطے مقرر کیا ہے یہہ دعوی کہ وقوع معجزے کا غیر ممکن ہے اسواسطے کہ قوانین فطرت منسوخ نہین ہوسکتے غلط بنا پر ہے معجزہ کسیطرح مخل قانون نہین ہے تاہم اسکو ہم خود تسلیم کرتے ہین کہ جن معجزات کا ذکر کتب مقدسہ مین پایا جاتا ہے اُنکے وقوع سے قوانین عامہ فطرت مین کسیقدر روک ہوگئی ہے جس سے خدا کی قدرت اور بھی زیادہ صفائی سے ظاہر ہوئی - اگرچہ فطرت کی ترتیب مین ذرا سا فرق آگیا اور اس قسم کے اختلاف کو جسمین فطرت کے عام قواعد سے مخالفت ہو نسخ قوانین فطرت کسیطرح نہین کہا جاسکتا - مثلاً مرغی کے بچون کو دیکھو کہ عام قاعدہ اُنکے پیدا ہونیکا یہہ ہے کہ انڈے مرغی کے تلے رکھے جاتے ہین وہ چند ہفتون معینہ تک اُنکو سیتی ہے یہان تک کہ بچہ نکل آتے ہین لیکن آجکل بغیر مرغی کے تنور مین انڈون کو مدت معینہ کی گرمی پہنچا کے بچے نکالے جاتے ہین تو یہہ طریقہ جدید خلقت کے عام قاعدہ سے بیشک مختلف ہوا - لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ خلاف قاعدے کے ہوا یا اسمین نسخ قوانین فطرت لازم آیا - اسیطرح گرم ملکون مین گرمی کے موسم مین پانی کا جمنا فطرت کے عام قاعدے کے خلاف معلوم ہوتا ہے تاہم آدمیون نے ایسی کلین نکالی ہین جن سے بذریعہ چند مصالحون کے گرمی کے موسم مین برف جمایا جاتا ہے اب اسکو کون کہہ سکتا ہے کہ خلاف قاعدہ ہوا اس تشریح سے میرا یہہ مطلب نہین ہے کہ جو فعل انسان سے ہو معجزہ ہے یعنی گرمی پہنچا کر انڈون سے بچے نکالنا یا گرمی مین برف جمانا یہہ بھی معجزہ ہوا بلکہ یہہ مطلب ہے کہ یہہ مثالین مسیح اور اُسکے حواریون کے معجزون سے مشابہت کلی رکھتی ہین کہ خدا جو تمام خلقت کا خالق اور تمام قوانین کا واضع ہے اسکو اپنے سب قوانین اور افعال کا اختیار کلی ہے اور اسی سبب سے وہ ایسی عجیب باتین

جو طاقت انسانی سے باہر ہون دکھلا سکتا ہے اور ایسے عجیب افعال کو ہم اپنی اصطلاح مین معجزات کہتے ہین ۔ ہمارا مطلب اوپر کی تشریح سے صرف اسیقدر ہے کہ جبکہ آدمی گرمی پہنچا کر پتے نکالنے اور گرمی مین برف جما سکتا ہے تو خدا نے اگر اپنی قدرت کو فطرت کی عام ترتیب کے موافق نہ استعمال کیا بلکہ کسی خاص و عجیب طور سے یعنی معجزانہ طور پر ظاہر کیا تو کیا استحالہ لازم آتا ہے اگر آدمی مقررہ طریقہ کے بدلنے سے قوانین فطرت کا توڑنے والا نہین ٹہرتا بلکہ اور اسکی عقلمندی ظاہر ہوتی ہے تو خالق بھی اپنی عام ترتیب کے بدلنے سے توڑنے والا نہین ہو سکتا بلکہ اُسکی دانائی ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ آدمی کے واسطے کچھہ ضرور نہین کہ جو فعل اُس سے سرزد ہو بعینہٖ اُسی قاعدہ فطرت کے موافق ہو کہ جسمین حکا فرق نہ پڑے بلکہ صدہا افعال انسان سے ایسے وقوع مین آتے ہین جو عام قاعدہ سے بہت مختلف ہوتے ہین تو اسیطرح خدا جو واضع حقیقی ان سب قانونوں کا ہے اُسکے واسطے تو بدرجہ اولی کچھہ ضرور نہ ہوگا کہ سب بعینہٖ اُسی عام قاعدہ کے مطابق کرے پس مطلب یہ ہے کہ خدا جو سب کا مالک ہے گو کیسی ہی غیر محدود قدرت رکھتا ہے اور گو کیسی ہی دانائی اور پاکی اُسکے صفات سے ظاہر ہوتی ہے اور طریقہ قدرت مین تغیر ہوجاتا ہے لیکن قانون وہی رہتا ہے وہ کبھی نہین ٹوٹتا ہے جیسے آدمی اپنی قدرت خلقت مین قوانین مقررہ سے مخالف طور پر ظاہر کرتا ہے اور پھر بھی نسخ قانون نہین کہلاتا ۔ اسیطرح ممکن ہے کہ خدا بھی اپنی قدرت کاملہ سے اور طور پر اپنے قواعد عامہ جیسے اب نظم و نسق جاری ہے اُن کے سوا اور کسی طور سے بھی ظاہر کرے اب ہمین اسی بحث پر کہ مقدمہ کے معجزات کو مطابقت دینا چاہیے جس حالت مین کہ انگور کا رس مے بنتی ہے یہ سمجھنے خدا کی قدرت سے پانی سے شراب بنادی تو عام طریقے سے ذرا جدا ہوا اسی طرح پانچ چھ گھنٹون سے کئی ہزار آدمیون کی رجا دینا بھی اسی قدرت خداوندی کے نئے طور پر کام مین لانے ان دونون صورتون مین اس نے دفعتاً اُسی کام کو کر دیا جو موافق قاعدہ عام جسمین آہستہ اور دوسرے طور پر وقوع مین آتا جسطرح عرق انگورون مین پہنچتا اور پھر اُس سے انگور شربت ہوتے اوپھر اُس سے شراب بنتی اُس نے دفعتاً ایسا کر دیا کہ پانی کی شراب ہوگئی ۔ علی ہذا القیاس روٹی کو سمجھہ لو۔

پس پیدا کرنیوالی قدرت کو اس نئے طور کی قدرت سے وہ ہی نسبت ہی جو بڑے کو چھوٹے سے یا کل کو جزو سے ہوتی ہے۔ ان صورتون مین قدرت کا قانون کہ مراد اُس سے صرف اُس پیدا کرنیوالے کو اپنی بے انتہا دانائی اور الوہیت کے مطابق ظاہر کرنا ہے خواہ عام طریقہ پر یا خاص طریقہ سے ہو نہین لوٹتا پس خدا کے قانون کی نسبت یہہ گمان کرنا کہ سوائے اُن عام قاعدون کے اور کوئی صورت اُسکی تاثیر کی نہین صحیح نہین ہے تو ایسا ہوگا جیسے کوئی طالب علم اپنے اُستاد سے صرف ایک دو سبق پڑھکے اُسے ازماوے یا یہہ شیخی مارے کہ مجھے اُسکے سب ہنر آگئے ہین اگر ثابت ہو جاوے کہ فطرت چند پوشیدہ اور محدود علتون اور معلولات کی جو ہمیشہ تک ایک رہینگی پابند ہی تو لازم آویگا کہ مذہب بلکہ شان رزاقی خدا کی بھی باطل ہے اور حقوق انسانی محفوظ ہوگا اور خدا کی بندگی اور نماز حماقت ہو لیکن یہہ خیال خلاف جمہور ہی اسکو کوئی بھی صحیح نہ کہیگا پس امکان معجزات کا انکار سخت الحاد ہے خدا کی ذات ہر طرح پر اپنی خلقت سے اعلیٰ اور اول ہے اور جیسی اُسکی ذات اعلیٰ ہے ویسی ہی اُسکی قدرت بھی ضرور ہے کہ اعلیٰ ہو۔ اور جیسی اُسکی قدرت قدرت انسانی سے بڑھکر ہے ویسے ہی اُسکے افعال بھی برتر ہونا چاہئے۔ پس اُسکی قدرت کا انکار کرنا یعنی یہہ کہنا کہ وہ ترتیب قوانین فطرت نہین بدل سکتا ہے اسکو انسان کے درجہ سے بھی گرا دینا ہے۔ اسواسطے کہ انسان ہر وقت مین یہہ قدرت رکھتا ہے کہ قواعد فطرت مین مداخلت کرے اور چاہے تو اُنکے نتائج بدل دے مین کہتا ہون کہ ایک ذرا سے بچے مین یہہ قدرت ہی کہ قواعد فطرت کی ترتیب مین فرق ڈالکر مختلف نتائج پیدا کرے مثلاً فرض کیجئے کہ کوئی لڑکا باغ مین کھیلتے ہوئے کوئی اچھا پھول دیکھے اور اسکو توڑکے گھر لیجاوے اور اسکو توڑنے کے سبب جلد آفتاب کی گرمی سے مرجھا جاوے اگر ذرا سا بچا تو قوانین فطرت کے موافق زیادہ دنون تک اُسکی تروتازگی اور خوشبو قایم رہتی ہے۔ دیکھئے ایک بچے مین یہہ قدرت ہی کہ مختلف نتیجہ پیدا کر دیا۔ پس جبکہ قانون فطرت ایسا معین نہ ٹھہرا بلکہ ایک بچے مین یہہ قدرت ہی کہ اُسکی ترتیب بدل سکتا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ خدا جو سب سے اعلیٰ اور اول ہے نہین بدل سکتا ہے یا نہین بدلتا ہے علم و تجربہ

سے دریافت ہوتا ہے کہ خدا نے ترتیب خلقت ضرور بدلی ہے خود کرہ زمین سے یہہ بات ظاہر ہے کہ وہ دفعتاً اسی ایک صورت مین نہین پیدا ہوا بلکہ رفتہ رفتہ مختلف ترتیبون سے حالت موجودہ کو پہنچا ہے چنانچہ یہی علم جمادات سے معلوم ہوتا ہے ایک نوع کی چیزون کا پیدا ہو جانا پھر اُس سے نئے نئی طرح کی مخلوق کا ہونا اور اس نئی مخلوق کی طبیعتون کے مناسب آب و ہوا کا بدل جانا چونکہ یہہ سب باتین ایسی ہین کہ مقرری قواعد نہین ٹھہر سکتے ہین بلکہ خلاف ترتیب مقرری ہین اسواسطے یہہ سب گویا کہ اتنے بہت سی نوع بنوع کے معجزات ہوئے طبقہ زمین کی چٹانین جو نوبت بنوبت بنی ہین حقیقت مین تمام معجزات ہین جو کتب مقدسہ کے معجزات سے بھی زیادہ ہین انبیاء اور حواریون نے جس قدر معجزات بیان کئے ہین وہ کچھہ اُن واقعات سے جو زمین کے معدنیات مین گذرے ہین زیادہ نہین ہین - علم جمادات سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آب و ہوا مین اور اُس آب و ہوا کی وجہہ سے جانورون کی حالات مین بڑا تغیر واقع ہوا ہے - گرم ملکون کے جانورون کے بقیے سرد ملکون مین پائے جاتے ہین خلقت مین بہتیری ایسی چیزین ہزارہا برس قبل اس قانون مقرری کے بموجب اس وقت کے مناسب پیدا ہوئی ہونگی اگر وہ چیزین دفعتاً ہمارے سامنے ظاہر ہون تو ہم اُنکو ضرور معجزہ کہین قطع نظر اسکے ممکن ہے کہ بہتیرے عالم ہون جنمین قوانین فطرت بعینہٖ وہی ہون جو اس دنیا مین معجزات کہلاتے ہین - پس اگر خدا اُن عالمون مین اپنی قدرت اس طور پر ظاہر کرے جیسے اس دُنیا مین کرتا ہے تو البتہ وہان کے رہنے والے متحیر ہو جاوین اور اسکو معجزہ کہین کیونکہ اُن کے نزدیک وہ بالکل نئی اور عجیب معلوم ہوین پھر جن باتون کو ہم معجزات کہتے ہین ممکن ہے کہ وہ قواعد فطرت کے مطابق ہون جنکو خدا نے اپنی دینی حکومت کی خاص مصلحتون کے واسطے مقرر کیا ہو جو مدتون کے بعد بوقت ضرورت وقوع مین آتی ہون لڑائی کے قوانین سے ہمارے اس بیان کی اچھی طرح تشبیہ ہو سکتی ہے مثلاً جب ملک مین صلح اور امن و امان ہوتی ہے تو ہر کام موافق قواعد مقررہ کے ہوتا ہے اور جب کوئی ہنگامہ برپا ہو تو صلح کے قوانین جاتے رہتے ہین اور مختلف قاعدے اور نئے نئے ضوابط مقرر کئے جاتے ہین تسپر بھی نفس قواعد جیسے صلح مین تھے ویسے ہی اسوقت مین کچھہ نہ کچھہ ضرور ہوتے ہین

اسواسطے لایق اعتبار نہین جواب دیتے ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ دوسرا اعتراض پہلے ہی پہل ایک بڑے مشہور ملحد ہوم صاحب نے کیا ہے اُسکے بعد اورون نے اسکی تقلید کی ہے غرض وجوہ خاص اس اعتراض کے جو مین نے انمین پہلی وجہ یہہ ہے کہ معجزہ مستلزم نسخ قوانین فطری ہے اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ چونکہ وہ خلاف تجربہ ہے صرف گواہی سے اسکا ثبوت نہین ہوسکتا ہے بلکہ اس صورت مین معجزہ یقینی جاننے کی نسبت گواہی کا باطل سمجھنا زیادہ یقینی ہے اس اعتراض کا جواب جہانتک نسخ قوانین سے تعلق رکھتا ہے ہمنے پہلے ہی دیدیا ہے یہہ دعوی سرے سے ہی غلط ہے ہم نے خوب ثابت کردیا ہے کہ جسکو لوگ غلطی سے منسوخ ہونا کہتے ہین وہ درحقیقت منسوخ ہونا نہین ہے بلکہ وہ صرف تغیر ہیئت ادنی کا اعلی کیطرف ہے کیونکہ جس حالت مین معجزہ قوانین مقررہ کو بالعوض توڑ دیتے اور زیادہ قایم کرتا ہے اور تقویت دیتا ہے تو یہہ اعتراض کہ وہ نسخ قوانین فطرت ہوکر خود بخود باطل ہوجاتا ہے۔ رہا یہہ امر کہ معجزہ کے یقینی جاننے سے گواہی کا باطل سمجھنا آسان ہے سو اسکے جواب مین یہہ ضرور سمجھنا چاہیے کہ معجزات کسی عام شہادت سے ثابت نہین ہوتے بلکہ خاص طرح کی شہادت سے ہم خود کہتے ہین کہ ممکن ہے کہ بعضی گواہی غلط ہو لیکن یہہ نہین ہوسکتا کہ ہر طرح کی گواہی ایک قوم غلط ہو کیونکہ بعض قسم کی گواہیان ایسی بھی ہین کہ غلطی سے قریب بالکل خالی ہین یہانتک کہ ہم کہہ سکتے ہین کہ یہہ امر انمین ممکن نہین †۔

نمبر ۲

نیچر اور اسلام

آنریبل صاحب بہادر نے یہہ بھی دعوی کیا ہے کہ اسلام نیچر ہے اور نیچر اسلام اسمین دو وجہ سے بحث ہے اول یہہ کہ نیچر کوئی چیز مشخص و منضبط جسمین تغیر واقع نہو نہین ہے اور اس کا کوئی عام رول و کلی قانون نہین ہے پھر وہ اسلام یا اور مذہب حق جس کا انضباط و پایدار ہونا ضروری و مسلم ہے کیونکر ہوسکتا ہے۔ حکما انگلستان سے بعض لوگون نے کہا ہے

† اس سے مراد وہ شہادت ہے جو تواتر سے ثابت ہوا سکا یقینی اور صادق ہونا مطبع عالیہ وغیرہ کتب کلام مین مدلل ہے

اور آرام اُٹھاتے اور کہاتا کہاتے ہین اگر کوئی ضابطہ یا قانون ایسا نہ ہوتا جسکے مطابق دنیا کا نظم و نسق جاری ہوتا تو بیشک معجزہ کا بھی وجود نہ ہوتا ہر امر بے قاعدہ ہوتا جسکی وجہ سے کوئی مذہب بھی ثابت نہ ہوتا اسواسطے کہ وجود ایمان کا اُسوقت مین غیر ممکن ہوتا اگر آدمی پہلے سے فطرت کے قواعد مقررہ کے ادنی صورتون پر کاربند نہ ہوتا تو کسی چیز پر اسکا اعتقاد اور بھروسہ نہ ہو سکتا۔ بلکہ اُس وقت مین تمام مذہبی باتین اور ذہنی نتایج اور تمام عجیب عجیب کام جو خدا دکھلاتا ہے سب کے سب اتفاقی سمجھے جاتے یعنے لوگ یہہ سمجھتے کہ اتفاق سے ہو گئے پھر کبھی نہین وقوع مین آوینگے نہ کوئی خاص غرض انسے ہے۔ پس نظر بوجوہ بالا یہہ دعوی ہمارا کہ باوصف مقرر ہونے قوانین فطرت کے وقوع معجزہ کا ممکن ہے بلکہ یہی قوانین مقررہ امکان معجزہ کی دلیل ہے یعنی خاصکر انہین معجزون کے ممکن ہونیکے واسطے قوانین فطرت مقرر کئے ہین نہایت صحیح ہوگا۔ انسان کا دینی اور ابدی نفع دنیا کے ہر کام پر کہ چندروزہ ہے بیشک مقدم ہے حیات ابدی کے مقابلہ مین دنیا کی تمام نعمتین اور برکتین کچھہ بھی حقیقت نہین رکھتی ہین اور درحالیکہ یہہ ساری نظم و نسق فطری ہماری دنیاوی حیات کے لئے کارآمد ہین تو ظاہر ہے کہ دین کے واسطے تو بطریق اولی مفید ہونگی اسی سبب سے معجزہ کا ہونا ہی اگرچہ فطرت کا بندوبست مقرری ہی ہے ممکن ہے بلکہ امکان معجزہ کا اسی لئے ہوا کہ فطرت کے قواعد مقرری ہین۔ پس اگر مذہب آدمی کیواسطے سب سے عمدہ چیز ہے تو کیا یہہ ضرور نہین کہ وہ اور چیزون کی نسبت زیادہ مقرری ہو اظاہر ہے کہ تمام ادنی درجہ کی مخلوق اعلی مخلوق انسان کے تابع ہین۔

الغرض معترضون کا پہلا اعتراض جو ہے کہ فطرت کے قوانین مقرری ہین اسوجہہ سے وقوع معجزہ کا غیر ممکن ہے کیونکہ خدا جو قدیم و غیر متغیر ہے اپنے قوانین کو آپ نہین بدل سکتا۔ اُسکا جواب جیسا کہ اوپر گذرا دیکر اور یہہ ثابت کرکے کہ معجزہ نسخ قانون نہین بلکہ اُسی قانون فطری کی ادنی صورتون کی ہیئت مین کردینا معجزہ کہلاتا ہے جس سے نفس قانون کی خوبی اور بڑہجاتی ہے اور یہہ ثابت کرکے کہ وقوع معجزہ کا جس بنا پر غیر ممکن سمجھا گیا تھا اُسی بنا پر ممکن ہے یعنے اگر خلقت کیواسطے کچھہ قاعدے مقرر نہ ہوتے تو معجزہ کیونکہ ہوتا۔ اب ہم دوسرے اعتراض کا یعنی یہہ کہ معجزہ کا ثبوت یقینی نہین

تو اسوقت مالک مال کی رضامندی یا عدم رضامندی کا کچھ خیال نہین کیا جاتا اگر وہ بخوشی نہ دے تو بہ جبر لیا جاتا ہے - نوعی فایدون کے سامنے شخصی فایدون کا کچھ لحاظ نہین کیا جاتا - اسواسطے کہ کل ملک کا نفع ایک شخص کے نفع پر مقدم ہے پس اگر مال کے نفع پر عقل کا نفع مقدم سمجھا جاتا ہے یا عقل و ذہن کے حقوق ضمیر کے حقوق کے مقابل ملحوظ نہین ہوتے ہین یا شخصی نفع کا نوعی کے سامنے خیال نہین کیا جاتا ہے تو اسکو کون خلاف قاعدہ کہیگا اسمین یہی ہوا کہ ادنی اعلی کی تابع ہوگیا گویا ادنی اعلی مین ملگیا یا یون کہنا چاہیے کہ نفع عام مین خاص بھی ضمنًا آگیا اگر یہہ امر وسیع طور سے لحاظ کیا جاوے تو عین منشاء قانونی کے موافق ہے اور جیسا یہہ قانون تہا ویسا اب بھی ہے جیسا ضرور ہے کہ شخص تابع ملک جسم تابع عقل اور عقل تابع اخلاق کے ہو وے علی ہذا القیاس خلل کے اور قوانین کا حال ہے کہ ادنی اعلی کے تابع ہے - جمادات تابع حیوان کے اور حیوان تابع انسان کے اور اغراض دنیوی محکوم دینی کی ہین - ایسا ہی اگر خدا تعالی نے روحانی و اخلاقی اصول قایم کر نیکے لئے کسی جسمانی قانون کو بدلا مردونکو جلایا یا اندہون کو صرف مسیح کے ہاتہہ لگانیسے بصیر کر دیا تو اس سے صرف اتنا ہوا کہ اُسی قدرت الہیہ کی معمولی صورت کو جو ادنی مین پائی جاتی تہی آدمیون کی اعلی زندگی کے واسطے بدل دیا - اسمین اُس نے اپنے قانون کی اعلی صورتون کو بڑہایا اور ادنی کی فیاضانہ اور بجائز استعمال سے گویا اپنے قانون کو عزت بخشی - یہہ ظاہرًا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عام قانون فطرت معجزہ سے ٹوٹ گیا تاکہ روح کا اعلی قانون قایم ہے لیکن یہہ ظاہری شکل اسکی حقیقی حفاظت کیواسطے نہایت ضروریات سے تہا اس سے کوئی نہ سمجھے کہ ہمین قوانین مقررۂ فطرت سے انکار ہے ہمارا تسلیم فقط یہہ ہے کہ ادنی درجہ کے قانون کی ظاہری صورت کو اعلی سے بدل دینا قوانین فطری کے عین موافق ہے - ہمارا اقرار ہے کہ ایسے قواعد کا مقرر ہونا حیات انسانی کے واسطے ضروریات سے تہا اگر طلوع اور غروب آفتاب کا کوئی وقت مقرر نہ ہوتا جیسا اب ہے اور موسم و فصل کی کچھ قید نہ ہوتی اور بیجون کا اپنے اقسام کے پہل لانا ضروری و یقینی نہ ہوتا تو کیسی مصیبت کی حالت مین ہم بنی آدم ہوتے - اسی مقرری طریقہ کے سبب ہم اپنی زندگی کے حالات کا حساب کر سکتے ہین اور ٹہیک وقت پر کام کرتے

صرف اتنا ہے کہ ہیئت قاعدہ کے وقت مناسب بدل دی جاتی ہے لیکن یہہ بھی یاد رہے کہ خدا کا قانون محض جسمانی ہی نہین ہے یعنی حیوانات و نباتات کے طریقہ تمدن پر ہی موقوف نہین ہے بلکہ اس سے عمدہ اور اعلیٰ قانون ہے اور جیسے قوانین خلقت تمام دنیا کے واسطے ہین یہہ اعلیٰ قوانین تمام بنی آدم کیواسطے ہین یعنی مطلب یہہ ہے کہ جیسے جسم کیواسطے کچھہ قاعدے معین ہین ویسے ہی عقل اور اخلاق کیواسطے بھی کچھہ قاعدے پائے جاتے ہین جن سب کا ایک نام الہیات مقرر کیا ہے۔ لیکن ان سب قوانین روحانی اور جسمانی کی نسبت اگر خیال کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ کل ہی نہین ہین بلکہ یہہ تو اُس کُل کا صرف جُزو ہین خدا کے قاعدے اور مخلوقات اس قدر بیشمار ہین کہ ہماری ناقص عقل اندازہ نہین کرسکتی ہے اور اگر یہہ بھی فرض کرلیا جاوے کہ اسکے سب قاعدہ جہان تک ہمکو معلوم ہین ایک ہی ہین اُسوقت ہین بھی ظاہر ہے کہ درجے اُنکے مختلف ہین مثلاً جو عقل و اخلاق سے علاقہ رکھتے ہین وہ قواعد اجسام سے مختلف ہین یعنی اعلیٰ ہین چونکہ روح ذہن سے افضل ہے اسواسطے جو روحانی قاعدے ہین یعنی صفائی قلب سے علاقہ رکھتے ہین ضرور ہے کہ ذہن و عقل کے قاعدون سے بڑھکر ہون۔ اب سوچیے کہ اگر اعلیٰ کے جاری کرنیکیواسطے ادنیٰ کی کچھہ صورت بدل دی جاوے تو کیا قباحت ہوگی اور اسکو کون نسخ قوانین فطرت کہیگا کبھی لفظ ادنیٰ کا نہین ظاہر کرتا کہ وہ اعلےٰ کا تابع و خادم ہے جیساکہ تربیت آخرت سے ظاہر ہے آدمیون کو ہی دیکھہ لو کہ جسمی نفع کا اگرچہ ناروا ہی نہو روحانی نفع کے مقابلہ مین کچھہ خیال نہین کرتے ہین مثلاً دیکھو عام تعلیم کیلئے طرح تمام شہریون سے خرچ مدرسہ کا لیا جاتا ہے اس صورتمین عقل دولت کی حاکم ٹھہرتی ہے یا فرض کرو کہ ہم اپنے لڑکے کو کسی جگہہ مدرسہ بھیجنا چاہین اور دیکھین کہ وہان دو مدرسے تعلیم کیواسطے مقرر ہین جنمین سے ایک مدرسہ مین بہت اچھی طرح علم ادب اور کچھہ مشہور دینیات ناقص طور پر سکھلائے جاوے اور دوسرے مین خاص دینیات کو کہ اور علوم کا بندوبست اچھا نہو سکھائی جاتی ہو تو ظاہر ہے کہ دینیات کے مدرسہ کو ترجیح دینگے اور اول کو اسکے سامنے محکوم سمجھینگے اسی طرح خیال کیجیے کہ قانون ملکی یہہ ہے کہ رعایا کے مال و اسباب کی محافظت کیجاوے کہ جس طرح رعایا چاہے اُس سے نفع اُٹھاوے لیکن جب سرکار کو کسی عام قاعدے کیواسطے ضرورت دیہہ کی پڑے

مضمون محترم الہ آبادی

اسلام نیچر ہے نیچر اسلام ہے

آنریبل سید احمد خانصاحب بہادر سی ایس آئی نے تہذیب الاخلاق میں مطبوعہ دیقعدہ ۱۲۸۳ھ میں اثبات پر زور دیا ہے کہ اسلام فطرت ہے اور فطرت اسلام ہے۔ اس مضمون کے لکھنے سے آپنے خود بھی وہ کہا کہایا اوروں کو بھی دیا۔ ہم آپ کی خاطر سے اس آرٹیکل کے بابت قولاً قولاً بحث کرتے ہیں تاکہ اُن کو اور دوسرے ناظرین کو فایدہ ہو **قول** اگر نیچری ہو سوا نیچر کے اور کچھ نہیں ہے کہ موجودات عالم اور اُنکے باہمی تعلقات پر اور اُن تعلقات سے جو نتایج مرتب پیدا ہوتے ہیں الخ - **اقول** خدا کی حکمتوں اور قدرتوں کو غور کی نظر سے دیکھنا اور اُن سے خدا کے وجود پر استدلال کرنا بیشک مناسب اور ضروری ہے اس سے کسیکو انکار نہیں لاکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم اپنے آپ کو نیچری کے نام سے موسوم کریں خدا نے قرآن مجید میں اپنی قدرتوں اور حکمتوں پر غور کرنیکو کہا ہے اور عقل بھی اُسکو مستحسن خیال کرتی ہے مگر انہی قدرتوں کو ایک دین اور مذہب قرار دینا کم فہمی ہے کیا اگر کوئی بادشاہ کسی اپنے غلام کو حکم دے کہ تو میری

† اس قول کا نتیجہ یہ ہے "ان پر غور کرنے سے اور انکی دلالت اور ہدایت سے انکی صانع کا یقین کیا جاتا ہے کیونکہ موجودات کی صنعت اسکی صانع پر دلالت کرتی ہے اور جس قدر زیادہ اور کامل علم صانع کا ہوتا ہے اُسیقدر صانع کی معرفت کامل ہوتی ہے" تو شریعت میں نیچری ہونیکی ہدایت ہے۔ خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ "اولم ینظروا فی ملکوت السموت والارض وما خلق اللہ من شیئ۔ اس آیت سے صانع کا نیچر ہونیکا حکم دیا جاتا ہے۔ پھر خدا تعالی نے ابراہیم کی نیچری ہونیکی بزرگی کو بتایا ہے جہاں فرمایا۔ وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض" پھر اس نیچری ہونیکی بزرگی کے بیان ہی پر بس نہیں کیا بلکہ اسکا حکم بھی دیا جہاں یوں فرمایا کہ "افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت پھر ایک جگہ فرمایا "الذین یتفکرون فی خلق السموت والارض علاوہ اسکے اس قسم کی بہت آیتیں ہیں جن سے نیچری ہونیکی ہدایت ہے۔ نیچر، جسکو خدا نے فطرت کہا اسلام کا دوسرا نام ہے۔

(اشاعۃ السنۃ)

بزرگی اور بڑائی کو میری خدم وحشم اور اسباب سے وزن کیا کرتو غلام پر لازم ہے کہ اُن خدم وحشم اور اسباب کو بادشاہ کے سارے احکام اور اصولوں کا مصدر اور منبع قرار دے افسوس ہے کہ سید صاحب نے لفظ فطرت سے نیچری بننا تو سیکھ لیا مگر اور کئی ایک صریح آیات اور نصوص سے منکر ہوگئے حشر اجساد اور دوزخ وبہشت وغیرہ کی بابت صدہا آیتیں صاف ہو چکی ہیں اُن سے برابر اعراض اور انکار ہے خداوند کریم جو لوگوں کو اپنی صنایع اور حکم کے دیکھنے کیطرف توجہ دلاتا ہے اُس سے صرف اتنا ہی منشا ہے کہ انکو دیکھکر میری بزرگی اور حکمت اور قدرت کے قایل ہوں نہ یہ کہ انکو مصدر احکام الٰہی اور منبع اصول مذہبی سمجھ لیں فطرت کسی وجہ سے مرادف اسلام نہیں ہوسکتی کیونکہ ہر ایک شے کی فطرت دوسری شے سے الگ اور جُدا ہے اور اسلام اپنے اصولوں اور احکام میں ایک ہی صورت اور پٹری پر قایم اور ثابت غور سے معلوم ہوتا ہے کہ فطرت عموماً دو قسم پر منقسم ہے عامہ اور خاصہ عامہ وہ فطرت ہے جو ہر ایک نوع میں بالعموم پائی جاتی ہے جیسے انسانوں کا دو قدموں پر چلنا اور بہائم کا چار پاؤں پر۔ خاصہ وہ ہے جو ہر ایک فرد کے ساتھ مختص ہے سکاٹی صاحب کے قول کے بموجب فطرت عوارضات کی حدث اور لحوق سے بدل بھی جاتی ہے جیسے درخت رنگترہ کی فطرت تو یہ ہے کہ اُس سے رنگترہ ہی پیدا ہو مگر مٹھیا کا پیوند کرنے سے میٹھے لگنے شروع ہو جاتے ہیں جب فطرت کوئی خاص اور مشخص شے نہیں ہے بلکہ موجودات الٰہی کے خصائص طبعی اور عوارضات قدرتی کا نام ہے تو اسکو اسلام کا مرادف بنانا ایک کمزور خیال ہے سید احمد صاحب آیتہ کریمہ فاقم وجھک للدین حنیفا اپنے آپکو اور اسلام کو نیچری ثابت کرنے میں صاحب اگر خدا کی موجودات دین اسلام کے مرادف ہوتی اور پہاڑ دین محمدی کے اصولوں میں سے ایک دینی اصول قرار پاتا تو اس آیت کی تنزیل کی کیا ضرورت تھی لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ الخ خدا فرماتا ہے کہ اگر یہ قرآن پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو وہ خوف الٰہی سے لرزتے

† اسکی تفصیل بالتمثیل محقق بہاری کے مضمون نیچر کے ذیل میں ہے۔ اڈیٹر۔

‡ راقم نے اس بات کو بڑے زور وشور سے اشاعۃ السنہ نمبر ۳ و ۴ جلد ۱۲ میں ثابت کیا ہے جسکا جواب آجتک طرف ثانی نے نہیں دیا اور نہ کوئی آیندہ دے سکتا ہے۔ اڈیٹر۔

کہا جاتی۔ جب جبال جنکو سید احمد صاحب نیچر اور قرآن اور اسلام قرار دیتے ہین قرآن اور اسلام ہے تو پہر یہہ آیت جس سے صاف طور پر نیچر اور قرآن مین تمیز ہوتی ہے کیون نازل ہوتی پہاڑ تو قرآن اور اسلام کا مرادف تہا اُسکو خشیت سے کیا علاقہ اگر سید احمد صاحب کے اقوال کو صحیح مانا جاوے تو اس آیت کے یہہ معنی ہونگے اگر قرآن قرآن پر نازل کیا جاتا تو قرآن خشیت الہی سے کانپ جاتا کیا کوئی دانا آدمی ان معنون کو صحیح خیال کریگا ہرگز نہین۔ اگر ہم سید احمد صاحب کے بہروسہ پر اس امر کو مان بہی لین کہ اسلام نیچر کا مرادف ہی تب بہی بڑے بڑے ادق اور لاحل اعتراضات اور خدشات سے پیچہا نہین چہوٹتا۔ فرض کرو کہ اسلام فطرت کا مرادف ہی اور فطرت ہر ایک شے کو حاصل ہے اور وہی فطرت اسلام ہے۔ اس سے قرآن کا نزول اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو بٹہ لگتا ہے اس وجہ سے کہ جب ہر ایک شخص بجائے خود فطرت کی رو سے مسلمان ہے تو پہر قرآن کے نزول اور نبیون کی بعثت کی کیا ضرورت ہی کسواسطے کہ آپکے قول کے بموجب ہر ایک شخص کو فطرت حاصل ہی اور وہ ہی فطرت اسلام ہے قرآن کے نزول اور بعثت آنحضرت سے تحصیل حاصل لازم آتی ہے وہذا خلف۔ دوسرا یہہ کہ ہر ایک شخص دین اختیار کرنیکی طرف راغب ہے چاہتا ہے کہ کسی دوسرے شخص کے تحقیقات کو وزن کرکے پیندا بنے جب لوگون کی فطرت مین مذہب و دین داخل تہا تو پہر ایک انسان باوجود اس فطرتی خاصہ کے موجودگی کے دوسرون کی طرف کیون دوڑتا ہے لازم تو یہہ تہا کہ اپنی فطرت سے مدد لیکر نجات کا طالب ہوتا مگر اُسکی الٹی پیٹہ ہی جم جاتی ہے نہ تو اُسکو فطرت اس اضطراب کیوقت پہاڑ کیطرف رغبت دلاتی ہے اور نہ چاند سورج کیطرف سیدہا بزرگون اور نبیون کیطرف ہی چلتا ہے۔ اگر سید صاحب یہہ کہتے کہ انسان فطرت کی تقاضا سے ایک قانون الہی اور اقتدا ہی کا محتاج ہے تو شاید بن پڑتی۔ اسلام کے اصول اور احکام شخص اور حل [illegible] کم کا نقص اور کمزوری نہین پائی جاتی فطرت [illegible] اسلام کو نسبت دیجاتی ہے مجہول الکیف ہی کسی حکیم اور نیچری نے آجتک باوجود شب و روز کی کوشش اور محنتون کے حقایق الاشیاء اور دقایق فطرت کو معلوم ہی نہین کیا **حکیم مارہ ہتولن** اور [illegible] کا قول ہے کہ حقایق الاشیاء کا حیطہ قدرت مین آنا ہے ناممکن اور محال ہے اس دلیل سے کہ [illegible]

کی حکمتیں اور قدرتیں دن بدن ترقی پکڑتی جاتی ہیں اور انسانوں کی عقلیں بشریت کے تقاضا سے اُنپر حاوی اور محیط نہیں ہوسکتی کارلائل صاحب کہتے ہیں کہ جو شخص یہ دعوی کرے کہ میں حقایق الاشیا پر محیط اور عارف ہوگیا ہوں یا کسی وقت میں ہوجاؤنگا میں اُسکو پاگل اور مجنون جانتا ہوں فرمی صاحب فرماتے ہیں کہ گو میں بھی علم ہیئت کا قایل ہوں مگر سچ یہ ہے کہ اجرام سماوی کی بابت جو ہزارہا برس تک تحقیقات کی گئی ہے اُس سے اضطراب اور تذبذب کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ ایک حکیم کچھ کہتا ہے اور ایک کچھ فلاسفر اور حکیموں کا اختلاف ہی شاہد ہے کہ ابتک کسی فلاسفر اور حکیم کو حقایق الاشیا کے ادراک کی ڈگری حاصل نہیں ہوئی سب کے سب مضطرب اور بیقرار ہیں البتہ الہام اور اسلام نے ان امور کی بابت سیدھی طور پر تسلی ہوجاتی ہے حشر اجساد کی بابت فلاسفروں نے تنگ آکر انکار ہی کردیا افسوس اس بات پر ہے کہ جن نے پہلے نابود سے موجودات کو بود کیا کیا وہ پھر پیدا نہ کرسکیگا۔ جب فطرت کا کامل طور پر معلوم نہیں اور اُسکو کوئی شخص ایک حاطہ میں محاط اور محصور نہیں کرسکتا تو اسلام کو اُس سے مقارن اور مواقف کہنا زیادتی نہیں تو اور کیا ہے اسلام کے پورا اور کامل کہنیکے یہ حضرت رب الافواج قرآن مجید میں صاف طور پر فرماتے ہیں الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الخ اگر اسلام قانون قدرت کا مواقف ہوتا تو ضرور یہ حصہ یعنی تکمیل اور اتمام اُسکو بھی ملجاتا کیونکہ تو کونسی کا فرق ہے قول اسلام ایسا سیدھا مذہب ہے الخ۔ اقول اسمیں کچھ شک نہیں کہ اسلام سارے مذاہب ادیان سے صاف اور سیدھا ہے مگر سید صاحب کا یہ قول بوجہ کہ صرف قولی ہے

† نکتہ اہل قول کا یہ ہے کہ کافہ انبیا جو لوگوں کے پیش خیال ہیں سمجھ رکھی ہو درحقیقت اسلام ہی کا ایک نام ہے علی الخصوص کا تو جو وحی ہمیں پہنچتا ہے یہ بات کی کہ مذہب رکھتا ہوگا اور وہی اسلام ہے۔ مذہب اُن رسوم اور قیود کا ممیز ہوتا ہے جنسے ہر ایک مذہب مقید ہے۔ اُن قیود اور ممیزات کو نہ ماننا لامذہبی کہی جاتی ہے۔ پھر اگر تمام جہان کے مذاہب کی اُن قیود و ممیزات کو جنسے ایک مذہب دوسرے سے ممیز ہوا ہے نکال ڈالو تو بھی کوئی ایسی چیز باقی رہیگی جو بلاشبہ ہوگی یعنی اسکی تخصیص نہ ہوگی مذہب نہ ہوگی اور وہی لامذہبی ہوگی اور وہی اسلام ہے اور وہی عین نیچرل عین فطرت ۱۲ — اڈیٹر

بھی اسلام ہے اور ائمہ مجتہدین کا جو طریقہ ہے وہی اسلام ہے کمال خوش فہمی پر دلالت کرتا ہے یہ نہ سمجھنا
کہ یہ جواب نہ دینا ہی کیونکہ جہاں کہ کہا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر ایک اصول و طریقہ کو اختیار کرنا ہی ہے
اپنے اصولوں اور طریقوں کی خلاف کو بیان کر سکتا ہے جناب کا نام بھی تو اس فہرست کا نام ہے جس میں کل
مذہبی و کتاب و فرقہ ہائے مسلمین کو فضا جہنم کا مستحق خیال کیا جاوے۔ حالانکہ جمہور میں معاملہ فرق برعکس ہے
اگر حضور کو اعتبار نہ ہو تو جہاں کہیں ایک لائق مذہب کے خیالات بکھیریں۔ پھر اولاً مذہبی ہوئی اسلام کو دیکھے
کہ وہ کس طریق اور اصول کا نام ہے جب اسلام کی بابت سوال کیا گیا تو جواب میں کہا گیا کہ۔
(الاسلام ان تشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ وتصوم رمضان وتحج البیت
ان استطعت الیہ سبیلا والایمان ان تؤمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر وتؤمن بالقدر خیرہ
وشرہ متفق علیہ) نصوص قرآنیہ و آیات کلام الٰہی بھی انہیں باتوں کو اسلام کہتی ہیں مسلم کی روایت
چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (وقیموا الصلوٰۃ وٰاتوا الزکوٰۃ) ایک اور موقعہ میں مسلمانوں اور مومنوں کی ایک
خاص نشانی اور علامت بیان کی گئی ہے ارشاد فرمایا ہوتا ہے (کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون
بالمعروف وتنھون عن المنکر) اسی آیت کریمہ کے موافق حضرت نے ارشاد فرمایا ہے (لا یزال امتی
علی الحق ظاھرین امر اللہ) اور کی آیت کریمہ اور حدیث شریف میں حضرت جل جلالہ اور آپ نے اسلام کے علامات
اور خواص کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے وابستہ کر دیا جب قرآن اور بانی اسلام کے ارشاد میں ہیں
اسلام میں اوامر اور نواہی کی قید و کایا جانا ثابت ہوگا تو لامذہبی سے نسبت دینا باطل ہے اپنی اور
تحقیر ہے تو بتا کہ کیا اسلام اور کسی لامذہب مصنوعی میں جس نسبت تک اباحت پاک ہو اگر سند بانی اسلام
اور نصوص قرآنیہ کی شہادت سے اسلام کو اوامر و نواہی سے جکڑا ہوا ثابت کر دیتے تو مساوات کا سوال
خیال کرتے ہیں معرا ثابت کر دیتے تو مساوات کا سوال۔ مگر جب اسلام نصوص قرآنیہ اور بانی اسلام کی
شہادتوں سے مربوط بالاوامر والنواہی والعبادات ہے تو پھر اسکا لامذہبی سے مشابہت دینا ایک بڑی
نہیں تو اور کیا ہے۔ **نوٹ** اسلام کے اصلی اصولوں کے موافق وہ شخص ہو نہ کسی نبی کا مانتا ہو نہ کسی
اوتار کو نہ کسی کتاب الہامی کو اور نہ کسی حکم کو جو مذاہب میں فرض و واجب سے تعبیر کیے

گئے ہیں † الخ اقول سید صاحب اس قول میں تو سارے کتابوں اور انبیاء علیہم السلام سے انکار ہی کر دیا ہے مگر اپنے قول کو ولی اوہام اور وساوس کی مدد سے ہی تقویت دی قرآن کو ساتھ لیا اور نہ حدیث کو نہ توریت کو نہ انجیل کو نعوذ باللہ سید احمد کے خیالات کی رو سے ایسا شخص جو الہامی کتابوں اور اسکے مرسلین کو نہ مانتا ہو مسلمان ہے بانی اسلام اور قرآن تو گواہی دیتا ہے کہ ایسا شخص کافر بلکہ اکفر ہے اور ہمارے سید صاحب اسکو مسلمان قرار دیں عقل کا پیر یا بیمبھی اسکو کہتے ہیں قرآن مجید میں حضرت جل جلالہ نے صاف طور پر فرمادیا ہے کہ جو شخص میری کتابوں اور رسولوں کو نہیں مانتا کافر ہے چنانچہ سورۃ النساء رکوع ۱۴ میں ارشاد ہوتا ہے ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک ھم الکفرون حقا ترجمہ بیشک جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اسکے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسولوں میں فرق ڈالیں اور کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور بعضوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ نکالیں ایک راہ اسکے بیچ میں سے یہی لوگ کافر ہیں سچ مچ — اے ناظرین باتمکین ذرا غور اور انصاف سے اس آیت کریمہ کو پڑھئے اللہ فرماتا ہے کہ جو لوگ میری اور میرے رسولوں میں سے انکار کرکے اور راست نکالیں گے وہ سچ مچ کافر ہیں — سید احمد صاحب اس آیت کے بموجب چاہتے ہیں کہ رسولوں اور الہامی کتابوں سے

† اس قول کا تزید یہ ہے۔ اور صرف خدا واحد پر یقین رکھتا ہو کون ہی ہندو نہیں زردشتی ہی نہیں موسائی ہی نہیں عیسائی ہی نہیں محمدی ہی نہیں پھر کون ہی مسلمان گو مینے ایسے شخص کے محمدی ہونیسے انکار کیا مگر اسکا محمدی ہونا ایسا ہی لازم ہے جیسا کہ اسکا مسلمان ہونا کیونکہ انہیں کے بدولت وہ مسلمان کہلاتا ہے پس وہ بھی درحقیقت محمدی ہے پر ناشکرا محمدی جیسے ہمارے زمانہ میں بعض فرقے ہیں جو غالباً توحید ذات باری پر بجا الیقین رکھتے ہیں اگر کہو کہ وہ کافر ہیں تو غلط ہے کیونکہ کافر تو نجات نہیں پائیگا مگر موحد سے تو خدا نے نجات کا وعدہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصارا تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین بلی من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون سورہ ۲ الم ۱۴ بقرہ آیت ۱۰۵ و ۱۰۶ — اور پھر ایک جگہ فرمایا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد افتری اثما عظیما سورۃ النساء آیت ۴۸ اور محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا من شھد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بھا قلبہ فدخل الجنۃ پس جو شخص اس کلمہ پر یقین کرتا ہو وہ بلاشک مسلمان و مومن ہے — اڈیٹر

منکر ہو کر ایک اور راستہ پیدا کریں یہ امت نیچریوں پر خوب چسپاں ہے گویا نیچریوں کے حق میں پیشگوئی ہے کہ وہ ماورائے اسلام ایک اور راستہ نکالیں گے افسوس خدا تو رسولوں کے منکرین کو کافر بتاوے اور حضرت سید احمد صاحب مسلمان — پھر سورۃ نساء رکوع ۲۰ میں ارشاد ہوا ہے یایھا الذین امنوا باللہ ورسولہ والکتب الذین انزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلٰلا بعیدًا۔ یعنی اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ اور اسکے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اتاری پہلے اور جو کوئی منکر ہو اللہ سے اور اسکے فرشتوں سے اور اسکی کتابوں سے اور اسکے رسولوں سے اور آخر روز سے پس بالتحقیق وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔ بیضاوی اس کہتا ہے امنوا باللہ ورسلہ والکتب الذی نزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل اثبتوا علی الایمان بذلک وقیل اٰمنوا علیہ وامنوا بہ بقلوبکم کما امنتم بلسانکم وامنوا ایمانا دائما یعنی الکتب والرسل فان الایمان ببعض کلا ایمان۔ اس آیت میں بھی خداوند کریم نے منکران مرسلین اور کتب الہامی کو کافر اور گمراہ کہا ہے اور ایک اصل قائم کر دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کتاب اور رسول کو نہ مانیگا تو اسکو گمراہوں اور کافروں میں محسوب کیا جائیگا۔ سید احمد صاحب فرماتے ہیں کہ علماء کے اصولوں کو ہم نہ مانیں گے اپنا نہ مانیں ان نصوص کو تو قبول کریں۔ دیکھو صاحبو قرآن مجید تو منکرین کتب اور مرسلین کو بصد آہ بلند گمراہ اور کافر کہہ رہا ہے اور ہمارے سید صاحب خمر نیچر کے نشہ میں سرمست ہو کر مسلمان بنا رہے ہیں ھٰذا بھتان عظیم افسوس سید صاحب کو نیچری دھن نے اس قدر ناچار کر دیا ہے کہ صریح نصوص اور آیات کا بھی خیال نہیں رہتا کوئی ہے کہ ہمارے سید احمد صاحب کو ہوش میں لاوے اور کہے کہ علماء کے اصول اور قول تو درکنار آپ تو قرآن سے ہی منکر ہوئے جاتے ہیں۔ سورہ انعام کے رکوع ۱۹ میں ارشاد ہے وھٰذا کتٰب انزلنٰہ مبٰرک فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون یعنی یہ کتاب مبارک ہم نے نازل کی پس اسکی تابعداری کرو اور خدا سے ڈرو شاید کہ تم رحم کئے جاؤ۔ سورہ بقر رکوع ۱۴ میں ہے الذین اٰتینٰھم الکتٰب یتلونہ حق تلاوتہ اولٰئک یومنون بہ ومن یکفر بہ فاولٰئک ھم الخٰسرون۔ ایک دوسری آیت میں یوں فرماتا ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ایک اور آیت میں کہا گیا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ

فانہ فی بحیکم اللہ یہہ آیتیں پورے طور پر شاہد ہیں کہ جو شخص خدا کی کتاب اور اسکے رسولوں کو نہ مانیگا
قطعی طور پر کافر ہوگا۔ میں نہیں جانتا کہ سید احمد صاحب کی عقل اور فہم کو کیا ہوگیا قرآن مجید کو اپنے
تحقیقات اور اقوال کے صریح منافی پاتے ہیں پھر اسی پر اڑے جاتے ہیں۔ سید احمد صاحب نے آیت قالوا
لن یدخل الجنۃ الخ جو نقل کی ہے اس سے نفس دعوی کو کچھ بھی علاقہ اور نسبت نہیں ہے من اسلم سے
یہودیت نہیں ہوتا کہ منکرین کتب الٰہی اور مرسلین کافر نہیں ہیں جب خداوند کریم نے اسلام کی تعریف
وہ یہ کی ہے کہ اسکی کتاب اور رسولوں پر ایمان لانا تو اسکے خالف کیونکر مراد لیجاوے اوپر کی نصوص
بالکل برعکس ثابت ہوتا ہے کہ اسلام تصدیق کتب الہامیہ اور مرسلین کا نام ہے خدا نے ہر
[illegible] لفظ اسلام سے مراد لی ہے کہ جو شخص وجہہ للہ مسلمان ہوا جسکی تعریف دوسری آیات میں
[illegible] اسپر کچھ خوف اور اندیشہ نہیں خدا تو اسلام سے تصدیق مرسلین اور کتب الہامیہ مراد
[illegible] سید احمد صاحب سمجھے کے دین میں اور ہی پھیلو پیدا چلے۔ جب خدا نے قرآن میں صدہا جگہہ
[illegible] صلعم نے اپنی احادیث میں جو لفظ لے کا یدخل عن الھدی درست
[illegible] اسلام کو تصدیق مرسلین اور کتب الہامیہ اور سچا آوری قرائض سے وابستہ اور مربوط
کیا تو پھر سید صاحب کی مراد کو کس طرح پر سچا اور درست سمجھیں ہاں اگر خدا اسلام کو سید کے
خیالات کے مخالف قرار دیتا تو ضرور مان لیتے۔ اسی قول میں سید احمد صاحب نے آیت ان اللہ لا یغفر الخ
اور حدیث جو من شہد ان لا الہ الا اللہ سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو شخص خدا کی کتاب اور رسولوں
سے منکر ہو مسلمان ہے نعوذ باللہ منہا خدا جانے سید صاحب کی انصاف اور عقل کو کیا ہوگیا۔

شاہ اسمٰعیل صاحب کے نزدیک میں شرک صرف گور پرستی اور عبادات اصنام ہی کا نام ہے جناب من شرک چار
قسم پر ہے شرک فی الذات۔ شرک فی الصفات۔ شرک فی العبادات۔ شرک فی الاحکام خدا کی
کتاب اور اسکے رسولوں کا مانا شرک فی الاحکام ہے جب خدا نے (جیسا کہ اوپر کی آیتوں میں گذرا)
اسلام صرف اسی طریق عمل کا نام رکھا ہے کہ اسکی کتابوں اور رسولوں کو مانا جاوے اور ان پر حتی المقدور
عمل کیا جاوے اور جو عمل خیال کیا جاوے تو ان کے نہ ماننے اور انکار کرنے سے شرک فی الاحکام لازم

آویگا۔ خدا تو یہ کہے رہا ہے کہ جو شخص رسولوں میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے گا وہ گمراہ اور کافر ہوگا اور ہمارے سید صاحب اسکو خاصہ مسلمان بنا رہے ہیں اس سے بڑھکر اور کیا شرک ہوگا کہ خدا کی پاک کتابوں اور مقدس رسولوں کو نہ مانا جاوے اور پچھلے ملحدوں اور لامذہبوں کی طرح غیر زندگی کو برباد اور ایمان کو ضایع کیا جاوے حدیث من شہد کے یہ معنی نہیں ہیں کہ لوگ وجود باجود حضرت محمد رسول اللہ سے منکر ہو جاویں اور اسلام صرف لا الہ الا اللہ ہی قرار دیں مستیقن کی مضبوط قید اور شرط اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ خدا کی پاک کتابوں اور رسولوں کا ماننا بھی لازم اور فرض ہے خدا کی ذات فیض آیات کو وہی شخص بالاستیقان تسلیم کریگا کہ جو اسکے ضروری احکام اور واجبی آداب کو بھی قبول کرے خدا کے سارے حکموں اور فرضوں کو (جو الایضاح والتصریح قرآن میں بیان کئے گئے ہیں اور انہیں کو ایمان اور اسلام کہا گیا ہے) چھوڑ دینا اور پھر اس امر کا دعوی ہونا کہ میں خدا پرست ہوں اپنے منہ سے میاں مٹھو بننا ہے۔ یہ عجب خدا پرستی ہے خدا کے حکموں اور فرضوں کو تو چھوڑا اور بنا ڈالی جا ماننا اور خدا پرستی کا دعوی کرنا ان دنوں میں جبکہ ہمارے سید صاحب گورنمنٹ کی طرف سے ملازموں کے معزز جماعت میں محسوب ہوتے ہیں اگر انہی کوٹھی میں رہ بغیر کسی کام کے ٹیکے رہتے تو یقیناً چار ہی دن میں گھر کو براہی سید صاحب بواسطے اتنی مدت ملازم رہے کہ گورنمنٹ کے اصولوں اور احکام پر چلتے رہے خدا کے ضروری حکموں کو تو نہ ماننا اور دعوی کرنا کہ میں خدا پرست ہوں ایک ہنسی کی بات ہے۔ کسی کا ماننا نہ ماننا اسوقت ظاہر ہوتا ہے کہ جب اسکے حکموں کو مانا یا نہ مانا جاوے کیا تو ہمارے غلام صرف اپنے آقا کے نام ہی لینے سے بلا کسی قسم کی اطاعت اور فرمانبرداری اور اقبال الاحکام کے فرمانبردار اور سچا غلام قرار دیا جا سکتا ہے ہرگز نہیں ؎ خشک ابر یکہ بوو زآب تہی ۔ نا مید ازو ہے صفت آمدہی ۔ جب قرآن میں صاف طور پر آگیا کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ تو پھر ہم کس طرح خدا کے رسولوں سے انکار کریں آنحضرت کے قول کے صرف یہی معنی ہیں کہ بالاستیقان خدا کے احکام مندرجہ قرآن کو جنہیں تصدیق مرسلین اور تسلیم کتب الہامیہ بھی داخل ہیں مانو اور انہیں کے بموجب عملدرآمد کرو۔ قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ

خدا نے نبیوں کے نہ ماننے کو ہی کفر اور موجب دخول دوزخ قرار دیا ہے۔ جو شرکوں اور کافروں کی سزا ہے چنانچہ فرماتا ہے ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدا فیہا۔ منکر رسالت کو ہی قرآن میں مشرک سے تعبیر کیا گیا ارشاد ہوتا ہے وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون جب منکرین رسالت ہی مشرک اور کافر قرار پا چکے ہیں تو انکو مسلمان ومحمدی قرار دینا قرآن اور رسول کا خلاف کرنا ہے پھر آنحضرت کی حدیث سن شہد ادائے احکام الہی بالاستیقان سے متعلق تھی اسیواسطے آنحضرت نے دوسری حدیثوں میں اقرار رسالت کی بابت تاکید مزید فرمائی ہے ما من احد یشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ صدقا من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ سے مروی ہے والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ اور مسند میں ہے عن عبد المطلب انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذاق طعم الایمان من رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا۔ ان حدیثوں سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت کی تصدیق رسالت کو ایمان اور اسلام کی جزو اعظم خیال کرتے ہیں اسیواسطے خدا نے قرآن میں منکرین رسالت آنحضرت کو مخلود فی النار کا خوف دلایا ہے اور انکو کافر قرار دیا ہے۔ افسوس ہے کہ سن شہد کے لفظ بالاستیقان اور لفظ لا الہ الا اللہ نے سید کی طبیعت کو خراب کر دیا اگر وہ اقرار کر لیتے تو پا جاتے۔ وہی شخص خدا کو بالاستیقان مانیگا کہ جو اسکے سارے حکموں اور وعدوں ہی پر دل سے اعتبار کریگا اسلام اور اقرار بالاستیقان کی تعریف ہی یہی ہے کہ دل سے خدا کی کتاب اور اس کے رسولوں اور پیغمبروں اور احکام وفرایض کو مانا جاوے اور اسکے ہر ایک حکم کو سچا اور مضمون عن الالفاظ اور ماسون عن الاسقام سمجھا جاوے رسولوں کو قانون اور احکام اور کتاب اسیواسطے بھیجا جاتا ہے کہ لوگ انکے متبع ہیں ان پر چلیں اور انکو اپنا قانون اور اصول قرار دیں اگر تنزیل کتاب الہامیہ سے یہ فرض اور عادۃ باتوں کا تنزل عیب ٹھہرتا ہے تو تقریرات ہندو جسکو سید صاحب بھی برسوں تک اپنی جان سے لگائے رہے اور جسکی وجہ سے بیسوں مجرموں کو جیل میں بھیج چکے ہیں عیب ہی کیوں نہ ہو اگر عمل کیواسطے [illegible] اور قانون کو اسکے قوانین اور ضوابط کے اعراض اور انحراف سے سزا ملتی۔ ہر ایک شئی کے

زائچ کرنے اور اشاعت سے کچھ نہ کچھ غایت ہوتی ہے بعثت انبیا علیہم السلام اور تنزیل قوانین الہی سے یہ غرض اور منشا ہے کہ مخلوق انہ پر چلے اور نجات ابدی کے وارث اور مالک بنے - توریت اور انجیل میں بھی ایماندار اسیکو کہا جاتا ہے جو خدا کی کتابوں اور رسولوں پر یقین رکھے اور انپر عمل کرے قرآن میں تو کھلے طور پر تاکید کی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے یاایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلالا بعید (سورہ نساء رکوع ۲۰) جب آنحضرت مبعوث ہوئے اور قرآن کی تعلیمات کے اشتہار اور انتشار کو زور تھا تو اسوقت میں اکثر عرب اور غیر ملکوں کے یہودی موحد تھے بلکہ انبیا علیہم السلام کو بھی بجز حضرت مسیح علیہ السلام کے مانتے تھے اگر حضرت کا یہی منشا اور مدعا تھا کہ لوگ صرف اقرار توحید بلا استیقان تام کے جسمیں خدا کی کتابوں اور رسولوں کا ماننا بھی لازم آتا ہے مسلمان اور سچے ہو سکتے ہیں تو اُن کو کیوں گمراہ اور کافر کہا گیا ہزاروں برس تک تصدیق رسالت کی بابت ہی مباحثات ہوتی رہے اگر تصدیق رسالت کا مسئلہ درمیان میں نہ ہوتا تو ایک ہی آن میں عرب اور دوسرے ملکوں کے تمام یہودی اور یونی ٹیرین وغیرہ جو موحد اور خدا پرست تھے مسلمان اور مومن بنجاتے ہزاروں یہودی صرف مسئلہ رسالت کی بابت ہی حضرت سے متنفر اور کشیدہ خاطر ہو گئے اُس نازک وقت میں آنحضرت کا اس مسئلہ کو رائج نہ کرنا صریحاً اس امر پر دال ہے کہ حضرت منکران رسالت کو کافر اور گمراہ خیال کرتے تھے حدیث من شہد کی اعلان سے جو حضرت عمرؓ نے صحابی کو منع کیا اُسکی یہی باعث ہے کہ حضرت عمر کی دانست میں صحابی معلن نے استیقان کے معانی پر غور نہیں کی تھی (شاید اس پر یہ کہا جائے کہ استیقان کے لفظ سے استیقان محدود بالحضور فی جزو لا الہ الا اللہ سمجھ لیا ہوگا چونکہ اصل میں آنحضرت کی مراد اس استیقان سے (جیسا کہ آن حضرت کی دیگر حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے) استیقان کلی ہے یعنی خدا کے تمام حکموں کو بلا استیقان ماننے اسواسطے حضرت عمرؓ نے اس صحابی کی غلط فہمی کے باعث منع کیا فافہم - **قولہ** - جن لوگوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ خدا کے وجود کے بھی قائل نہیں ہیں میں تو اُن کو بھی مسلمان جانتا ہوں - **اقول** - آپ

† اس خیال پر آپنے یہ آیندہ دلیل پیش کی ہے - وللہ اسلم من فی السموٰت والارض طوعاً وکرھاً والیہ یرجعون -

بیشک انکو مسلمان جانین قرآن اور بانی اسلام تو انکو کافرون اور مشرکون سے بھی خراب اور بدتر خیال کرتے ہین آیت لہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً دہریون اور منکران خدا کا مسلمان قرار دینا سید صاحب کا ہی کام ہے کیون نہ ہو عربی اور انگریزی کے اعلیٰ درجہ کے فاضل ہین اس سمجھ سے خوب ہی علم و فضل ظاہر ہو رہا ہے - آیت مین تو ذکر ہے کہ جو شخص طوعاً و کرہاً مسلمان ہوا آپنے اس سے منکران خدا کا مسئلہ کہان سے نکال لیا طوعاً و کرہاً اسلام کا قبول کرنا اور چیز ہے اور خدا کے وجود سے منکر ہونا اور شے - واہ خوب عقل ہے اب تہوڑے اور آگے چلکر فرماتے ہین کہ منکران خدا کا دل بلحاظ امر طبعی مصدق وجود خدا ہے کیا کہین یہان تو سید صاحب نے کمال ہی کر دکہایا منکرین کہے جاتے ہین کہ ہم خدا کو مانتے اور جانتے ہی نہین اور سید صاحب انکو مصدق بناتے ہین وہی بات ہوئی مدعی سست اور گواہ چست خدا تو قرآن مین اپنے نبی کی معرفت اس امر کو ظاہر کرے کہ اگر کوئی شخص نبیون اور مرسلین مین سے ایک نبی اور مرسل کو بھی نہ مانیگا تو مین اسکو دوزخ مین ڈالون گا اور سید صاحب اسکو جنتی بناتے ہین معصر عہ بین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا ؟ اس قول کے آگے سید صاحب نے اپنے پرانے طریق کے موافق علمائے محمدیہ کی توہین اور فضلائے اسلامیہ کی تحقیر شروع کی ہے ہمارا منصب نہین کہ ہم بھی سید صاحب کی طرح جادہ تہذیب اور منصب آدمیت سے جدا ہو کر تمسخر اور ٹہٹہہ پر کمربستہ ہون ہمارا اس آیت پر عمل ہے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ الخ مبارک ہین وہ لوگ کہ جو ٹہٹہہ کرنیوالون اور برا کہنے والون کو برا نہین کہتے بلکہ صدق دل سے بہ اوقات خیر دعا کرتے ہین کہ اے خدا انکو اسلام کے صاف اور سیدھے اور وسیع راستہ پر چلا تاکہ وہ بھی تیری رحمتون اور عنایتون مین شامل ہو کر مسرور اور بہرہ ور ہون - اللھم آمین -

راقم

نصیر الدین احمد عفی عنہ -

مقام الہ آباد -

اشاعۃ السنۃ النبویہ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر دوازدہم | بابت ذی الحجہ ۹۸ھ مطابق دسمبر ۱۸۸۰ء | جلد سوم

معروضات

(۱) جن صاحبوں نے اشارات معروضہ سرورق پرچہ ماہ نومبر کیطرف توجہ فرماکر زرباقیات مرحمت فرمایا ہے ہم تہ دل سے شکر گذار ہے۔ اور بذکر مواضع سکونت اُن حضرات کے اس شکر کا اظہار کرتا ہے وہ مواضع یہ ہین۔ بہوپال (بلدۂ طیبہ ورب غفور) بدایون۔ بسروپ جیلپور۔ حیدرآباد دکھن۔ دہلی۔ علی پور۔ گذر چناب۔ مظفرگڈہ۔ مراد آباد مہدانوان (وفق اللہ لہا بما یحب ویرضی) بقیہ حضرات (جنکی باقیات کی تعداد تین سو روپیہ کے قریب ہے چنانچہ اس فہرست نمبر سابق سے معلوم ہوسکتا ہے) کی خدمات مین بڑے ادب سے ملتمس ہے کہ بے اعتنائی کو دور فرماوین اور اس قدیمی خیال کو کہ ہمارے دو تین روپیہ نہ پہنچے تو وہان کیا حرج متصور ہے ہم روپیہ بھیجنے والے کیا اور تھوڑے ہین جو غلط سمجھکر میری اس معروض سابق کو کہ جس چھوٹے سے کارخانہ کا اس قدر روپیہ یا ہر ہوا سکا کام کیونکر چلسکتا ہے خیال مین لاوین۔ اور اگر اُن حضرات نے اپنے نام سے کے اشارات کو نہین سمجھا تو پھر کیا مین اُنکے اسماء گرامی پر تصریح کرون ہم۔ اور اگر حساب دوستان در دل سمجھ لیا ہے تو پھر تصفیہ مین دیر کیا ہے ہم بعض حضرات ایسے بھی ہین جنکی طرف ہمنے فہرست ماہ نومبر مین اشارہ نہین کیا۔ وہ اپنا حساب خود سمجھ لین اور زر واجب الادا ارسال فرماوین سال ختم ہوا اب پچھلے حساب کا فیصلہ ضروری ہے۔

(۲) سررشتہ حساب و کتاب اشاعۃ السنۃ ابتدا مین بابو محی الدین صاحب ملازم دفتر انگریزی کے سپرد تھا اُنہون نے حسب عادت دفتر انگریزی مہینون کے مطابق خریدارون سے قیمت کا لین دین رکھا۔ اُسی انداز سے ابتک سلسلہ جاری ہے۔ مگر انگریزی مہینے شمسی ہین اور اسلامی سال مہینے قمری۔ اور شمسی مہینے قمری مہینون کے نسبت متزاید ہوتے ہین۔ بناءً علیہ تین سال مین سنہ عیسوی و ہجری مین ایک مہینے کا فرق ہوگیا ہے۔ پس اگر

مطبع ریاض ہند امرتسر مین چھپا

خریداران اشاعۃ السنۃ ۱۸۸۱ء کے پرچے قمری مہینوں کے برابر لینا چاہتے ہیں تو ۱۸۸۱ء کی بابت نمبر ۱۳ بارہ مہینے کی قیمت اور اگر ۱۸۸۱ء کو شمسی کریں تو ۱۳ بارہ پرچہ نکالینگے۔ جنوری مہینے میں محرم و صفر کی بابت دو پرچہ شایع کرینگے یہ نہ ہو سکے تو جنوری میں صرف پرچہ صفر کا پرچہ مسمر کریں اور پرچہ محرم ۱۳۰۰ ہجری سے معافی دیں۔ پھر اسکی جگہ نمبر دوازدہم میں محرم ۱۳۰۱ کا پرچہ لیں۔

(۳) اکثر مضامین اشاعۃ السنۃ میں طول ہوتا ہے غالبًا کوئی مضمون اسکا جلد ختم نہیں ہوتا اس سے متعلقین قاعدہ کل جدید یلذ یذ کا جی گھبراتا ہوگا مگر ہم آسمین الاچار ہیں ہر چند اختصار کا قصد کرتے ہیں مگر مباحث اس قسم کے پیش آتے ہیں کہ ہمین اختصار سے حق کا اثبات نہیں کر سکتے جس مضمون کو شروع کرتے ہیں پہلے تو اسکو یہی سمجھتے ہیں کہ یہ ایک دو نمبرون میں ختم ہوگا مگر جب سلسلہ کلام اور مسایل مہمہ کی طرف چل نکلتا ہے تو قلم اختیار میں نہیں رہتا۔ ناظرین اس تطویل سے نہ گھبرائین مضامین کی ضرورت و کیفیت بیان واقعات کو خیال میں لاوین۔ مضمون تفرقہ بین الاسلام سال آیندہ میں ختم ہوگا۔ پھر خواہ ناظرین اسکو بلحاظ مضامین جلد سوم کے ساتھ مجلد کراوین خواہ بلحاظ سنین جلد چہارم میں شامل رکھین۔

اشتہارات

(۱) شروع ۱۸۸۱ء سے انشاء اللہ تعالی ماہواری رسالہ اشاعۃ السنۃ کے ساتھ ایک ضمیمہ چار ورقہ بھی نکلا کریگا جسکا دام اصل رسالہ سے چہارم حصہ لیا جاویگا حسب تفصیل مراتب و درجات مفصلہ اشتہار رسالہ یعنی درجہ اول کے خریداران سے کم سے کم ۸ درجہ دوم سے ۴ درجہ سوم سے ۲ درجہ چہارم سے ۱ درجہ پنجم سے دو نصف دانگ۔ اس ضمیمہ کا مطلب و مقصد کا تفصیلی بیان تو اسکے ابتداء میں ہوگا۔ اس کا اجمال یہ ہے کہ اس ضمیمہ میں کتاب و سنت کے موافق مسایل اصول و فروع و اعتقادیات و عملیات کا بیان قلم میں آویگا جسمین کسی خاص شخص کو مخاطب نہ کیا جائیگا۔ اور نہ کسی خاص فرقہ اسلامی کا رد و مقابلہ عمل میں آویگا۔ جو صاحب اس ضمیمہ کی اشاعت کے شایق اور اسکے طالب ہون وہ فورًا اپنی درخواست روانہ کرین۔ اس ضمیمہ کے پرچہ قریب قریب تعداد خریداروں کے چھپینگے۔ پس جو صاحب خواستگار نہ ہونگے وہ شاید پیچھے سے نہ پا سکین۔ یہ ضمیمہ بعض خریداروں کے پاس بلا درخواست بھی بھیجا جاویگا پرچہ جسکا اسکو ناپسند فرما کر کہلا بھیجے وہ خریدار متصور ہونگے جو اسکو بفور وصول واپس کر دینگے وہ مطالبہ قیمت سے بری رہینگے۔

۲- کتاب معیار الحق جواب تنویر الحق ایک مدت سے عنقا ہو رہی تھی اب بعونہ تعالی دہلی مین حضرت شیخنا و شیخ الکل مولینا سید نذیر حسین صاحب محدث کے تلامذہ کے اہتمام سے طبع ہوئی ہے قیمت اسکی عوض ۴ رجحصول ڈاک ۱ رہے جو صاحب شایق ہون وہ مولانا ممدوح یا مولوی لطف حسین صاحب شاگرد مولانا صاحب سے بارسال قیمت طلب فرماوین -

۳- مطبع ریاض ہند امرتسر مین ایک رسالہ موسومہ بہ تحقیق الاسلام طبع ہوا ہے جسمین توریت و انجیل سے نبوت محمدیہ کا ثبوت دیا ہے - عام لوگون کے لئے برائے افہام یا افہام عیسائیون کے یہ رسالہ کافی ذریعہ ہے - طرز بیان سنجیدہ کتابت عمدہ طبع پاکیزہ قیمت ۴ رجحصول ڈاک ۱ رجو اس کے شایق ہون وہ شیخ نور احمد صاحب مہتمم مطبع ریاض ہند امرتسر سے طلب فرماوین -

مژدہ

۱- تہذیب الاخلاق وغیرہ تصانیف آنریبل صاحب بہادر کے جواب مین ایک اور رسالہ نکلا ہے جسکا نام سلسلہ رونیچر ہے اور لقب خیر خواہ اسلام ہے - واقعی یہ رسالہ اسم بامسمی ہے اور اسکے حرف حرف سے اسلام کی خیر خواہی جوش مار رہی ہے یہ وہی رسالہ ہے جسکے اجرا کی ہمنے ضمیمہ نمبر ۸ مین تمنا ظاہر کی تھی اور مسلمانون کو ترغیب دلائی تھی - اس کے مصنف وہی صاحب خیرت و عالی ہمت جناب مولوی سید الطاف حسین صاحب ہین جنکا ذکر خیر ہم اسی ضمیمہ مین کر چکے ہین اسکی قیمت بھی وہی قرار پائی ہے جو اس ضمیمہ مین بیان ہوئی ہے یعنی نی جزو - علاوہ از محصول ڈاک کہ وہ آدہ آنہ سے زیادہ نہ ہوگا - اسکا ایک پرچہ شایع ہوا جسمین مخاطب کے جملہ خیالات و عقاید کی اجمالی کیفیت بتادی ہے اور انکی مبادی و مقاصد کی تفصیل کر دی - عبارت ایسی ظریف اور طرز ایسی لطیف ہے کہ جو کوئی اسکو پڑھیگا (دنیا کا غمزدہ ہو یا نخوف آخرت پژمردہ) ایک دفعہ تو ضرور ہی بے اختیار ہنس دیگا - مسلمان عموماً و ناظرین رسالہ خصوصاً اس رسالہ کو خرید کرین اور علی الحساب کسی قدر روپیہ مطبع یوسفی دہلی مین پاس سید علی حسین صاحب مہتمم بھیجکر اس امر کے خواستگار ہون کہ جب کبھی یہ رسالہ چھپے تو ان صاحبون کے پاس بھیجا جاوے - پھر بعد انضباط وقت و حجم رسالہ کے اس کے حساب کا تصفیہ کیا جاوے -

نصیحت

مینے سُنا ہے کہ مولوی حبیب اللہ صاحب مقیم امرتسر (جنہوں نے ہمارے اشتہار مسائل عشرہ کے جواب مین ۷۵ء مین قلم اُٹھاکر دو دفعہ کی رد و بدل کے بعد ہاتھ سے رکھدیا تھا) ان دنون پھر اس اشتہار کے جواب مین خامہ فرسائی کر رہے ہین اور اُسکی طبع و اشاعت کا ارادہ رکھتے ہین۔ پس ہم بنظر اصلاح فیما بین المسلمین بڑے ادب و اخلاص سے مولوی صاحب کو برادرانہ نصیحت کرتے ہین کہ مولوی صاحب ہمارے مقابلہ کا قصد نہ فرماوین اور اس بات کو خیال مین لاوین کہ ہم ایک مدت سے باہمی جنگ سے تیار و ڈال چکے ہین اور دوسری طرف متوجہ ہین۔ ایسے وقت مین برادران اسلام کو (جو فروعی مسایل مین ہم سے اختلاف رکھتے ہین) ہم سے نہ اُلجھین اور جس کام مین ہم لگ رہے ہین اُسی کام کے لئے ہمارے اوقات کو فارغ رہنے دین۔

کیا مولوی صاحب یا اُن کے معاون و احباب اس بات کو پسند کرتے ہین کہ ہم اتفاقی اصول اسلام کی حمایت و اشاعت کو چھوڑ دین۔ اور پھر اُن ہی قدیمی فروعی جھگڑون مباحثہ مہر آمین در رفعیدین کے پیچھے پڑین۔ کیا مولوی صاحب نے ہمارے مضمون اشاعت مذہب اسلام کو ملاحظہ نہین فرمایا اور اگر دیکھا ہے تو کیا اس سے آپ کو اتفاق نہین ہے۔

اگر مولوی صاحب کو اپنے علم و کمال کا اظہار یا حنفی مذہب کے مسایل کا اثبات و اشتہار مدنظر ہے تو اس امر کے لئے مجھ سے مخاطب ہونا کیا ضرور ہے آپ مجھ سے اور میرے اشتہار کو مخاطب نہ فرماوین بلکہ مستقل طور پر مسایل حنفی مذہب کی اشاعت مین جس قدر وسعت چاہین اور جس قدر دین اسکی رد و ابطال سے ہمکو تعرض نہ ہوگا اور انکا مقصود بلا مزاحمت ثابت ہوگا اور اگر انہون نے مجھے مخاطب کیا تو اسکے جواب مین (خواہ مین نہ بولا) میرا کوئی اور ہم مشرب تو ضرور بولیگا۔ جس اصلاح کے خیال مین اب مین ہون میرے بعض احباب اسکے فکر مین نہین ہین اور بلا اصرار و استرضا میری کے میری نصرت کے لئے اور میرے مقابلین کے مقابلہ کے لئے حاضر ہین۔ وہ نہ رد مولوی صاحب کا جواب لکھینگے اور نہ میری ایک نہ سُنین گے۔ آخر مولوی صاحب کو پہلے کسطرح سکوت اختیار کرنا پڑیگا اس سے یہی بہتر ہے کہ آپ ہی میرے خطاب سے سکوت فرماوین اور بدون میرے تخاطب کے جو جی مین آوے شوق سے ظاہر کرین۔

۴ ساعت کے اندر جو مولوی صاحب اس اشتہار کا جواب لکھ کر شائع کرین۔ ان کو اختیار ہے کہ ہمارے اشتہار کے ساتھ ہی اپنا اشتہار شائع کرین۔ اور ہم وعدہ کرتے ہین کہ ہم اس اشتہار کے ساتھ ہی اپنا اشتہار شائع کرینگے۔ اور اگر ۴ ساعت کے اندر جواب نہ لکھین تو پھر ہم اپنا اشتہار شائع کرینگے اور مولوی صاحب کو اختیار ہوگا کہ اپنا اشتہار شائع کرین۔ اور ہم اپنے اشتہار مین اس کا جواب لکھ دینگے۔ اور اگر مولوی صاحب اپنا اشتہار شائع نہ کرین تو ہم اپنے اشتہار مین لکھ دینگے کہ مولوی صاحب نے اپنا اشتہار شائع نہ کیا۔ اور

یہہ آیتہ و آیات سابقہ صاف ناطق ہین کہ وحی ایسی چیز ہے جسکے حاصل کرنے کے لئے آنحضرت اپنی طبیعت کو دل کو کان کو زبان کو بکمال استغراق و استعجال متوجہہ فرماتے اور بخوف فوت ہو جانے یا خیال و سمجھہ مین نہ آنے یا بہول جانے کے اسکے پورے ہونے تک توقف و صبر نہ فرماتے۔

اس سے بشہادت مقدمہ ثانیہ ثابت ہوا کہ وحی آپ کا امر طبعی و داخلی نہ تہا بلکہ عارضی و خارجی تہا جو کسب و تعلم سے (گو ظاہری اسباب عادیہ سے نہ تہا) حاصل ہوا ہے ؛

استدلال سوم۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات مین اُن احکام و اخبار کو جو آنحضرت کو بذریعہ وحی پہنچی ہین غیب کی طرف منسوب کیا ہے اور اُنکو انبا الغیب اور غیبہ سے تعبیر کیا ہے اور اُنکا مخرج حظیرۃ الغیب ٹہرایا ہے چنانچہ سورہ جن مین ارشاد ہے۔ خدا عالم الغیب (یعنی اُن چیزون کو جو بندون کے دل سے خیال سے طبیعت سے فکر سے غایب ہین جاننے والا) ہے وہ اپنے اس غیب پر کسیکو بجز پسندیدہ رسول کے مطلع نہین کرتا

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسلت ربہم و احاط بما لدیہم و احصی کل شیء عددا (سورہ جن ۲۶)

وہ اس رسول کے آگے اور پیچہے پہرا رکہتا ہے تاکہ وہ ظاہر جان لے کہ رسولون نے (اسکی غیب پر مطلع ہو کر ٹہیک ٹہیک) خدا کے پیغام پہنچائے ہین اور وہ سب باتون پر جو اُنکے خیال مین ہین احاطہ رکہتا ہے اور ہر چیز کو اُس نے گن رکہا ہے۔

قال ابن عباس فی الآیۃ اعلم اللہ الرسول من الغیب الوحی واظہرہ علیہ ما اوحی الیہم من غیبہ و ما یحکم اللہ فانہ لا یعلم ذلک غیرہ (ابن المنذر و ابن المردویۃ)

حضرت ابن عباس نے اس آیتہ کی یہہ تفسیر کی ہے کہ خدا تعالیٰ نے غیب سے رسول پر وحی بہیجی ہے اور اپنے غیب سے اُن کو احکام وغیرہ جو کچہہ وحی کیا تہا یا ہی وجہ ہے کہ اسلئے کہ انکو وحی ہوتی تہی۔

اور مفسرین (جیسے امام رازی شیخ ابو السعود صاحب جلالین وغیرہم) نے بہی یہی معنی آیتہ کے بیان کئے ہین شیخ ابو السعود نے فرمایا ہے وہ عالم الغیب ہے۔ اپنے غیب پر کامل طور پر کسی کو اطلاع نہین کرتا مگر رسول کو جسکو باظہار و اطلاع بعض غیبی امور کے جو رسالت کے متعلق ہین پسند کر لیتا ہے اسلئے کہ وہ غیبی امور یا انکا علم رسالت کے اسباب و دلایل ہین جیسے معجزات

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا اخبر بہ بحذف ای ہو ای فالمظہر علی غیبہ اطلاعا کاملا۔ الا من ارتضی من رسول ای رسولا

ارتضاہ لاظہارہ علی بعض غیوبہ المتعلقہ برسالتہ
اما الکونہ من مبادی رسالتہ بان یکون معجزۃ
دالۃ علی صحتہا واما الکونہ من ارکانہا واحکامہا
کعامۃ التکالیف الشرعیۃ التی امر بہا المکلفون وکیفیات
اعمالہا واجزیتہا المترتبۃ علیہا فی الاخرۃ وما یتوقف
ہی علیہ من احوال الاخرۃ التی من جملتہا قیام الساعۃ
والبعث وغیر ذلک من امور الغیبیۃ التی بیانہا
من وظائف الرسالۃ واما ما لا یتعلق علی احد
الوجہین من الغیوب التی من جملتہا وقت قیام الساعۃ
فلا یظہر علیہ احدا ابدا رصدا حرسہا من الملائکۃ
یحرسونہ من تعرض الشیاطین لما اظہرہ علیہ
من الغیوب المتعلقۃ برسالتہ لیعلم ان قد ابلغوا رسالات
ربہم - متعلق بیسلک غایۃ لہ - ورہا لات
رہجہ عبارت عن الغیب الذی اردیدا اظہارہ المرتضی
علیہ وضمیر ابلغوا للرصد فالمعنی انہ تعالی یسلکہم
من جمیع جوانب المرتضی لیعلم ان الشان قد ابلغوا رسالات
ربہم سالمۃ عن الاختطاف والتخلیط - واما لمن ارتضی
والجمع باعتبار معنی من فالمعنی لیعلم ان قد ابلغ الرسل
الموحی الیہم رسالات ربہم - (تفسیر ابوالسعود مختصراً ص ۳۳۰ جلد ۵ غیر
ذلک من انباء الغیب نوحیہ (آل عمران ع ۵) ذلک من انباء الغیب
نوحیہا (ہود ع ۳۶) ذلک من انباء الغیب نوحیہ (یوسف ع ۱۱)

جن سے رسالت کا ثبوت ملتا ہے یا وہ احکام وارکان
رسالت ہیں جیسے اکثر شرعی امور جنکا امر وارد ہے -
اور اُنکی کیفیات عملیہ اور جزائین وسزائین جو اُن
اعمال پر لگائی جاتی ہین اور احوال آخرت جیسے قیامت
کا ہونا وغیرہ امور جنکی تسلیم پر تسلیم نبوت موقوف ہے
ایسی ہے اور غیبی امور جنکا بیان رسالت کے فرایض سے
ہے ولیکن جو امور غیبی رسالت کے متعلق نہین ہین جیسے
وقت قیامت وغیرہ انپر خدا یتعالی کسیکو مطلع نہین کرتا
اور بوقت اظہار وحی مغیبات متعلقہ رسالت کے
وہ رسول کے آگے اور پیچھے ملائکہ کو چوکیدار بنا کر
بھیجتا ہے تاکہ اُن امور غیبی مین شیاطین کچھہ ملادین
یہہ اہتمام پہرے چوکی کا اسلئے ہے کہ خدا تعالی بطور
شہادت جان لے کہ خدا کے پیغامات جنسے مراد
وہی مغیبات ہین بلا مداخلت تلبیس ابلیس بندون
کو یا رسولون کو پہنچ گئی ہین -
اور سورۃ آل عمران وہود ویوسف وغیرہ مین جابجا
بہ نسبت اُن قصص واخبار کے جو آنحضرت کو بذریعہ وحی
معلوم ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ یہہ غیب کی خبرین ہین جنکو ہم
تیری طرف وحی کرتے ہین -
اس قسم کی آیات سے بشہادت مقدمہ ثالثہ صاف ثابت
ہوتا ہے کہ وحی آنحضرت کا طبعی ودا خلی امر نہین ہے اور

اسکا مخرج آنحضرت کی طبیعت یا ذات یا دل یا خیال نہیں ہے جنکو آنحضرت سے کمال حضوری کی نسبت ہے اور انکے ایجادات و مضافات کو شہودی و حضوری کہنا واجب ہے۔

اور اگر وحی داخلی و طبعی امر ہوتا اور جو کچھ (اخبار و احکام) بذریعہ وحی آپ پر کھلے ہیں آنحضرت کے دل یا طبیعت ہی سے اُٹھتے تو انکو غیبی ہرگز نہ کہا جاتا۔

افسوس آنریبل صاحب نے وحی والہام غیر انبیا، (کسی علم کے علماء یا کسی ہنر کے صناع) کو توغیبی کہا چنانچہ نمبر ۹ میں بصفحہ ۵۹ کلام جناب متضمن اس امر کا گذرا مگر وحی انبیا، کی نسبت آپ سے یہ اقبال نہ ہو سکا بلکہ وحی انبیاء کو آپ نے وحی علماء کے مقابلہ میں صرف طبعی امر قرار دیا۔ اور ان آیات و دلایل سے آنکھ کو بند کر لیا

استدلال چہارم

(جو بنسبت استدلال سابقہ بہت سہل و عام فہم و بہت واضح ہے اور اسکی صحت مقدمات سابقہ پر موقوف نہیں ہے)

دین محمدی سے بداہتہً و تواتراً معلوم ہے اور قرآن و حدیث و سیر و تواریخ سے بخوبی ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے اپنی عمر شریف کے چالیسویں سال کے اخیر میں دعوی بعثت و نبوت و نزول وحی کیا اور قرآن و احکام حلال و حرام کو کتاب اللہ و احکام الہی بتایا اس سے پہلے نہ آپ کتاب اللہ کو جانتے نہ ایمان کو بحسب تفصیل و شرائط شرعیہ پہچانتے۔ بدو شعور سے چالیسویں برس تک صدہا اقوال و افعال طبعی (متعلق معاشرت و اخلاق) کا آپ سے صدور ہوا مگر کسی قول کو آپنے کلام خدا نہیں فرمایا اور نہ کسی فعل کو فعل یا تعلیم یا حکم الہی بتایا۔ **باوجودیکہ** آپ کے اقوال و افعال حد کمال طبعی و عقلی کو پہونچ چکی تھی اور عقل کامل و طبع سالم کے مطابق وقوع میں آتے **حتی** کہ اس عقل و کمال کے سبب آپ مرجع خلایق تھی اور مقدمات و معاملات ملکی و اخلاقی میں فصل خصومت کیا کرتے لوگوں میں بلقب امین ملقب تھے اور حق گوئی میں شہرہ آفاق۔ عام لوگ آپکی اقوال و افعال کو عقل و طبیعت انسانی کے موافق سمجھتے اور دل سے اُن کے موافقت و متابعت پسند کرتے۔ یہانتک کہ چالیسویں برس آپنے نبوت و بعثت و وحی کا دعوی کیا اور خدا کی طرف سے نزول قرآن و احکام کا اظہار فرمایا اور احکام و نصائح کو خدا کیطرف سے بتایا۔ تب سرداران قریش نے باوجودیکہ پہلے سے آپکو سچا جانتے اور آپکی طبعی و عقلی باتوں کو بدل مانتے آپ کو جھٹلایا اور اس دعوی میں آپکو معاذ اللہ مجنون و مفتری ٹھہرایا اس سے صاف و یقینی

طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وحی امر طبعی سے علاوہ و علیحدہ چیز ہے اگر وہ بمجملہ امور طبعی ہوتی اور اُسکو خدا کی طرف منسوب کرنے اور خدا کی طرف سے ٹھہرانیکی یہی وجہ تھی کہ خدا نے اُسکی مخزن و مخرج یعنی طبیعت کو پیدا کیا ہے تو لازم تھا کہ اسکی ہمجنس اُن امور طبعی کو (جو قبل زمانہ بعثت و نبوت آنحضرت سے متعلق اخلاق سرزد ہوئے ہین) نیز آپ وحی و حکم و کلام الہی ٹھہراتے۔ اور یہہ دعوی نبوت و وحی و رسالت ہے سے کرتے جب سے اُن امور طبعی کا آپ سے صادر ہونا شروع ہوا تھا۔ کیا چالیس برس کے پہلے آنحضرت سے کوئی امر طبعی متعلق اخلاق سرزد نہین ہوا ہم اور اگر ہوا ہے تو پھر کیا آنحضرت نے کبھی پہلے بھی کسی امر طبعی متعلق اخلاق کو خدا کی طرف نسبت کیا ہم اور اسمین نزول وحی و کلام الہی کا دعوی کیا ہم **بین یقین** کرتا ہون کہ کوئی مسلم یا عاقل یہہ دعوی نہین کرسکتا کہ قبل زمانہ بعثت آنحضرت سے کوئی امر طبعی متعلق اخلاق سرزد نہین ہوا اور نہ یہہ کہہ سکتا ہے کہ چالیس برس کے پہلے بھی آنحضرت نے اپنے کسی امر طبعی متعلق اخلاق کو حکم الہی ٹھہرایا ہے اور اسمین وحی یا کلام الہی کے نازل ہونیکا دعوی کیا ہے۔

اور نیز اگر وحی امر طبعی ہوتا اور صرف اُسکے طبعی ہونیکی نظر سے اُسکو خدا کی طرف سے کہا جاتا تو صنادید (سرداران) قریش و عامہ عرب و عجم کی طرف سے اسکی منجانب اللہ ہونیسے انکار نہ پایا جاتا اور اس دعوی مین آنحضرت کو معاذ اللہ مجنون و مفتری کوئی نہ کہتا اسلئے کہ اگر کوئی کسی امر طبعی کو اس نظر سے کہ خدا نے اُسکو پیدا کیا اور طبیعت مین داخل کردیا ہے خدا کی طرف نسبت کرتا ہے اور اُسکو خدا کا الہام بتاتا ہے تو اُسکو کوئی عاقل جھوٹا و مفتری نہین کہتا اور اس معنی کر اس امر کی حقیقت کی طرف سے ہونے مین کوئی شک نہین لاتا۔

تمثیلات

دیکھو بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کا دودھ پینے لگ جاتا ہے تو اُسکو کہا جاتا ہے کہ خدا تعالی اُسکو دودھ پینا سکھاتا ہے اور جب وہ باتین کرنے لگتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ خدا اُسکے دل مین باتین القا کرتا ہے۔

(۲) جب مچھلی پانی مین تیرتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ خدا اُسکو تیرنے کا القا کرتا ہے۔

(۳) شہد کی مکھیان درختون اور پہاڑون مین گھر بناتی ہین اور شہد بنانیکے لیے درختون کے پتے کھانے جاتی ہین تو وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا اُنکی نسبت خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ ان باتون کا ہمنے انکو الہام

ومن الشعر وما یعرفون ثم کلی الخ (نحل ع ۸) کیا ہے وعلی ہذا القیاس ہزارون بلکہ لاکھون مواضع مین ہوسکتا ہے طبعی کو خدا کیطرف نسبت کیا جاتا ہے اور الہام طبعی کو مانا جاتا ہے پھر کوئی کسیکو ان دعاوی الہام طبعی مین کاذب ومفتری نہین کہتا۔

پس آنحضرت اگر الہام طبعی کا دعوی کرتے اور بنظر طبعی ہونے وحی کے اُسکو خدا کی منسوب کرتے تو عناد قریش وغیرہ عرب وعجم ہرگز ہرگز آنحضرت کو جھوٹا ومفتری نہ کہتے بلکہ سراسر صادق وحق گو کہتے اور سابق سے بڑھکر آنحضرت صلعم کے مطیع وفرمان بردار ہوجاتے۔

الحاصل آنحضرت کا چالیس برس کے عمر تک صدہا امور طبعی مین دعوی وحی والہام نہ کرنا اور چالیس سال کے بعد اس دعوی کرنے پر عرب کا انکو جھٹلانا صاف صاف یقین دلاتا ہے کہ وحی امر طبعی نہین ہے نہ آنحضرت نے اسکو طبعی ہونیکا دعوی کیا ہے نہ عامہ مخاطبین ومنکرین وقائلین نے اسکو بمعنی الہام طبعی سمجھا ہے۔

اس بیان کے موید وان مقدمات کے مصدق بہت سے آیات قرآنیہ وحدیث نبویہ وواقعات نواریخیہ ہمارے خیال مین موجود ہین ازانجملہ چند آیات وآحادیث وواقعات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

سورہ **یونس** مین ارشاد ہے۔ کہتے ہین جو ہمارے ملنے کی امید نہین رکھتے اس قرآن کے سوا کوئی اور قرآن لے آ۔ یا اسی مین کچھ ادل بدل کردے تو کہہ دے مجھے لائق نہین کہ مین اُسکو اپنے جی سے بدلون مین تو اُسیکا پیرو ہون جو میرے طرف وحی کیا جاتا ہے مجھ بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگتا ہے اگر مین خدا کی نافرمانی کرون (اور) تو کہدے خدا چاہتا تو مین قرآن تمکو نہ پڑھسناتا اور تمہین نہ معلوم کراتا مینے تو اس سے پہلے تم مین عمر کاٹی ہے تم اسکو نہین سمجھتے۔

قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقران غیر ہذا او بدلہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم۔ قل لو شاء اللہ ما تلوتہ علیکم ولا ادراکم بہ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون (یونس ع ۲)

یعنی پہلے تم مین ایک عمر کاٹی ہے اور ہمیشہ اپنے دل عقل خیال وطبیعت کی باتین تم سے کرتا رہا پھر کبھی ان باتون کو خدا کی طرف نسبت نکیا اور نہ نبوت کا دعوی کیا اگر مین دل کی باتون کو خدا کی باتین ٹھہرانے والا ہوتا تو پہلے ہی کیون نہ کسی دل کی بات کو خدا کی طرف منسوب کرتا پھر جواب اسکے خدا نے بتایا ہے اور اسمین مجھپر وحی نازل کی ہے

اُسکو میں اپنے جی کی بات سے کیونکر دل سکتا ہوں اور اس دل کی بناوٹ کو خدا کی بات کیونکر کہہ سکتا ہوں۔

اور سورہ **قصص** میں ارشاد ہے سو تجھے کچھ امید نہ تھی کہ تیری طرف کتاب القا کیجائیگی یہ تو ہمنے اپنی رحمت سے نازل کی ہے۔ سو تو کافروں کا مددگار نہ بن۔ اون کو خدا کی طرف بلانے سے کہنے سے خدا کی آیتوں سے رکنہ جائیو

وما کنت ترجو ان یلقی الیک الکتاب الا رحمۃ من ربک فلا تکونن ظہیرا للکافرین ولا یصدنک عن ایات اللہ بعد اذ انزلت الیک وادع الی ربک (عنکبوت ۹۶)

یعنی یہ کتاب تیرے دل پر ہمنے اتاری ہے تیرے دل یا طبیعت کی بناوٹ نہیں ہے تیرے دل یا طبیعت کی اگر بناوٹ ہوتی تو تجھے اپنی طبیعت کے بہروسہ اسکی طبیعت سے القا رہونیکی امید ہوتی جیسے شاعر یا کسی اور صاحب طبیعت کو اپنی طبیعت کے بہروسہ شعر وغیرہ کے بنالینیکی امید ہوتی ہے پہروہ امید وقوع میں آتی ہے۔

اور سورہ **زخرف** میں ارشاد ہے۔ اسیطرح ہمنے تیری طرف اپنے حکم سے وحی بھیجی ہے جو دلوں کو زندہ کرنے والی ہے تجھے کچھ خبر نہ تھی کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا اسکو تو ہمنے نور بنایا جس سے ہم ہدایت کرتے ہیں جسکو چاہتے ہیں۔

وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا (شوری ۵۲)

یعنی کتاب و ایمان جسکا اب تجھے چالیس سال کے بعد القا و الہام ہوا ہے ہماری طرف سے ہی یہ تیری ساخت اور طبع زاد نہیں ہے تجھے تو اس کتاب و ایمان کی نبوت سے پہلے کچھ خبر نہ تھی۔

بخاری و مسلم و ترمذی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم چالیس سال کو پہنچکر نبی ہوئے ہیں اور چالیسویں سال کے سر سے پر وحی شروع ہوئی پہر دس یا پندرہ سال مکہ میں وحی آتی رہی اور دس برس مدینہ میں اور عمر شریف تریسٹھ سال کی تھی۔

عن ابن عباس قال انزل علی رسول اللہ صلعم وھو ابن اربعین فاقام بمکۃ ثلث عشرۃ سنۃ وبالمدینۃ عشرا وتوفی وھو ابن ثلث وستین رواہ الترمذی وللشیخین بنحوہ وعلی اربعین ولمسلم اقام رسول اللہ ثمان عشرۃ سنۃ یوحی الیہ او بالمدینۃ عشرا وتوفی وھو ابن ثلث وستین۔

قاضی **عیاض** وغیرہ عامہ اہل سیر و تواریخ نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثت و نبوت صدق و امانت میں مشہور تھے لوگ آپ سے مقدمات اور مشکل امور میں فیصلہ کراتے ابو اسحاق

فصل واما معرفۃ صلعم وامانتہ وعفتہ وصدق لہجتہ فکان صلعم اول الناس واعرف الناس

واصدقهم لهجة منذ كان - اعاذه فله بذلك محامد
وكان يسمى قبل نبوة الامين قال ابو اسحاق كان يسمى
الامين لما جمع الله فيه من الاخلاق الصالحة -
ولما اختلف قريش وتحازبت عند بناء الكعبة فمن
يضع الحجر حكموا اول داخل عليهم فاذا بالنبي صلعم
داخل وذلك قبل نبوته فقالوا هذا محمد هذا
الامين قد رضينا به - وعن الربيع بن خثيم كان
يحاكم الى رسول الله صلعم في الجاهلية قبل الاسلام
وقيل ان الاخنس بن شريق لقي ابا جهل يوم البدر
فقال له يا ابا الحكم ليس هنا غيري وغيرك يسمع
كلامنا فخبرني عن خبر محمد صادق ام كاذب فقال
ابو جهل والله ان محمدا لصادق وما كذب محمد قط
وقال النضر بن الحارث لقريش قد كان محمد
فيكم غلاما حدثا ارضاكم فيكم واصدقكم حديثا واعظمكم امانة حتى اذا رايتم
في صدغيه الشيب وجاءكم بما جاءكم به قلتم ساحر
لا والله ما هو بساحر -

کہا ہے کہ آنحضرت کو امین کہا جاتا اسلئے ہے کہ خدا نے
انمیں اخلاق حمیدہ کو اکٹھا کر دیا تھا جب آنحضرت کے زمانہ
مین کعبہ منہدم ہو گیا اور قریش نے دوبارہ بنانا چاہا تو اس
مین کہ اسکے بنا کس کے ہاتھ سے رکھی جاوے آپس مین اختلاف ہوا
پھر بطور قرعہ اسپر اتفاق ہوا کہ جو پہلے اسوقت سے ہر ادے
وہی اسکی بنا کے ناگاہ آنحضرت آئے تو سبھی بول اٹھے
یہ محمد آیا یہ امین ہے ہم اسکے ہاتھ سے بنا رکھنے مین راضی ہین
ربیع ابن خثیم نے روایت کی ہے کہ اسلام سے پہلے آنحضرت کی
طرف مقدمات فیصلہ کرانیکو لائے جاتے اخنس بن شریق
(منافق مدینہ) ابوجہل سے بدر کے دن ملا تو اس سے کہنے
لگا ای ابا الحکم (ابوجہل کے کنیت ہے) یہاں تیرے اور میرے
سوا اور کوئی نہین ہے کہ ہماری باتین سنے مجھے تو محمد کا حال
بتا دے کہ یہ جھوٹ بولنے والا آدمی ہے یا سچ کہنے والا
ابوجہل بولا خدا کی قسم یہ سچا ہے اس نے کبھی جھوٹ نہین بولا -
نضر بن حارث کفار قریش سے کہا محمد تم لوگون مین چھوٹا
لڑکا تھا تم مین پسندیدہ اور بات کہنے مین سچا اور بڑا امانتدار
پھر جب اسکی کن پٹیون مین سفید بال معلوم ہونے لگے اور
وہ تمہارے پاس وہ دین لایا جو لایا تو تمنے اسکو جادوگر کہدیا بخدا وہ جادوگر نہین ہے -

بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے کہ ہرقل (شاہ روم) نے ابوسفیان سے جب آنحضرت کا دشمن تھا
عن ابی سفیان ان هرقل قال له وسالناك هل كنتم
تتهمونه بالكذب قبل ان يقول ما قال فذكرت

آنحضرت کا حال پوچھا کہ تم لوگ دعوی نبوت سے پہلے
اسکو جھوٹا کہتے تھے؟ اس نے جواب دیا کہ نہین پس ہرقل نے

ان لا افقد اعرف انه لم یکن لیذر الکذب علی الناس ویکذب علی الله (صحیح بخاری مختصراً)

کہا کہ جو لوگوں پر جھوٹ نہ بولے تو وہ خدا پر کیونکر جھوٹ باندھ سکتا ہے یعنی خلاف واقعہ کیونکر دعوی کر سکتا ہے کہ خدا نے مجھ کو نبی بنایا ہے

ترمذی نے نقل کیا ہے کہ ابوجہل نے آنحضرت سے کہا ہم تجھے تو جھوٹا نہیں جانتے بلکہ ان باتوں کو جھوٹا جانتے ہیں جو تو اب لیکر آیا ہے جس پر خدا تعالیٰ نے یہ قول نازل فرمایا کہ اے نبی یہ تجھ کو جھوٹا نہیں جانتے پر (یہ) ظالم خدا کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

عن علی ان ابا جهل قال للنبی صلعم انا لا نکذبك ولکن نکذب ما جئت به فانزل الله فانهم لا یکذبونك ولکن الظالمین بآیات الله یجحدون (جامع الترمذی ص۱۳۰ جلد ۲)

تفسیر کبیر میں اس آیت کی یہ معنی بیان کئے ہیں کہ یہ لوگ تجھ کو جھوٹا نہیں کہتے۔ اسلئے کہ تجھ کو ایک زمانہ طویل آزما چکے ہیں پہلے تیرا کوئی جھوٹ معائنہ نہیں کئے اور تیرا نام امین رکھ چکے ہیں اب تجھ کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے ولیکن تیری نبوت کی انکاری ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ اسکو کسی قسم کا جنون ہو گیا ہے جسکی سبب سے امین سچا کی طرف سے رسوا خیال کرنے لگا ہے یا یہ کہتے ہیں کہ یہ امور باتوں میں تو امین ہے صرف اس دعوی نبوت میں جھوٹا ہے۔

والرابع الثانی فی تاویل الآیة انهم لا یقولون انك انت کذبت فیما ادعیت من الرسالة لانا قد جربنا علیك الصدق الطویل والزمان المدید وما وجدنا منك کذبا البتة وسموك بالامین فلا یقولون ذلك الا لانك کنت کذلك ولکن یحملهم الحسد والعناد علی ان ینسبوك الی الکذب فی دعوی الرسالة فانهم اعتقدوا ان محمدا لو ترك ذم دینهم وعیب طریقتهم فلا جل ما کان یظهر من نقصان عقولهم وسخافة آرائهم کنا نعظمه ونبجله ونعده من الکبراء ولکنه لما دعانا الی الاقرار بالله وحده وترك عبادة الاصنام فحینئذ قلنا انه مجنون فقالوا انه ما کذب فی سائر کلماته وانما جن حین ادعی الرسالة

اسی نظر سے کہ وہ لوگ رسول کو امور دنیا میں صادق جانتے اور قبل نبوت جملہ امور میں آپکی صدق پہچان چکے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا احسان جتایا اور فرمایا کہ خدا نے مومنوں پر احسان کیا جبکہ انمیں ایسا رسول بھیجا جو ان ہی میں سے ہے وہ انپر خدا کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کے عقاید کو پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ بیشک اس سے پہلے ظاہر ہوا میں تھے

لقد من الله علی المومنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ آل عمران ع ۱۷

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی نے فرمایا ہے کہ آن حضرت صلعم ان کے شہر میں پیدا ہوئے اور ان میں ہی نشو و نما پائی و آنحضرت کے احوال و اقوال

تولدا من انفسهم واعلم ان وجه الانتفاع بهذا من

وجوہ الاول انہ علیہ السلام ولد فی بلدہم ونشأ فیما بینہم وہم کانوا عارفین بأحوالہ مطلعین علی جمیع افعالہ واقوالہ فما شاہدوا منہ من اول عمرہ الی آخرہ الا الصدق والتنفر عن الکذب والمیل علی الصدق والتنفر عن الکذب والمیل الی الدنیا والبعد عن الکذب والمیل الی الصدق ومن عرف من احوالہ من اول العمر الی اخرہ ملازمۃ الصدق والامانۃ وبعدہ عن الخیانۃ والکذب ثم ادعی النبوۃ والرسالۃ التی یکون الکذب فی شاہد ہذا الدعوی اقبح انواع الکذب یغلب علی ظن کل احد انہ صادق فی ہذہ الدعوی والثانی انہم کانوا عالمین بانہ لم یتلمذ لاحد ولم یتکلما ولم یدارس درسا ولم یکرر او انہ الی تمام الاربعین لم یتفوہ البتۃ بحدیث النبوۃ والرسالۃ ثم انہ بعد الاربعین ادعی الرسالۃ وظہر علی لسانہ من العلوم ما لم یظہر علی احد من العالمین ثم انہ یذکر قصص المتقدمین واحوال الانبیاء الماضین علی الوجہ الذی کان موجودا فی کتبہم فکل من لہ عقل سلیم علم ان ہذا لا یتأتی الا بالوحی الصادق او الالہام الالٰہی۔ (تفسیر کبیر ص۳ جلد ۳)

واقعات جانتے تھے انہوں نے آنحضرت کا ابتدا عمر سے آخر تک بجز صدق وعفت وترک التفات بہ دنیا وری از کذب وملازمت صدق کے کچھ نہ دیکھا اور جس شخص کے حالات مدت عمری سے راستبازی وامانت داری کو لازم پکڑنا اور جھوٹ وخیانت سے دور رہنا معلوم ہو یہ دعوہ نبوت ورسالت کا دعوی کرے جس جھوٹ بولنا سب سے اقبح کذب ہو جب اس کی نسبت کسی کا یہی گمان ہوتا ہے کہ وہ اس دعوی میں سچا ہے۔ دوم یہ کہ وہ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کسی کے شاگرد نہیں ہوئے اور نہ انہوں نے کوئی کتاب پڑھی اور نہ درس وتکرار میں سے ہیں چالیس سال عمر تک کبھی رسالت ونبوت کی بات نہیں بولے پھر چالیس سال بعد دعوی رسالت ہوئے ہیں اور ایسی زبان سے ایسے علوم ظاہر ہوئے ہیں جو تمام جہان میں کسی سے نہیں ہوئے اور انہوں نے پہلے لوگوں کے قصہ اور انبیا گذشتہ کے حالات ایسے بیان کئے ہیں جو انکی کتابوں میں موجود ہیں ایسی شخص کی نسبت ہر صاحب عقل سلیم یہی اعتقاد کرتا ہے کہ یہ جو کہتا ہے بجز وحی والہام الٰہی نہیں کہتا۔

یہہ آیات وروایات وتاریخی واقعات مضمون استدلال چہارم کے پورے موید ہیں اور صاف مظہر کہ جناب رسول اللہ صلعم چالیسویں سال عمر سے پہلے طبعی کمالات کو پہنچ چکے تھے۔ وحق گوئی وراست بازی ومکارم اخلاق میں شہرہ آفاق تھے۔ باایں ہمہ آپ نے پہلے کبھی کسی طبعی معلمی یا اخلاقی بات کو خدا کیطرف منسوب نہیں کیا اور نہ کسی امر حق کے بتانے یا سکھانے یا بجالانے میں خدا کی نیابت وسفارت ورسالت کا دعوی کیا پھر چالیس سال کے بعد دعوی رسالت ونبوت کیا اور مکارم اخلاق کو خدا کی طرف سے بتایا جس پر منکرین نے آپکو مجنون ومفتری ٹھہرایا۔ اگر آپکا یہ دعوی رسالت

و نبوت بنظر طبعی ہونے امور رسالت کے ہوتا تو لازم تھا کہ چالیسویں سال عمر کے پہلے جیسے امور طبعی و اخلاقی کا آپ سے صدور ہونے لگا تھا) یہ دعوی کیا جاتا اور اس دعوی پر کوئی عاقل آپ کو نہ جھٹلاتا آئندہ ان باتوں کے سمجھنے کے لئے خدا تعالی کی توفیق رفیق چاہئے۔ فمن لم یجعل اللہ نورا فما لہ من نور۔

استدلال پنجم

(جو مثل استدلال چہارم عام فہم ہے۔ اور مقدمات سابقہ پر موقوف نہیں)

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلعم کو چالیسویں سال عمر کے بعد بعثت و نبوت حاصل ہوئی ہے اور قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم و حضرت یحیی و حضرت عیسی علیہم السلام کو اوائل عمر میں نبوت عطا ہوئی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم کی نسبت قرآن مجید میں اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ ہم نے ابراہیم کو پہلے سے یعنی بچپن سے ہدایت یعنی نبوت عطا کی ہے اور ہم اُسکے اہلیت سے واقف تھے۔ اور حضرت یحیی کے حق میں فرمایا ہے ہمنے اُسکو بچپن میں حکم یعنی منصب نبوت عطا کیا ہے۔

ولقد آتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین (انبیاء ع ۵)

یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ واتیناہ الحکم صبیا۔ (مریم ع ۱)

الحکم النبوۃ صبیا ابن ثلث سنین (جلالین)

تفسیر دین میں لکھا ہے کہ حضرت یحیی کو تین برس کی عمر میں نبوت عطا ہوئی ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ خدا نے بچپن میں یحیی کی عقل مضبوط کر دی اور اُنکی طرف وحی بھیجی خدا نے انکو اور حضرت عیسی کو بچپن میں ہی کیا نہ جیسا کہ محمد و موسی علیہما السلام کو سن شباب کے پورے ہونے پر مبعوث کیا۔

فان اللہ تعالی احکم عقلہ فی صباہ واوحی الیہ وذلک لان اللہ تعالی بعث یحیی وعیسی علیہما السلام وھما صبیان لا کما بعث موسی ومحمد علیہما السلام وقد بلغا الاشد۔ (تفسیر کبیر ص ۷۶ جلد ۵)

اور حضرت عیسی علیہ السلام کی نسبت فرمایا کہ اُن کو مریم علیہا السلام اُٹھا لائی تو لوگوں نے کہا بے شک یہ تو بہتان لائی۔ اے ہارون کی بہن تیرا باپ بُرا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی (حضرت) مریم نے (حضرت) عیسی کی طرف اشارہ کیا وہ بولے

فاتت بہ قومھا تحملہ قالوا یا مریم لقد جئت شیئا فریا اخت ھارون ما کان ابوک امرء سوء وما کانت امک بغیا فاشارت الیہ قالوا کیف نکلم من کان

فی المهد صبیا - قال انی عبد الله اٰتنی الکتٰب وجعلنی نبیًا - (مریم ع ۲)	ہم ایسے شخص سے کیونکر کلام کریں جو گہوارہ میں لڑکا ہے عیسیٰ نے جواب دیا میں خدا کا بندہ ہوں خدا نے مجھی کتاب دی ہے اور مجھے نبی کر دیا ہے -

اس **تفاوت** اوقات بعثت ان حضرات سے ثابت ہوتا ہے کہ وحی غیبی وخارجی امر ہے طبعی و داخلی نہیں طبعی ہوتا تو سبھی انبیاء کی بعثت کا ایک وقت اور ایک دستور ہوتا چنانچہ اور امور طبعی میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے - **دیکھو** مچھلیوں کے لئے تیرنا امر طبعی ہے تو یہ تیرنا اُن سے یکسان اوقات میں سرزد ہوتا ہے ایسا کہیں دیکھا یا نہیں گیا کہ کوئی مچھلی ایک وقت عمر میں تیرنے لگی کوئی اس سے چار برس پیچھے - وعلی ہذا القیاس -

اور **خود بدولت** بھی تفسیر پر تنزیہ میں فرما چکے ہیں کہ نبوت انبیاء کے دل و دماغ کی بناوٹ سے تعلق رکھتی ہے اور بناوٹ کا یکسان ہونا اس تمثیل سے بیان فرما چکے ہیں کہ جس بناوٹ کی کھوپری ایک قاتل بے رحم کی ہوگی اسی بناوٹ کی کھوپری دوسرے قاتل کی ہوگی - چنانچہ اصل عبارت جناب نمبر ۲ میں بصفحہ ۲۶۰ منقول ہو چکی

اب اگر یہ فرماویں کہ نبوت خاصہ نوعی نہیں اور اسکو نوع انبیاء سے یکسان تعلق نہیں بلکہ یہ شخصی امر ہے جسکو ہر نبی کے نخیر سے جداجدا تعلق ہے پس نخیر میں جس قدر استعداد و ملکہ نبوت تھا اسی قدر اسکا اثر ظاہر ہوا جسکے نخیر میں نقصان تھا اسکا ظہور اثر پذیر ہوا اور جسکے نخیر میں ملکہ نبوت پورا و کامل و قوی تھا اسکا اثر جلد ظہور میں آیا -

تو یہہ بات کسی پابند مذہب (محمدی یا یہودی یا نصرانی) کے نزدیک لایق جواب نہیں - کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ محمد رسول اللہ صلعم کی فطرت میں ملکہ نبوت بہ نسبت ملکہ حضرت عیسیٰ ناقص کہا گیا تھا اسلئے انکو چالیس سال کے بعد منصب نبوت عطا ہوا اور کوئی یہودی یا نصرانی یہہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت موسیٰ کی فطرت میں ملکہ نبوت بہ نسبت ملکہ حضرت یحییٰ ناقص کہا گیا تھا اسلئے انکو حضرت یحییٰ کے نسبت بدیر نبی کیا گیا -

اور **یہہ** مقام مذہب سے آزاد ہو کر گفتگو کرنے کا نہیں ہے بلکہ بہ پابندی مذہب اسلام بیان حقیقت نبوت کا مقام ہے اور مذہب اسلام یہی شہادت دیتا ہے کہ آنحضرت صلعم سب نبیوں سے کامل درجہ کی نبوت دئے گئے ہیں چنانچہ † حدیث بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنًا فقرنًا - وحدیث انا سید ولد آدم - وحدیث[3] لم یصدق نبی من الانبیاء ما صدقت

† (۱) یعنی میں ہر زمانہ کی بہترین خلایق سے مبعوث ہوا ہوں - (۲) میں تمام بنی آدم کا قیامت کے دن سردار ہونگا اور فخر نہیں جتلاتا -

(۳) جو قدر مجھے لوگوں نے مانا ہے کسی نبی کو نہیں مانا -

وحدیث فضلت علی الانبیاء بست۔ وحدیث ان اللہ بعثنی لاتمم مکارم الاخلاق وکمال محاسن الافعال وحدیث کنت یوم القیمۃ امام النبیین وخطیبہم وحدیث ابن عباس ان اللہ فضل محمداً علی الانبیاء وعلی اہل السماء وغیرہ اس شہادت کے شاہد ہیں۔

ان کلمات سے ثابت ہوا کہ شرعی فیصلہ بنسبت بیان حقیقت وحی پورا ہوا اور ثابت ہوا کہ وحی قسم اول ہو خواہ قسم دوم نبی کا امر طبعی و داخلی نہیں ہے جسکا فیضان والقا صرف طبیعت نبی سے ہوا ہو بلکہ غیبی و خارجی ہے جسکا منزل عالم بالا اور حضرۃ القدس اور اس مبدء فیاض سے ہے جو ذات نبی بلکہ جملہ مخلوقات سے علیحدہ و خارج و فائق بالذات ہے اور بخوبی معلوم ہوا کہ اس باب میں جو کچھ مسلمانوں کا اعتقاد ہے وہی اسلام میں محقق اور خدا اور رسول کے نزدیک حق ہے گو جناب مخاطب اسکو حق نہ جانیں اور اپنی تحقیق کو خدا اور رسول کی تحقیق سے بہتر سمجھا جائے اور رسول کی غلطیاں نکالیں اور تہدید قل اتعلمون اللہ بدینکم اور تخویف فماذا بعد الحق الا الضلال کو پس پشت ڈالیں مسلمانوں کو چاہیے کہ خدا اور رسول کی بات کے مقابلہ میں انکی ایک مانیں اور انکے حکم میں تزویر و تاویل سے ایمان کو بچالیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

بیان حقیقت اصل سوم

(یعنی ایمان بکتاب اللہ)

قرآن کی نسبت مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ کتاب بعینہ بلفظہ و بنظمہ آسمان سے نازل ہوئی جو کچھ جبرئیل امین کو رب العزت سے وحی ہوا وہ جبرئیل امین نے آنحضرت صلعم کے دل پر وحی کیا حضرت جبرئیل کی صورت کو آنحضرت نے کبھی نہیں دیکھا حضرت جبرئیل امین کا قول آنحضرت کے کانوں نے سنا دل نے سمجھا زبان نے پڑھا سنایا تیس سال کے عرصہ میں یہ سلسلہ تنزیل و نعلم کا ختم ہوا جس قدر حضرت جبرئیل سال بہ سال آنحضرت کو سکھاتے اور پڑھاتے تھے ماہ رمضان میں وہ دور کیا جاتا تھا جس سال آنحضرت صلعم کا انتقال ہوا اس سال دو دفعہ جبرئیل نے

---

(۱) یعنی تمام نبیوں سے چھ چیزوں میں بزرگی دی ہے پہلی ان کا شمار کیا نواز انجملہ عموم دعوت (جو لوازم خاصہ نبوت سے ہے) اور ختم رسالت کا ذکر کیا (۲) خدا نے مجھ سے جو وعدے خلافت اور بہتر انعام کے پورا کرنے کے لئے بھیجا ہے (۶) قیامت کے دن میں نبیوں کا امام ہونگا (۸) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو تمام نبیوں اور تمام آسمان والوں پر بزرگی دی ہے پھر اسکے ثبوت میں آیہ قرآن کو پیش کیا جس میں عموم

(۱) یعنی تمہیں کو ہم نہیں کہتے ہیں (۲) حق کے بعد جز گمراہی اور کیا ہے۔

آنحضرت سے قرآن کا دور کیا جس سے آنحضرت نے جان لیا کہ بس اب میرے کوچ کا وقت آگیا۔ اس قرآن مین کوئی لفظ اور کوئی حرف آنحضرت کی طرف سے نہین ہے اور آنحضرت کے دل کو دماغ کو طبیعت کو نفس کو اسکی نظم و ترتیب و تالیف مین اس سے زیادہ دخل نہین ہے جسقدر کہ آئینہ مصقل کو شعاع آفتاب کی قبول کرنے اور دوسری چیز پر اس شعاع کو پہنچانے مین یا صفحہ قرطاس کو نقوش الفاظ کے منقش ہونے مین دخل ہوتا ہے۔

اور اس اعتقاد پر جو شہادت کتاب و سنت مین پائی جاتی ہے اسکا بیان نمبر ۹ و ۱۰ مین بصفحات ۲۶۵ و ۲۶۷ و ۲۸۴ و ۲۹۳ و ۳۰۶۔ اور نمبر ہذا مین بصفحہ ۳۳۹ و ۳۴۰ گذرا جسکا اعادہ ضروری نہین **از انجملہ** آیۃ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی جو بصفحہ ۳۳۹ منقول ہے اس بات پر نص صریح ہے کہ یہ کتاب آنحضرت کے نفس (جسمین طبیعت دل و دماغ خیال سبھی آجاتے ہین) کی بناوٹ نہین ہے ایسی ہی دوسری آیۃ مین تصریح ہے کہ یہ نبی ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ نجم ۱۔ اپنی خواہش (نفس) سے نہین بولتا جو یہ خدا کیطرف سے بیان کرتا ہے وہ وحی ہے جو اسکی طرف وحی کی گئی ہے۔ اور ایک آیۃ مین ارشاد ہے جب ہم ایک آیت دوسری آیۃ کو بدلہ

واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لا یعلمون قل نزلہ روح القدس من ربک بالحق الخ۔ (نحل ۱۴)	لاتے ہین اور ہم خوب جانتے ہین جو اتارتے ہین تو منکر کہتے ہین تو اپنے پاس سے بناتا ہے تو کہدے اسکو تو روح القدس (جبرئیل) نے خدا کیطرف سے اتارا ہے یعنی یہ نفس یا طبیعت یا خیال نے از خود نہین بنالیا۔

اور **ایک آیۃ** مین ارشاد ہے کہ جو (ولید بن المغیرہ) کہتا ہے کہ یہ قرآن جادو ہے پہلون سے چلا آتا۔ یہ بشر کا قول

فقال ان ھذا الا قول البشر سأصلیہ سقر (مدثر ۲)	ہے اسکو ہم شاب دوزخ مین داخل کرین گے۔

اور بہت سی آیتون مین تکرار ارشاد ہوا ہے۔ کہ اس کتاب کا اتارا خدا کی طرف سے ہے جو جاننے

تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم (زمر۔ مومن۔ جاثیہ)	والا حکمت والا رحم والا ہے۔

اس ایک ہی مضمون کو بار بار اسلئے فرمایا کہ منکر (نیچریون کے ہم مشرب) بار بار کہتے ہے کہ یہ قرآن محمد صلعم نے آپ

انا انزلنہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین (دخان ۱) انا انزلنہ فی لیلۃ القدر (سورۃ القدر ۱)	بنالیا ہے اور ایک آیت مین ارشاد ہے ہمنے قرآن ایک مبارک رات مین اتارا ہے۔ دوسری آیۃ مین اسی رات کا نام

پہلا ابتدا نزول کا ذکر ہے اور تمام قرآن آنحضرت پر یکبارگی نہین اُترا بلکہ سورۃ سورۃ تیئس سال مین نازل ہوا چنانچہ ایک آیۃ مین ارشاد ہے۔ منکر کہتے ہین (کہ اگر قرآن خدا کی طرف سے تھا) تو سبھی اکٹھا کیون نہ اُترا۔ تو کہدے

وقال الذین کفروا لولا انزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ کذلک لنثبت بہ فوادک ورتلناہ ترتیلا۔ فرقان ۳۶

ایسا ہی تھوڑا تھوڑا نازل کرنا مناسب تھا تاکہ تیرے دل کو ہوا تھوڑا تھوڑا کرکے سے مضبوط کردین اور اسواسطے ہمنے اسکو دھیرے دھیرے پڑھا ہے

اور اس حدیث نزول کے تیئس سال سے تحدید بصفحہ ۳۴۰ ہو چکی ہے اور ہر سال ایک دفعہ اور سال وفات مین دو دفعہ یا ہ رمضان آنحضرت کا جبرئیل امین سے قرآن کا دور کرنا احادیث ذیل مین وارد ہے۔ حضرت **ابن عباس** سے

عن ابن عباسؓ قال کان رسول اللہ صلعم اجود الناس وکان اجود ما یکون فی رمضان حین یلقاہ جبریل وکان یلقاہ کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن۔

روایت ہے کہ آنحضرت سب لوگون سے بڑھکر سخی تھے اور اپنے سبھی وقتون سے زیادہ سخی رمضان مین ہوتے جبکہ آپ جبرئیل علیہ السلام سے قرآن کا درس کرتے۔

وعن عائشۃؓ عن فاطمۃؓ ان النبی صلعم اسر الیہا ان جبرئیل کان یعارضنی القرآن کل سنۃ مرۃ وانہ عارضنی العام مرتین ولا اراہ الا حضر اجلی (صحیح بخاری ص ۳۷۳ ج ۲)۔

اور حضرت عایشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے اپنی لخت جگر سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا و علی ابیہا سے خفیۃً فرمایا کہ جبرئیل ہر سال ایکدفعہ مجھسے قرآن کا تکرار کیا کرتے اس سال دو دفعہ تکرار کیا جس سے مینے جان لیا کہ اب میری اجل آگئی ہے

ان آیات واحادیث مین جو تاویل تسویل جناب مخاطب عمل مین لائے ہین اسکا جواب عقلاً و نقلاً بضمن بیان حقیقت اصل دوم بطریق اجمال ہوا ہے اور اُنکے پاس اسبات کا کوئی جواب نہین ہے کہ اگر یہ قرآن آنحضرت کی طبیعت کا ایجاد ہوتا تو اُسکی نسبت یہ نہ کہا جاتا کہ یہ آنحضرت کے نفس یا جی سے نہین ہے اگر وہ یہ جواب دین کہ طبیعت نبویہ کا فعل حقیقۃ خدا کا فعل ہوتا ہے اسلئے کہا گیا کہ یہ آنحضرت کے جی سے نہین ہے خدا کی طرف سے ہے تو یہ **محض مغالطہ** ہے اسلئے کہ اگرچہ طبیعت کا فعل حقیقۃ خدا کا فعل ہے مگر بظاہر اسکا صدور طبیعت سے ہوتا ہے لہذا اسکو طبیعت کیطرف نسبت کرنا کذب و خلاف واقعہ نہین ہے چنانچہ جملہ اشیاء کو جو کسی سبب سے ہوتی ہین ظاہری سبب کیطرف نسبت کیا جاتا ہے اگرچہ اُن کا فاعل حقیقی خدا متعال ہے۔

چنانچہ آگ کی جلی چیز کو کہا جاتا ہے کہ آگ نے اسکو جلایا ہے کوزہ گل کی نسبت کہا جاتا ہے کہ کمہار نے اسکو بنایا اگرچہ

درحقیقت اس چیز کے جلانیوالا اور کوزہ کے بنانیوالا خدا تعالیٰ ہے پھر اگر قرآن کو آنحضرت کی طبیعت نے بنایا تھا اور بظاہر اسکا ایجاد اسی طبیعت سے ہوا تھا تو اسکی نسبت یہ کیوں ارشاد ہوا کہ یہ آنحضرت کے جی سے نہیں ہے اور یہ کلام بشر نہیں۔

یہ ارشاد صریح وصاف طور پر ناطق ہے کہ قرآن آنحضرت کی طبیعت یا دل یا خیال کی بناوٹ نہیں ہے بلکہ خدا واحد کیطرف سے منزل ہے یہ فوارہ کسطرح آنحضرت کے اندر سے نہیں نکلا بلکہ ابر رحمت کی مانند اوپر سے برسا ہے

بیان حقیقت اصل چہارم

(یعنی ایمان بالملائکہ)

مسلمانوں کا حقیقت وصفات ملائکہ کی نسبت وہی اعتقاد وایمان ہے جو آپنے مسلمانوں کی طرف سے نقل کیا ہے اور وہ متن اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ میں صفحہ ۲۷۴ سے ۲۷۶ تک منقول ہوا۔

بیشک مسلمان اعتقاد رکھتے ہیں کہ ملائکہ وجود آدم سے پہلے بوجود ذاتی موجود چلے آتے ہیں اور (۲) ہیں اور صورتوں واشکال سے مشکل ہیں جنمیں پرواز ہیں۔ اور وہ (۴) بشکل انسان بھی مشکل کر سکتے ہیں اور وہ (۵) خدا کی طرف سے رسولوں کے پاس وحی وکلام لاتے ہیں اور وہ (۶) دنیاوی بادشاہت خداوندی میں خدا کی خداوندی کے وسائل ہیں کوئی مینہہ برسانے پر مامور ہے کوئی صور پھونکنے پر کوئی زندوں کی جان نکالنے پر وعلی ہذا القیاس اور وہ آسمانی بادشاہت خداوندی میں بھی خدمات وفرائض پر مامور ہیں اور جداگانہ مناصب سے مشرف۔ بعض (۷) مقربین ہیں بعض اُن سے کم رتبہ کئی (۸) عرش معلی کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ کئی (۹) عرش کے گرداگرد طواف کر رہے ہیں ہزاروں (۱۰) بیت المعمور کے گرد طواف کرتے ہیں لاکھوں (۱۱) آسمان پر سربسجود ہیں کوئی (۱۲) بہشت کا خازن ہے کوئی (۱۳) دوزخ کا داروغہ وعلی ہذا القیاس۔ اور ان اعتقادات میں مسلمان نہ یہودیوں کے مقلد ہیں نہ بت پرستوں عرب کے شاگرد نہ مجوسیوں کے پیرو معتقد۔ بلکہ یہ اعتقادات قرآن وحدیث میں آئے ہیں اور خدا ورسول نے مسلمانوں کو سکھائے ہیں۔ اس سے آگے سلسلہ تسلیم کا کہ خدا تعالیٰ نے کس یہودی یا مجوسی یا بت پرست کی شاگردی کی ہے اور کس کالج یونیورسٹی میں ان عقاید کی تعلیم پائی ہے آنریبل صاحب بہادر بتا سکتے ہیں جو ماشاء اللہ پرانی تاریخ اور قدیمی جغرافیہ سے واقف ہیں اور بڑے بڑے دارالعلوم (لنڈن کیمبرج وغیرہ) کی سیر کر آئے ہیں کاش

جلکو بجز تلزم (جس سے حضرت موسی کو عبور ہوا تھا) تک کا جغرافیہ معلوم نہین ہوا یہ جرات نہین کر سکتے اور ان عقاید کی نسبت یہی خیال کرتے ہین کہ ان کی تعلیم کا سلسلہ خدا تعالی تک منتہی ہوا ہے خدا نے انکو اپنے ذاتی علم سے جانا اور بیان فرمایا ہے کسی ہیودی یا نصرانی یا مجوسی یا نیچری سے نہین سیکھا۔

اب رہی یہ بات کہ قرآن و حدیث مین یہ عقاید کہان آئے ہین اور خدا و رسول نے کب کہلائے تو اسکی تفصیل ہماری قلم و زبان و رسالہ عاجز مین تاہم بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلا بطور مشتے نمونہ خروارے کچھ اظہار بیان کیا جاتا ہے۔ مخفی نرہے کہ **ملایکہ** کے قبل **آدم** موجود ہونیکی نسبت تو پہلے سیپارہ کے پہلے ہی رکوع مین خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ جبنے آدم کے زمین مین خلیفہ کرنیکی بابت فرشتون سے مشورہ لیا تو انہون نے کہا کیا تو ایسے شخص کو خلیفہ کرنا چاہتا ہے جو فساد و خونریزی کا مادہ رکھتا ہے جسپر خدا نے اسکا نہ سہنا یا اور فرشتون سے علی کا اظہار کیا اور آدم کو پیدا کیا اور فرشتون کو اسکی طرف سجدہ کرنیکا حکم دیا۔

واذ قال ربك للملئكة انى جاعل فى الارض خليفه قالوا اتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء الخ — بقرہ ۴۶ —

اور فرشتون کے **نور** سے مخلوق ہونیکی بابت آن حضرت نے فرمایا ہے۔ ملایکہ نور سے مخلوق ہین اور جن بے دھوان آگ سے اور آدم اس چیز سے جو تمکو بتائی گئی ہے۔

عن عائشة — قال قال رسول الله صلعم خلقت الملئكة من نور وخلق الجان من مارج من نار وخلق آدم مما وصف لكم (صحیح مسلم جلد ۲)

اور فرشتون کی شکل و پرون کی نسبت خدا نے فرمایا ہے۔ خدا کے ہی لئے تعریف ہے جس نے آسمانون اور زمین کو بنایا اور فرشتون کو رسول کیا جو دو دو تین تین چار چار بازو رکھتے ہین اور خدا اپنی پیدائش مین بڑھاتا ہے جو چاہتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

الحمد لله فاطر السموت والارض جاعل الملئكة رسلا اولى اجنحة مثنى وثلث ورباع يزيد فى الخلق ما يشاء ان الله على كل شئ قدير — فاطر ۱

اور آنحضرت نے جبرئیل کی اصلی صورت کا مشاہدہ فرمایا۔ تو انکے چھ سو بازو کو معاینہ کیا چنانچہ نمبر ۲ مین بصفحہ ۲۹ منقول ہو چکا ہے۔ اور آنحضرت نے حضرت اسرافیل کے حال مین فرمایا ہے کہ خدا تعالی نے اسرافیل کو دونون پاؤن پر صف باندھ کر کھڑا ہوا پیدا کیا وہ خدا تعالی کیطرف آنکھ اٹھا کر نہین دیکھتا اسمین اور

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلعم ان الله خلق اسرافيل يوم خلقه صافا على قدميه لا يرفع بصره

بینہ وبین اولئک سبعون نورًا امامنھا من نور یحرقہ (رواہ الترمذی وصححہ)

خدا تعالیٰ میں نور کے ستر حجاب ہیں ان میں ایک کے قریب بھی ہو تو جل جاوے۔

اور فرشتوں کی بشکل انسان متشکل ہو کر کہانی دینے اور انبیاء وغیرہم سے ہمکلام ہونے کی بابت خدا تعالیٰ نے ارشاد کیا ہے کہ ہمارے رسول (یعنی فرشتے) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس بشارت لیکر آئے تو وہ انکی مہمانی کے لیے بچھڑا بھونا ہوا لائے جب انکو کھانے کو لیے ہاتھ نہ بڑھاتے دیکھا تو ڈر گئے انہوں نے کہا ہم خدا کے فرشتے ہیں اور قوم لوط کے عذاب کے لیے بھیجے گئے ہیں جب وہ حضرت لوط کے پاس پہنچے تو وہ بھی پہچان نہ سکے اور ڈر کے سبب انہوں نے حال بتا یا تو مطمئن ہوئے۔ قوم لوط جو بدفعلی کے عادی تھے سنکر خوش خوش آئے اور ان کو خوبصورت لونڈے سمجھکر بدفعلی کو مستعد ہوئے تب فرشتوں نے انپر پتھر برسائے اور آسمان زمین سے اٹھا کر پٹک دئے۔

ولقد جاءت رسلنا ابراھیم بالبشری الخ (ہود ع ۷)
ونبئھم عن ضیف ابراھیم الخ (حجر ع ۴ و ۵)
ھل اتاک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین (ذاریات ع ۲)
وغیرھا

اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے میں نے جبرئیل کو (یعنی بصورت انسان) دیکھا تو اسکو وحیہ بن کلبی کا مشابہ پایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جبرئیل کو بصورت دحیہ دیکھنا اور حضرت عمر وغیرہ صحابہ کا بصورت اعرابی کے دیکھنا بتکرار معلوم ہو چکا ہے۔

عن جابر ان رسول اللہ صلعم قال رایت جبرئیل فاذا اقرب من رایتہ بہ شبھًا دحیۃ بن خلیفۃ۔ (رواہ مسلم)

اور فرشتوں کا خدا کی طرف سے رسولوں کے پاس کلام لانا وحی الٰہی بیان حقیقت امر وحی میں بسط تفصیل بیان ہو چکا ہے۔ اس مقام میں ایک اور ایسی بات کو بیان کیا جاتا ہے جو نبی اور ایلچی کی رسالت کو انسان کی رسالت کے مقابلہ میں بیان کرنے سے متعلق ہے۔ سورہ الحج میں ارشاد ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ فرشتوں میں سے رسولوں کو چن لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی رسول چن لیتا ہے وہ سننے دیکھنے والا ہے

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا ومن الناس ان اللہ سمیع بصیر۔ (الحج ع ۱۰)

یہ آیت اس مسئلہ پر نص صریح ہے کہ ملکی رسول انسانی رسول سے علیحدہ ہے۔ انسانی رسول تمام ان انسانوں کی جنس

بھیجا جاتا ہے اور ملکی رسول خاص انسانی رسولوں کی طرف مبعوث ہوتا ہے ایسا ہی سورہ شوریٰ میں ارشاد ہوا ہے

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء - (شوریٰ ع ۵)

کہ کسی بشر کو لائق نہیں کہ خدا اس سے ہمکلام ہو مگر بطور وحی یا حجاب کے اڑمیں یا یہ کہ خدا اسکی طرف رسول بھیجے پس وہ اسپر خدا کے اذن سے القا کرے جو خدا چاہے -

اس آیۃ میں بھی صاف ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ انسانی رسولوں کیطرف ملکی رسول بھیجتا ہے اور وہ ملکی رسول اس وحی سے علحدہ و علاوہ چیز ہے جو (بلا واسطہ) نبیوں کے دل پر نازل ہوتی ہے -

ان دونوں آیتوں کو ناظرین یاد رکھیں یہ بمقام معارضہ و ابطال خیال خصم کے آئی ہیں اور فرشتوں کا خدا عالم دینوی پر ایسا موثر ہونا قرآن کی بہت سی آیات میں مذکور ہے - ملایکہ حفظہ و کراماً کاتبین کی نسبت ارشاد ہے

وان علیکم لحافظین کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون اذ یتلقی المتلقیان عن الیمین وعن الشمال قعید ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید - (ق ۲۶)

لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ (رعد ۲۶) ویرسل علیکم حفظہ (انعام ۷۶)

تمہیں نگہبان بقدر ہیں معزز لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو - دو فرشتے تمہارے قول و فعل کو لیتے رہتے ہیں ایک داہنی طرف ہے دوسرا بائیں طرف انسان جو کچھ بولتا ہے اسکے لینے کو تیار بیٹھا ہے انسان کے آگے پیچھے فرشتے رہتے ہیں جو اسکو خدا کے حکم سے نگاہ رکھتے ہیں خدا نے تمپر نگہبان چھوڑے ہوئے ہیں -

کراماً کاتبین کے نتیجہ کارروائی (یعنی نامہ اعمال بنی آدم) کا ذکر بہت سی آیات قرآن میں وارد ہے از انجملہ بعض آیات کو ہمنے حاشیہ میں درج کیا ہے - اور کراماً کاتبین کی تقرری کے فوائد و حکمتوں کو امام رازی نے تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۸۵ میں تفصیل بیان کیا ہے اور منکرین مخالفین اسپر اعتراض کرتے ہیں - اسکا جواب تفسیر کبیر کی جلد ۸ صفحہ ۹۱ میں تفصیل مرقوم ہے - طالب شائق ان مواضع کیطرف رجوع کرے -

کل انسان الزمناہ طائرہ - الخ

فاما من اوتی کتابہ بیمینہ - الخ

ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید - الخ

ملایکہ موت کا ذکر متعدد آیات میں ہے جنکا ماحصل یہ ہے کہ مومنوں کے ارواح کو فرشتے عزت و بشارت سے قبض کرتے ہیں کافروں کی ارواح توہین و عذاب سے - ان آیات کی تفصیل سورہ نساء - انعام - نحل محمد و غیرہ

ان الذین تتوفیہم الملئکۃ ظالمی انفسہم (نساء ۱۴۱)

والملئکۃ باسطوا ایدیہم (انعام ۱۱۲)

الذین تتوفھم الملائکۃ (نحل ۴۲) تتنزل علیھم الملائکۃ (حم سجدہ ۴۶) فکیف اذا توفتھم الملائکۃ (محمد ۳۶) والنازعات غرقا الخ (نازعات ۱۶)

مین موجود ہے اور ان ملائکہ کی صورتین اور قبض ارواح کی کیفیتین احادیث مین تفصیل وارد ہین جسکے بیان کی عام شہرت کے سبب کچھ ضرورت نہین۔

اور ملایکہ موکلین سحاب وامطار وغیرہ تدبیرات عالم کا متعدد آیات مین ذکر ہے۔ سورۂ نازعات مین انکو مدبرات سے تعبیر کیا ہے اور صافات مین والزاجرات سے اور ذاریات مین مقسمات سے اور ایک آیت مین ارشاد ہوا ہے کہ رعد وغیرہ ملایکہ خدا کے خوف سے تسبیح کر رہے ہین۔ آنحضرت سے یہودنے پوچھا کہ رعد کیا چیز ہے تو آپنے فرمایا کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو بادل پر مسلط ہے اسکے پاس آگ کی قمچیان ہین جن سے وہ بادل کو ہانکتا ہے جہان خدا چاہتا ہے۔ پھر انہون نے کہا یہ آواز کیسی ہے جو ہم سنتے ہین تو آپ نے فرمایا کہ یہ اسکے جھڑکی کی آواز ہے۔

ویسبح الرعد بحمدہ والملئکۃ من خیفتہ (رعد ۴۲) عن ابن عباس قال اقبلت یھود الی النبی صلعم فقالوا یا ابا القاسم اخبرنا عن الرعد ما ھو قال ملک من الملائکۃ موکل بالسحاب معہ مخاریق من نار یسوق بالسحاب حیث شاء اللہ فقالوا فما ھذا الصوت الذی نسمع قال زجرۃ بالسحاب (ترمذی ص۱۵۶ جلد)

اس روایت کو امام رازی نے تفسیر کبیر مین نقل کیا ہے اور بنا پر ایک قول کے رعد کا فرشتہ ہونا تسلیم کر لیا ہے اور حکماء طبعیین کے ان باتون کو کہ بادل بخارات زمین سے پیدا ہوتے ہین اور جو ان بادلون مین ہوا بند ہو جاتی ہے۔ جب اسکو اوپر سے سردی پہنچتی ہے تو وہ بادلون کو پھاڑ کر نکلتی ہے اس پھٹنے کی آواز رعد ہے اور جو اس حرکت سے حرارت پیدا ہوتی ہے وہ بجلی ہے۔ بدلائل معقول رد کر دیا ہے۔

وان کان الثانی وھو ان یقال ان ذلک لا جزاء الخ ✝ انکا خلاصہ یہ ہے کہ حکماء طبعیین کا یہ کہنا کہ بادل صرف بخارات سے پیدا ہوتے ہین اسلئے باطل ہے کہ بارش مختلف طور پر ہوتی ہے کبھی چھوٹی چھوٹی قطرات کبھی بڑے بڑے کبھی نزدیک نزدیک کبھی دور دور کبھی تھوڑے وقت کبھی کئی کئی دنون تک۔ یہ اختلاف باوجودیکہ زمین جب سے بخارات پیدا ہوتے ہین ایک ہی آفتاب جو در آ

من الارض فلما وصلت الی الطبقۃ الباردۃ من الھواء برد فثقلت فوجبت الی الارض فنقول ھذا باطل وذلک لان الامطار مختلفۃ فتارۃ تکون القطرات کبیرۃ وتارۃ تکون صغیرۃ وتارۃ تکون متقاربۃ وأخری تکون متباعدۃ وتارۃ تدوم مدۃ ثم تزول ملطر

ملائکہ مدبرات کی خدمات کی تفصیل میں آنحضرت صلعم سے بیہقی نے شعب الایمان میں حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت

رُوی البیهقی فی شعب الایمان عن ابن عباس قال بینما رسول الله صلعم بناحیة ومعه جبرئیل اذ انشق

جبرئیل کے ساتھ ایک گوشہ میں تھے ناگاہ اُفق آسمان پھٹ گیا جس کے سبب جبرئیل چیخنے اور سہمنے لگا اور

زمانا ضیاء النار تارة قلیلا فاختلفنا الا المطر فی هذه

پیدا کرتا ہے ایک ضروری ہے کہ اس فاعل مختار پروردگار

الصفة مع انه طبیعة الارض احد وطبیعة الشمس

کی قدرت سے ہو۔ اور نیز تجربہ سے ثابت ہوا کہ کبھی محض

المسخنة للبخارات واحد الابدان یکون بتخصیص الفاعل المختار

تضرع و دعا سے بھی بارش ہو جاتی ہے اس نظر سے

وایضا فالتجربة دلت علی ان الدعاء والتضرع فی نزول الغیث

استسقا کی نماز مشروع ہوئی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ

اثر خاص کذلک کالصلوٰة الاستسقاء مشروعة فعلمنا

کہ بارش محض قدرت اُس فاعل مختار سے ہے طبیعت

ان المؤثر فیه قدرة الفاعل لا الطبیعة والخاصیة

وخاصیت زمین و آفتاب سے نہیں ہے۔

واجاب ان کل ما ذکرتموه علی تسلیم المقدمات

اور رعد و برق کی نسبت جو طبیعیین نے کہا ہے کسی وجہ سے

باطل ہے اول یہ کہ اگر ایسا کہنا صحیح ہو تو چاہیے کہ جب بادل

وجوه الاول انه لو کان الامر کذلک لوجب ان یقال ایضا

گرجے حالانکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بجلی چمکتی ہے اور بادل نہیں

عند حصول البرق فانه لا بد ان یحصل الرعد وهو الصوت الحادث

گرجتا۔ وجہ دوم یہ کہ گرمی جو حرکت سے پیدا ہوتی ہے جیسا کہ مقابلہ

من تمزق السحاب معلوم انه لیس کذلک فانه کثیرا ما

میں طبیعیین پانی میں گرمی موجود ہے اس سے حاصل نہیں ہوتا کہ

یحدث البرق القوی من غیر حدوث الرعد الثانی ان السخونة

اس گرمی سے کیونکر آگ پیدا ہو سکتی ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ

انما تحدث بسبب قوة الحرکة بمقابلة الطبیعة المائیة

بڑی آگ پانی سے بجھ جاتی ہے پھر بادل میں جو تمام پانی ہوتا ہے

الموجبة للبرد وعند حصول العارض القوی کیف

ضعیف آگ کا چمکنا کیونکر ممکن ہے۔ وجہ سوم یہ ہے کہ بعض حکماء

تحدث النار بل نقول النیران العظیمة تنطفی بسبب المیاه

کا یہ مذہب ہے کہ خالص آگ کا رنگ نہیں ہے پس جب ہم کہتے ہیں کہ

ضعیفة علیها والسحاب کلها فکیف یمکن ان یحدث فیه شعلة

آگ کے گھنے کے سبب آگ پیدا ہو تو لال رنگ ہے رنگ سرخ کہاں سے پیدا ہوا اس سے

ثالثة ثالث هذه الوجوه ان النار الصرفة لا لون لها

ثابت ہوا کہ جب سب جمع ہو چکی کا اُنہوں نے کہا ہے ضعیف ہے اور آگ

البتة فثبت انه حصلت النار بسبب قوة المحرکة

پانی سے پیدا ہونا محض قدرت اُس قادر مختار کے ہے۔ سخاشیہ

الحاصلة باجزاء السحاب لکن هذا لیس بحجة فان اللون الاحمر

بقیہ مضامین فاضل بہاری

کہ نیچر کو کسی نے صحیح طور پر نہیں سمجھا بعض لوگوں نے کہا کہ اسکی بنا ہی سرے سے غلطی پر ہے ہندوان لوگوں کے خیال پر دلایل وہ انقلابات واختلافات عالم ہیں جنکی تفصیل مضمون سابق میں گزر چکی ہے اسمقام میں اسکی تائید میں چند تمثیلات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

دیکھو انسان قریب زمانہ نوح کے طویل القامت وقوی الجثہ تھے۔ اور مردم شناسی کے زمانہ قدیم میں بہت شیوع ہے بقول تہوس مفسر کتاب جینسس ہندسی بلفظ البیس عہد عتیق میں تعبیر ہوئی ہے۔

اہل ہند بھی **انسان** زمانہ قدیم کو **سینگ** دار اور دُمدار بتاتے ہیں۔ **یاجوج** ماجوج بھی جغرافیہ دایل کتاب کا اتفاق ہے عجیب الخلقت ہیں خلقت **مخنث** اور بھی ہے ایسا ہی اسی مقفقور ہے جو دو علامات نر و مادہ رکھتی ہیں۔ خلقت **احول** بھی عجیب ہے اور خلقت **شش انگشتہ** انسان بھی ایسی عجیب۔

انسان اور **بندر** کے جفتی ہونے سے بقول بعض موخرین عجیب خلقت پیدا ہوتی ہے۔ بعض بندر تعلیم کرنے سے مثل انسان کے تکلم کرنے لگتے ہیں بعض قسم کے سگ تعلیم کرنے سے کتابت کرتے ہیں۔ پس جب عالم عالمیان اب تک کلی دستقل حالت پر نہیں ہے تو بنا، علیہ کسی امر یا حالت موجودات کو (جس سے نیچر عبارت ہے) قانون کلی دوامی کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

انسان ایک قطرہ احاطہ قدرت دریائے الٰہی کر سکے اور اسکی قدرت کو مقید و محدود بتاوے یہ امر خلاف عقل ہے جو آنکھوں سے دیکھا اور سمجھا اسکو قانون قدرت بتا دیا اور جو ہمسے پہلے گذرا اور جو آیندہ ہوگا اسکی ہمکو کیا خبر ہے پس ہمارا یہ کہنا کہ خدا کا قانون یہی ہے جو ہمنے دیکھا ہے کیسی بڑی نادانی ہے۔

وجہ دوم یہ کہ اسلام و قرآن کے بہتیرے قصص و اخبار و احکام ایسے ہیں جنکا توافق نیچر سے نامعلوم ہے **منجملہ** قصص و اخبار قصہ حضرت عزیر و قصہ حضرت ابراہیم قصہ پیدائش مسیح قصہ غرق فرعون قصہ اصحاب فیل قصہ ناقہ صالح قصہ قوم لوط قصہ بقرہ بنی اسرائیل و علی ہذا القیاس بیدون قصص اسی قبیل سے ہیں کہ انکا توافق نیچر سے خیال میں نہیں آتا اور اس قسم کے احکام تو صدہا ہیں **از انجملہ** چند احکام بطور تمثیل بیان کیے جاتے ہیں

۱ - نکاح اخات اسلام مین نا جایز ہے - مگر تا دلیل اصول نیچر متعلق آیۃ اول ع نساء خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء ۴ جایز قرار پاتا ہے -

۲ - جانور جو بلا ذبح گلا گھوٹ کر مارا جاوے یا خود ہلاک ہو جاوے مذہب اسلام مین حرام ہے مگر اصول نیچر مین اُسکا کہانا جایز - چنانچہ آنریبل صاحب کو گلا گھونٹے جانورون کے حلت کا دعوی ہے -

۳ - نکاح اسلام مین مع مولی ایجاب و قبول جانبین ضروری ہے - اور مہر لازم - مگر نیچر کے اصول مین صرف خوشی شامل مین اندراج نام کافی ہے اور مہر ضروری نہین -

۴ - بلا نکاح مباشرت طرفین زنا ہے مگر اصول نیچر پر اگر وہ بتراضی طرفین ہو تو حد زنا سے خارج ہے

۵ - اسلام اشیاء پر طہارت و نجاست کے قیود لگاتا ہے نیچر ان امور کو صرف طبعی بنا کر آزادی دیتا ہے وعلی ہذا القیاس ہر نیچر کو عین اسلام کیونکر کہا جا سکتا ہے -

اوبیٹر کہتا ہے وجہ اول کی تائید و تفصیل نمبر ۳ و ۴ و ۶ جلد ۴ - اشاعۃ السنۃ مین بخوبی ہو چکی ہے اسکی ایک مین ایک مثال اسمقام مین بھی ذکر کیجاتی ہے -

تھوڑے دن ہوئے کہ اخبار جریدہ روزگار مدراس مین سینے چشم خود دیکھا ہے کہ یورپ کے کسی شہر مین بکری نے بھیڑیے کا بچہ جنا - اسمین اگر بھیڑیا بکری سے جفت ہوا تو یہ امر بھیڑیے کی نیچر کے خلاف ہوا - بھیڑیے کا نیچر بکری کو چیر پھاڑ کر کہا جانا بتاتا ہے نہ کہ اس سے جفت ہونا اور اگر نطفہ بُرنے یہ رنگ کیا ہے تو نطفہ بُرنے خلاف نیچر کیا - اسکی ایک عمدہ نظیر اخبار تیرہوین صدی کے پرچہ ۴ جلد ۴ مین لکھی ہے جو اسکی عبارت سے نقل کیجاتی ہے -

ڈائیڈرو ایک بڑے فرنچ فلاسفر سے نہین پوچھتے جو نیچر کو عادت سے بھی لاچار کئے دیتا ہے کہ عادت کے سامنے نیچر کی نہین چلتی - اور ڈاروِن بڑے نیچری نے اسکو ممیز کتون کی ایک نسل بالکل بدیم اسطرح کر دی کہ وہان کے لوگون نے اپنے کتون کی دُمین کاٹنی شروع کر دی دو تین پشت برابر کاٹتے چلے گئے آخر کو بدیم کتے ہونے لگے - نیچر سے عادت زبردست نکلی نہ نہین - بلکہ اُسی فلاسفر کا گمان ہے کہ اسی طرح اگر چاہین تو انسان بھی ایک ہی ماتہ کے پیدا ہونے لگین گے "

شائیدان تشبیہون کے جواب مین آنریبل صاحب فرماوین کہ جو وقوع مین آتا ہے وہ عجائب و برخلاف عادت

سابق ہی کیون نہو نیچر کے مطابق ہوتا ہے اسکا جواب یہہ ہو کہ یہہ بات آپ کو تب سوجھی ہے جبکہ اُن عجائبات کا وقوع ہوا۔ جبتک کہ اُن عجائبات خلاف عادت کو آپنے نہ دیکھا تہا اُن عجائبات کے صادر ہونے اور نیچر کے مطابق ہونیکا آپ کو کہان اعتقاد تہا۔ اُس وقت تو یہی سمجھا گیا تہا کہ ایسے امر کا صدور نیچر کے خلاف ہے اسی سے یقین کیا جا سکتا ہے کہ جن امور کو مشاہدہ حالات قانون نیچر ٹہہرایا جاتا ہے وہ سبھی محمل خلاف ہین اور کوئی حالت نیچر ایسی قطعی نہین ہے جسکے خلاف کا امکان نہین ہے۔ یہی امر نیچر کی بیخ کنی کرتا ہے اور اُسکو محض خیالی بناوٹی چیز بناتا ہے۔

۳ نسخ

آنریبل صاحب نے قرآن مین ناسخ و منسوخ کے پائے جانیسے تہذیب یا رمضان ۹۰ و تفسیر مین انکار کیا ہے ہمنے کہان ہو تبیین الکلام فی تفسیر التوریت والانجیل علی ملۃ الاسلام کے صفحہ ۶۳ جلد اول مین اُنکے خلاف اسکا اقبال کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے اکثر عیسائیون نے اور مسلمانون مین کئی بعض فرقون نے احکام الٰہی کے منسوخ ہونیسے انکار کیا اور کہا کہ خدا کے احکام مین ناسخ اور منسوخ ہونا خدا تعالی کے تقدس کے برخلاف ہے مگر جو لوگ کہ کتب سماویہ پر اعتقاد رکہتے ہین خواہ یہودی خواہ عیسائی خواہ مسلمان اُنکو کچہہ چارہ نہین ہے بجز اسکے کہ وہ اقرار کرین کہ بلاشبہ احکام الٰہی مین ناسخ اور منسوخ ہے۔ اسکے بعد آپ نے چند احکام توریت کو بیان کیا جنمین نسخ صریح احکام مین آپکے نزدیک واقع ہے پہر بصفحہ ۲۶۵ معنے نسخ کو بیان فرمایا جس معنے کر آپ نسخ کے مقر مین اور مسلمان بہی اونہین معنے کر نسخ احکام قرآن کے قایل ہین پہر امر نسخ احکام قرآن سے آپکا انکاری ہونا اور جو تبدل تغیر رائے حیثیات کیون نہ ہو) احکام قرآن مین واقع ہے اُسکو نسخ نہ کہنا کمال تعجب کا محل ہے۔

۴ بسم اللہ

جناب خانصاحب بہادر بجواب عیسائیان معترضین کہ بسم اللہ انتخاب و تقلید کتاب ژند و استا و زردشت مجوس ہے جو بصلاح حضرت سلمان فارسی قرآن مین درج کی گئی ہے ارشاد فرماتے ہین کہ نبی کا یہہ کام نہین ہے کہ یکی ایہی بات کو تسلیم کرے۔

بن کہتا ہون یہہ جواب کیا ہوا کہ اعتراض کو تسلیم کر لیا ہے اور حق یہہ ہے کہ بسم اللہ سورہ نمل مین موجود ہے قصہ حضرت سلیمان مین ہے اور سلیمان یہودی الضرب الملت تہے اور رسالہ دین کی تحقیق چہاپہ ٹریکٹ

سوسائٹی مشن پریس الہ آباد صفحہ ۸۷ و ۸۸ میں ہے کہ یہ کتب یہود مثل طالمود وغیرہ میں موجود ہے۔ اور سیرت ابن ہشام میں قصہ حضرت سلمان فارسی کا یوں لکھا ہے کہ مذہب مجوس سے عیسائی ہوئے اور شام میں بہت رہے اور صحیح مسلم باب مناقب صحابہ میں حضرت سلمان کو صاحب الکتابین لکھا ہے یعنی توریت و انجیل جانتے تھے تو مشورہ دینا بمذہب مجوس خلاف قرینہ سلیمہ کے ہے بلکہ بسم اللہ سنت انبیاء خدا سے ایجاد جدید نہیں نہ تقلید یہود۔

حرمت متخنقہ

آزاد میل صاحب فرماتے ہیں حرمت طبور متخنقہ غیر منصوص ہے اور یہ حکم صرف قیاسی و اجتہادی ہے اور جب طعام اہل کتاب پاک و حلال ہے تو طعام متخنقہ اہل کتاب کا کھانا درست ہے۔

میں کہتا ہوں بنا بر تصریح قاموس صحاح نہایہ تفسیر بیضاوی تفسیر نیشاپوری کشاف وغیرہ متخنقہ حدیث میں داخل ہے اور حدیث کی حرمت میں آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ نص صریح ہے۔ (رد دہلی و مراد آباد)

اور ایک عمدہ دلیل ہے کہ اعمال الرسل باب ۱۵ و رس ۲۹ میں ہے پرادن کو لکھ بھیجیں کہ جنوں کی نذر حرام کاری اور گلا گھونٹے ہوئی چیزوں اور لہو سے کنارہ رہیں۔ عربی انجیل باب ۱۵ و رس ۲۰ میں ہے ان تمتنعوا عما ذبح للاصنام والدم والمخنوق والزنا فاذا انتم حفظتم انفسکم من ہذا فنعما تصنعون کونوا معافین

اب بمقابلہ پولوس کے اجتہاد مسیحی یا جناب خان صاحب کا غلط و باطل ہے۔

ولادت مسیح

اس مسئلہ میں تو خان صاحب نے غضب ہی کر دیا۔ قرآن و انجیل دونوں کو طاق میں رکھدیا اور مضمون ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد کا جلوہ دکھایا۔ تفسیر خیر پوری میں حضرت مسیح علیہ السلام کا یوسف کے بطن سے پیدا ہونا بیان فرمایا۔ ہم اسباب میں خان صاحب کے کلام پر تفصیلی نکتہ چینی کر چکے ہیں اس لئے ان کی اصل کلام کو بحذف زوائد اس مقام پر نقل کرتے ہیں پھر تفصیل اسکا جواب دیتے ہیں۔

نقل عبارت

ضمیمہ اشاعۃ السنۃ

نمبر ۱۲ جلد ۳

اشاعت مذہب اسلام

مضمون اشاعت اسلام پر جو ضمیمہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۲ میں شائع ہوا ہے) مشاہیر علماء ہندوستان و پنجاب (جیسے حضرت شیخنا ومولینا جناب مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی۔ جناب مولوی سید ابو المنصور صاحب دہلوی) امام فن مناظرہ اہل کتاب۔ جناب مولوی سید الطاف حسین صاحب دہلوی جناب مولوی محمد عبد الحی صاحب لکھنوی۔ جناب مولوی محمد حسین صاحب جہلمپوری جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب آروی جناب مولوی سید احمد حسین صاحب عظیم آبادی۔ جناب مولوی حافظ محمد صاحب لکھوکی فیروزپوری۔ جناب قاضی محمد منصور جان صاحب شاہ پوری جناب خلیفہ حمید الدین صاحب لاہوری۔ عدالدین صاحب لاہوری۔ جناب مولوی محمد نور الدین صاحب بھیروی حکیم ریاست جموں۔ جناب مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری) وغیرہ وغیرہ نے **اتفاق** رائے ظاہر کیا ہے اور کئی مشہور نامی اخباروں مین (جیسے اخبار انجمن پنجاب لاہور۔ پنجابی اخبار لاہور۔ کوہ نور لاہور۔ جریدہ روزگار مدراس منشور محمدی بنگلور) وغیرہ مین یہ مضمون بعینہ یا اسکا حاصل شائع ہوا ہے اور ان اخباروں کے اڈیٹرون نے اس مضمون کی تائید مین خوب زور دیا ہے اور فریقہ ہندی اڈیٹران و حضرات علماء نے باتفاق مسلمانون کی باہمی موافقت اور اشاعت اسلام کے لئے انجمن اشاعت اسلام کی اقامت کی ضرورت کو نہایت جوش سے تسلیم کیا ہے **بلکہ** لاہور مین بعض احباب نے ایک انجمن کی بنا بھی قائم کردی ہے جسکے ممبر و معاون اس عاجز کے سوا یہ حضرات ہین۔ میر ناصر علی صاحب شہرت اڈیٹر انجمن اخبار لاہور۔ منشی حفیظ الدین صاحب مترجم یونیورسٹی پنجاب۔ خلیفہ حمید الدین صاحب مدرس گورنمنٹ سکول لاہور۔ مولوی الطاف حسین صاحب مدرس ٹریننگ کالج لاہور۔ سید محمد شاہ صاحب اوورسیر ضلع لاہور۔ مولوی محمد غضنفر صاحب مدرس یونیورسٹی پنجاب۔ شیخ محی الدین صاحب مدرس منشی کرم الٰہی صاحب سررشتہ یونیورسٹی لاہور۔ منشی عبد الحق صاحب اکونٹنٹ لاہور۔ میان نظام الدین صاحب ٹھیکہ دار لاہور۔ مولوی الٰہی بخش صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب۔ خلیفہ رجب الدین صاحب سوداگر پشمینہ میان محمد صاحب عرف محمد بخش صاحب علاقہ بند لاہور حافظ بہادر الدین صاحب ٹھیکہ دار لاہور۔ بابو جلال الدین صاحب ہیڈ کلرک فارسٹ ڈیپارٹمنٹ لاہور بابو فضل الدین صاحب

فارسٹر انجینر لاہور ڈویژن - مولوی محمد نورالدین صاحب حکیم ریاست جموں - حکیم فضل الدین ساکن بہیرہ -
سید امیر حیدر صاحب کن زیر آباد وغیرہ وغیرہ اور ان حضرات نے اپنے اپنے حوصلہ سے موافق انجمن کے لئے
چندہ بھی مقرر کیا ہے ان سب مین بالفعل جناب مولوی نورالدین صاحب سبقت لے گئے ہین جنہون نے ساٹھ روپیہ سالانہ
مقرر فرمایا ہے اور ایک سو روپیہ یکمشت دینے کا وعدہ کیا ہے - اب اس انجمن کے اتمام و استحکام مین صرف
اتنی کسر باقی ہے کہ بعض معزز رؤسا اسلام اسمین شامل ہون اور کسیقدر اور مشاہیر علماء کرام اسمین شریک
ہون - تھوڑے سے رؤسا اور کسیقدر اور علماء اس انجمن کے معاون ہوجاوین اور کارروائی شروع ہو تو اکثر علماء
و صدہا عوام و رؤسا اسمین شامل ہوجاوینگے چنانچہ اکثر جمہوری کام ہمیشہ اسیطرح استحکام پکڑتے ہین اور رفتہ رفتہ ایک
سے ہزار ہوجاتے ہین -

پس ہمکو اکابر رؤسا و بقیہ علماء لاہور و امرتسر و لودہیانہ و پٹیالہ و مالیر کوٹلہ و سملہ و حیدرآباد
و رامپور و لکھنو و الہ آباد و عظیم آباد و کلکتہ و بھوپال و بمبئی و مدراس وغیرہ بلاد معظمہ کی خدمات مین ملتزع عرض
ہین کہ یہ حضرات اسلام کی اس نازک حالت پر توجہ فرماوین اور مسلمانون کی باہمی اتفاق کیطرف توجہ کرین
اور اس اتفاق کے ذریعہ سے اسلام کو رونق و ترقی دین - میری اس حالی التماس کیطرف ان حضرات نے
توجہ نہ کی تو ناچار مین بلاد مذکورہ کے علماء اور رؤسا کو نام بنام پکار کر التجا کرون گا اور اپنی کوشش کو حد
و امکان تک پہنچاؤن گا -

اس مضمون سے بعضے احباب نے مخالفت بھی ظاہر کی ہے مگر وہ بہ نسبت تسلیم شدہ ہونے کے بہت کم ہین
بعضے تو ہمارے قدیمی حریف ہین جو قدیمی مخالفت کے تقاضے سے ہماری تجویز پر نکتہ چینی کرتے ہین اور ہاتھ
حال کیطرف توجہ نہین فرماتے - پھر انمین کوئی تو یہ کہتا ہے کہ اس اب مؤلف اشاعۃ السنۃ نجدی ہونے
لگا - کوئی کہتا ہے کہ عمل بالحدیث چھوڑ کر اب مقلد بنا اور بعضے انمین ہمارے مخلصین ہین لیکن وہ مقاصد و اغراض
مخفیہ تک نارسائی کے سبب سے سرسری نکتہ چینی کرتے ہین پہلے حضرات کے جواب مین تو مین اسیقدر کہنا
کافی سمجھتا ہون کہ مین جو کچھ کہہ ہون یا ہونا چاہتا ہون میری کلام سے معلوم ہوگا - اور خود رسالہ
اسپر شہادت دیگا دوسرے احباب کے شکوک کو نقل کرکے انکے جوابات تحریر مین لاتا ہون بعض

اعتراض کیا ہے کہ اس اتفاق سے باہم ایسا اختلاط ہوگا کہ مذہبی تفرقہ شیعہ سنّی وہابی بدعتی مقلد غیر مقلد کا جاتا رہیگا اور سب کا مذہب گڈمڈ ہو جائیگا اسکا **جواب** تو اسی مضمون میں موجود ہے اُن جناب نے اُسکی طرف توجہ نہیں کی ورنہ یہہ بات ہرگز انکی زبان پہ نہ آتی بعض جناب نے یہہ **اعتراض** کیا ہے کہ جب کسی بدعت یا خلافی کی ابطال اور سنت اختلافی کے اثبات سے انجمن اشاعت اسلام کو سروکار نہ ہوا چنانچہ اس مضمون میں قرار دیا گیا ہے تو باب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مسدود ہوا یہ اعتراض گو لفظاً ہر قوی معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت نہایت ضعیف ہے اور اُسی نارسائی فہم سے ناشی ہے۔ اس مضمون میں بدعت خلافی کے ابطال اور سنت اختلافی کے اثبات سے کسیکو منع نہیں کیا۔ بلکہ ہر ایک کو اپنی اپنی خصوصیات خلافیہ کے رواج دینے اور خصوصیات غیر سے مخالفت کرنیکا اختیار دیا ہے اور اس امر کے لئے ہر ایک فرقہ کے واسطے انجمن ہا خاصہ تجویز کر دی ہیں۔ ہاں اس امر کو انجمن اشاعۃ اسلام کے فرائض سے نکالدیا ہے جسکا مطلب صرف اتنا ہے کہ جب مختلف خیالات کے ممبر کارروائی انجمن عام کے لئے جمع ہوں تو اس زمان اور اس مکان اور اس کارروائی میں اس حیثیت سے خلافیات کے اثبات یا ابطال سے تعرض نکریں۔ دوسرے وقت میں دوسری جگہ دوسری انجمن ہا خاصہ میں ہر ایک فرقہ اپنی خصوصیات کی تائید و اثبات کرے اور خصوصیات غیر کی تزییف و ابطال علی ہذا القیاس۔ مگر اسمیں جادۂ اعتدال سے قدم باہر نہ رکھے اور تعصب و ناانصافی و بے تہذیبی سے جسکی تشریح ہم اصل مضمون میں کر چکے ہیں باز رہے۔ اب سوال اس زمان و مکان میں سب ممبر انجمن عام کے جمع ہوں اور انجمن عام کی کارروائی شروع کریں اس آن و مکان میں وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے خدا کی طرف سے مامور نہیں ہیں یا نہیں۔ ہر ساکت رہنا معصیت نہیں تو کیا ہے **جواب** وہ اس آن و مکان میں اور تاسیس اصول اسلام کے زمان میں اور خلافی کے ثبت امر نہی کے مامور ہیں اور ضرور مامور۔ اور اسکے خلاف میں گنہگار۔ اسلئے کہ اس مجلس میں ان خلافیات کو ذکر تفرقہ مجالس کا باعث ہوتا ہے اور وہ تفرقہ اتفاقی اصول اسلام کی اشاعت کا رافع و مبطل ہے۔ اور ابطال اتفاقی اصول اسلام کے وسایل اسباب کا معین ہونا اور اس کا رہنے کا مامور ہونا واقعان حقیقت اسلام پر مخفی نہیں ہے۔ جب احکام اسلام کا نزول شروع ہوا تو پہلے مسائل توحید و رسالت ہی کا نزول ہوا جب ان مسایل کو لوگوں نے مان لیا تب بقیہ احکام جملہ اوامر و نواہی کو اتارا گیا۔ جب آنحضرت اپنے اصحاب کو اشاعت اسلام کے لئے اطراف میں بھیجتے تو یہی تلقین

یہ کتاب گورنمنٹ کی اجازت سے چھاپی گئی ہے

فرماتے کہ پہلے انکو شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کیطرف بلاؤ جب وہ یہہ مان لیں تب نماز روزہ وغیرہ احکام سکھاؤ۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ توحید و رسالت کا امر واشاعت سب احکام اسلام سے مقدم ہے اور اگر کسی حکم کا ذکر توحید و رسالت کا مفہوم ہو تو اسکا ذکر اطاعت نہیں بلکہ معصیت ہے۔ اور اس انجمن اسلام کے ممبروں کو اگرچہ اصول اسلام پر اتفاق اور اسلام حاصل ہے اور اُن کی مجلس میں ذکر مسائل خلافیہ اُن کے اسلام کا مفہوم نہیں ہے مگر ہزاروں بلکہ لاکھوں اشخاص کا اسلام میں داخل ہونا اہل مجلس کے اتفاق سے متوقع ہے اُن کے اسلام کا ذکر امور اختلافی سے مفہوم ہونا قوی امر ہے کیونکہ ان کا اختلافی امور میں مکرر ہوگا اتفاق جاتا رہیگا اور وہ ہزاروں اشخاص کے اسلام کا مفہوم ہوگا۔ اب برادران دین و اخوان مسلمین اس مضمون پر نکتہ چینی سے ساکت رہیں اور اسکی صحت و مفید ہونے پر اتفاق کریں اور اسکو مسرت و مسرت سمجھکر اسکی اعانت و تائید کریں۔ آئندہ کوئی زمانے خواہ زمانے ہمارا کام ہمیشہ کہتا رہیگا ؎

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است بس ۔ در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

راقم

ابو سعید محمد حسین لاہوری سید پٹھہ

اما نزل اول ما نزل منہ سورۃ من المفصل فیہا ذکر الجنۃ والنار حتی اذا ثاب الناس الی الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزل لا تشربوا الخمر لقالوا لا ندع الخمر ابدا ولو نزل لا تزنوا لقالوا لا ندع الزنا ابدا۔ عن ابن عباس النبی صلعم بعث معاذا الی الیمن فقال ادعہم الی شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ فان ہم اطاعوا لذلک فاعلمہم ان اللہ قد فرض علیہم خمس صلوات فی کل یوم ولیلۃ۔ (صحیح بخاری)

+ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ جب سب سے پہلے قرآن میں وہ سورہ نازل ہوئی جسمیں وعدہ و وعید کا ذکر ہے جب لوگوں نے اسلام کی طرف رجوع کیا تو احکام حلال و حرام کا نزول ہوا پہلے سے زنا و شراب کی ممانعت کا حکم آتا تو لوگ نہ مانتے۔ اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ معاذ بن جبل کو حضرت نے یمن کی طرف بھیجا تو یہہ فرمایا کہ پہلے انکو شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سکھانا بلا جب اسکو مان لیں تو پانچ نمازوں کا فرض ہونا بتانا۔

فہرست مطالب جلد سوم اشاعۃ السنۃ

مطالب	صفحہ
مقاصد و نتائج رسالہ۔	۲
اہل نیچر کا لامذہبی کو پسند کرنا۔	۳
بقیہ مقدمات اثبات نیچر۔ حالت بیداری میں غیب جاننے کا سبب۔	۹
فلاسفہ کے اصول پر سچی خوابوں کا سبب۔	۱۰
اس سبب کی اختیاری یا غیر اختیاری ہونے سے فلاسفہ کا اختلاف	۱۴
متاخرین صوفیہ کا خیال۔	۱۵
اس باب میں قول حق۔	۱۶
احکام شرعی کا موجودات عالم کی تاثیر ہونا جنکے ثبوت پر	۱۷
اسرار کوئی نہیں جانتا اور اسپر چند سوالات کی شہادت	۱۹
مخاطب (سید احمد خانصاحب) کا سابق اقرار کی تائید	۲۱
حرمت شراب کے اسرار۔	۲۲
مخاطب کا ڈاڑھی منڈانے میں فتویٰ۔	۲۳
اہل کتاب کی نہ ہر بات میں تصدیق چاہئے نہ ہر بات	
میں تکذیب۔	
توریت کے احکام عشرہ سے علاوہ حرمت سود۔	۲۴
نیچریہ کے اس شبہ کا جواب کہ قرآن میں چند در چند	
سود سے ممانعت ہے نہ تھوڑے سود سے۔	۲۸
مخاطب کا اعتقاد کہ توریت وغیرہ میں تحریف لفظی نہیں ہے	۳۲
تریاق مخاطب کے اس مضمون کا جواب کہ مذہب اطبعی ہے	۳۴
پشیانی و تکلف مخاطب سے انبیا کو کافر نہ کہنے میں۔	۳۹
مخاطب کا عین اپنا مذہبی کو اسلام کہنا۔	۴۳
نیچریوں کا کسی چیز کی برائی بھلائی پر قائم نہ ہونا	۴۴
نیچریوں کا وجود خدا کی نسبت خیال۔	۴۵
نیچریوں کا مواخذہ سے بے خوف ہونا۔	۴۷
اہل مذہب کی پابندی۔	۴۸
بقیہ مقدمات اثبات نبوت یعنی سچی خوابوں کے	
بیان سبب میں فلاسفہ کی غلطی۔	۵۲
ابن صیاد کاہن کا غیب دانی میں امتحان۔	۵۴
صوفیوں کی غلطی خیال کا بیان۔	۵۵
احکام عشرہ توریت سے علاوہ دوسرا حکم جزائی	۵۷
اس حکم کے منجانب اللہ ہونے پر مخاطب کا سابق اعتراف	۶۱
تفسیر احکم توریت کا فصاص۔	۶۲
چوتھا حکم توریت کا چڑیوں کی حرمت۔	۶۳
آٹھواں احکام توریت علاوہ اُن احکام کے۔	۱۱
آغاز جواب مسودہ وقف خانزادی۔	۶۶
نقل عبارت مخاطب۔	۶۷
اسکا خلاصہ تین امر ہیں۔	۷۵
ابطال امر اول۔	۷۶
ہر بال میں صاحب مال کا خود مختار نہونا بعض اولاد	
کو بعض پر ترجیح نہ دینے کا مامور ہونا۔	۷۷
کل مال کے صدقہ کرنیمیں خود مختار نہونا۔	۷۸

مطالب	صفحہ
وصیت میں خود مختار نہ ہونا۔	۸۱
وقف کل مال میں خود مختار نہ ہونا	۸۳
ابطال سوم و دوم۔	۸۴
کافر فاسق یا لیس صفیہ کی متولی ہونیکا عدم جواز۔	۸۵
ابطال سوم وقف خاندانی کی کوئی اصل نہیں ہے۔	۸۹
شرع میں بجز وقف للہ کوئی وقف نہیں ہے۔	۸۹
تعریف وقف از فقہا۔	۹۳
الاہیت شرط وقف ہے	۹۶
وقف مجوز مخاطب کے وقف شرعی نہونیکا ثبوت مدلل	۱۰۱
غار مضمون تقریر قدیم الاسلام والزندقہ۔	۱۳۰
امام غزالی کا باہمی خلاف پر تکفیر سے روکنا	۱۳۱
خلاف مخاطب کا اسمیں داخل نہونا	″
حد کفر تکذیب نبی ہے	۱۳۶
قول مخاطب تکذیب نبی کا فر مخلد فی النار نہیں۔	۱۳۷
تکذیب نبی کا مخلد فی النار ہونیکی آیات و احادیث سے ثبوت۔	۱۳۹
غزالی کا نسبت تکذیب نبی سے فرقہا اسلام کو بچانا	۱۴۲
اس حکم میں مخاطب کا شامل نہ ہونا۔	۱۴۳
حد تکذیب و تقسیم وجود اشیا بمراتب خمسہ میں۔	″
(۱) وجود ذاتی (۲) وجود حسی	۱۴۴
(۳) وجود خیالی (۴) وجود عقلی (۵) وجود شبہی۔	۱۴۵
تمثیل وجود ذاتی۔ وجود آسمان و عرش و کرسی و قلم و	۱۴۶

مطالب	صفحہ
مخاطب کا اسپر اعتراض اور وجود ذاتی آسمان سے انکار۔	۱۴۶
اُسکی کلام ہے اس کا جواب۔	۱۴۷
پکے خیر پری خدا کا وجود ذاتی بھی منکر ہیں	۱۴۸
مخاطب کا وجود ذاتی بہشت سے انکار	۱۵۱
نعیم جنت کی تفصیل جنت کا مخلوق اور آسمان پر ہونا	۱۵۵
بہشت کے دروازے اور بالاخانے۔	۱۵۶
بہشت کے درخت اور سایہ دار میوے اور چشمے اور نہریں۔	۱۵۷
بہشت کے اشجار و لباس و زیور و خادم۔	۱۵۸
اہل جنت کے ازواج اور حورین۔	۱۶۰
ان نعما کے وجود ذاتی ہونے پر دلایل۔	۱۶۱
دلیل اول جس سے آپکو وفاق ہو کہ ظاہری معنی اصل ہیں	″
دلیل دوم جو آپکی تسلیمات پر مبنی ہے یہ ہے کہ	
عرب بانی بھی جو سمجھا۔ اعرابی کا قول۔	۱۶۲
نعما جنت کو نامعلوم ہونیکے معنے۔	۱۶۴
ازواج و حور کو خرابی کہنے کا جواب۔	۱۶۶
نیچریوں کے استبعاد حشر اجساد کا جواب و آیات قرآن سے اسپر استدلال۔	۱۶۷
تعدد ازواج عقلی ستر۔	۱۷۰
مدرسہ علیگڈھ کی تاثیر۔	۱۷۲
مذہب معتزلہ مثبتین صفات باری کے متعلق	۱۷۵
مخاطب کا عقیدہ سابق اسکے موافق	۱۸۱

مطالب	صفحہ
مراتب خمسہ جو دکفایل کذب نہیں ہوتی ہر اور سول	
بیشک قانون تاویل ہے کہ نہیں ہے۔	۱۸۵
اس قول سے مخاطب کا اپنا تاویل بالجواز پر استدلال	۱۸۶
شرائط قانون تاویل پر اعتراضات ثلثہ مخاطب۔	۱۸۷
جواب استدلال مخاطب۔	۱۸۸
جواب اعتراضات مخاطب اور تاویل کے صحیح معنی مراد۔	۱۸۹
جواب سر عرض دوم اور تاویل کا مجاز ہونا۔	۱۹۰
اسپر شہادت اہل اصول و معقول	۱۹۱
جواب اعتراض سوم اگر قانون تاویل کوئی نہ ہوتو دنیا میں کوئی کافر نہ ہے۔	۱۹۲
قانون تاویل کی رعایت کی ضرورت باعتراف سابق مخاطب	۱۹۹
شیخ ابن عربی اور آپ کی تاویلات میں فرق۔	۲۰۱
قانون تاویل۔	۲۰۲
اسپر مخاطب کے پانچ اعتراض۔	۲۰۸
جواب اعتراضات مخاطب۔ یہ قانون متفق علیہ خلائق ہے	۲۰۹
مجاز بوقت تعذر حقیقت لیجاتی ہے۔	۲۱۱
گمراہ کو گمراہ کہنا اسکی تسلیم پر موقوف نہیں۔	۲۱۳
کفار عرب اپنے تئیں حق پر سمجھتے ہیں۔	۲۱۴
اہل ایمان ہر عصر میں تین طبقہ ہوئے ہیں۔	۲۱۵
مطمئنین (۱) مذبذبین (۲) عوام مومنین (۳)۔	۲۱۶
طبقہ سوم کو خوض و بحث مناسب نہیں۔	۲۱۷

مطالب	صفحہ
اس زمانہ میں علوم کا تنزل۔	۲۱۹
تاویل کا محل جواز اور دلیل محل تاویل کہ نیولوگ نہیں کرتے تکفیر	۲۲۱
اولین حشر و نعیم جنت و آلام دوزخ و علم باری کی تکفیر۔	۲۲۲
مخاطب کے اسپر چار اعتراض۔	۲۲۴
قول مخاطب مدعی اسلام کی کسی قول یا فعل سے تکذیب نکالنا غلطی ہے۔	۲۲۵
جواب اعتراضات مخاطب۔	۲۲۶
باب تکفیر میں تسلیم و موافقت کا فر لحاظ نہیں۔	،،
مخاطب کا اسپر عمل ہے۔	۲۲۷
مشرکین عرب اپنے تئیں کافر نہ سمجھتے۔	۲۲۸
افعال سے تکذیب کفر نکالنے کا سر عقلی۔	۲۳۰
منافقین کے حال سے اسپر شہادت۔	۲۳۳
بابو کیشب چندر اور دیانند کو مخاطب کا صادق سمجھنا	۲۳۹
اہل اسلام کے نزدیک وحی کا منقطع ہونا۔	۲۴۱
امور کفریہ جنپر فقہا نے تکفیر کی ہے۔	۲۴۲
اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کے معنی۔	۲۴۵
مذہبی اشاعت ضمیمہ۔	۲۵۳
مخاطب کے دعوی حقایق بیانی کا جواب۔	۲۵۴
اصول اسلام میں مخاطب کی حقیقت بیانی۔	۲۵۵
آپکے نزدیک خدا ان کے ہاتھ کے مثل ہے	،،

مطالب	نمبر
آپ کے نزدیک خدا تعالیٰ تصرف عالم سے عاجز ہے	۲۵۷
ایمانی انکار آپ کے نزدیک میں ایمان ہے۔	۲۵۸
رسول اور وحی میں آپکی تحقیقت بیانی کہ رسول ایک جلی سحری یا شاعر کی مانند ہے اور ملکہ نبوت مثل ملکہ رقاصی وسوقی شاعری ہے۔	۲۵۹
کتب آسمانی کی نسبت آپکی تحقیقت بیانی کہ کلام الٰہی ایجاد و انشا طبیعت نبوی ہے۔	۲۶۳
ملایکہ اور جبرئیل کی نسبت آپکی تحقیقت بیانی کہ ان سے قوائے انبیاء وغیرہ موجودات مراد ہیں۔	۲۷۰
حشر و قیامت کی نسبت آپکی تحقیقت بیانی کہ اس سے مراد حشر اجسام نہیں ہے۔	۲۷۸
ان اصول اسلام میں اہل اسلام کی تحقیقت بیانی	۲۷۹
خدا کی ذات و صفات کی نسبت اہل اسلام کا اعتقاد	〃
تحقیقت وحی و رسالت	۲۸۱
وحی کے صرف طبعی نہ ہونیکا ثبوت عقلی اقناعی	۲۸۳
وجود ذاتی جبرئیل و غیرہ ملایکہ کا ثبوت عقلی۔	۲۸۳
سانپ و بچھو قبر کی نسبت احیاء غزالی کی تقریر۔	۲۸۷
ملایکہ اور وحی کی نسبت آپکا خیال سابق اہل اسلام کے موافق	۲۸۸
وحی کے صرف امر طبعی نہ ہونیکا ثبوت نقلی	۲۹۰
مقدمات ثلثہ۔	۲۹۱
استدلال اول۔	۲۹۲

مطالب	نمبر
اصحاب کہف کے حال سے آپکا ایک نقص پر مطلع نہ ہونا	۲۹۴
متخلفین غزوہ تبوک کا حال قبل وحی نہ جاننا۔	۲۹۵
واقعہ افک۔ اشاعت مذہب اسلام غیبیہ بمبزا۔	۲۹۷
آنحضرت صلعم کا وقت قیامت کو نہ جاننا	۳۰۲
پانچ چیزوں کو نہ جاننا۔ روح کو نہ جاننا۔	۳۰۳
استدلال دوم۔	۳۰۶
معجزہ اور قانون قدرت۔	۳۰۷
حضرت عیسیٰ کے عبور دریا قلزم کی نسبت مخاطب کے خیال کا جواب	۳۰۹
اسلام نیچر نہیں نیچر اسلام نہیں مخاطب کے مضمون	
الاسلام ہی الفطرۃ کا جواب۔	۳۱۹
استدلال سوم۔	۳۲۵
استدلال چہارم عام فہم۔	۳۳۰
استدلال نجیم۔	۳۴۴
بیان حقیقت کتاب اللہ۔	۳۴۶
بیان حقیقت ملایکہ۔	۳۴۹
ملایکہ کا نور سے مخلوق ہونا۔	۳۵۰
اور بشکل انسان متشکل ہوکر نبیوں کے پاس آنا۔	۱۵۱
کراماً کاتبین۔ ملایکہ موت۔ مدبرات عالم	۳۶۳
نیچر اور اسلام۔ نیچر کی بے ضبطی کے تمثیلات	۵۵۶
مخاطب کا بسم اللہ کو سرقہ از کتاب ثمد مان لینا	〃
حرمت منخنقہ	۳۵۸